مفتی رضاء الحق صاحب کی

"فسقِ یزید"

کے متعلق اکابر علماء اہل سنت دیوبند

کے متفقہ موقف سے

انحراف اور ان کی بے اعتدالیاں

جو اساتذۂ کرام اور طلبہ شرح عقائد نسفیہ، العقیدۃ الطحاویۃ اور علم کلام کی دوسری کتابوں کی تعلیم وتعلم میں مشغول ہوں اُن کے لیے ''بدر اللیالی'' کا مطالعہ اِن شاء اللہ تعالی بے حد مفید رہے گا۔

Darul Uloom Zakariyya
South Africa

بدر اللیالی

شرح

بدء الأمالی

فی علم العقائد

للإمام سراج الدین علی بن عثمان الأوشی المتوفی عام ٥٦٩ للهجرة النبوية

جلد دوم

افادات

مفتی رضاء الحق حفظہ اللہ تعالی

شیخ الحدیث ومفتی دار العلوم زکریا، جنوبی افریقہ

تہذیب وترتیب

مولانا علاء الدین جمال ومولانا محمد عامر عبد اللہ

تحقیق وتعلیق

مولانا محمد عثمان ومولانا محمد فہیم

دار العلوم زکریا

لینیشیا۔ جنوب إفریقیا

مجلس البحوث والإفتاء

مومباي۔ الهند

Darul Uloom Zakariyya South Africa

مسئلہ استخلاف یزید:

سنہ ۵۶ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو نائب اور ولی عہد نامزد کیا، ان کو خلیفہ نامزد کرنے کی درج ذیل وجوہات مورخین حضرات نے بیان فرمائی ہیں:

یزید کو نائب اور ولی عہد نامزد کرنے کی وجوہات:

۱- شام کافی مدت سے دار الخلافہ رہا اور ارباب حل وعقد اب شام میں رہتے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہاں کے ارباب شوری سے مشورہ کے بعد یزید کو نامزد کیا، اور اس سلسلے میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا سفر بھی فرمایا۔ ابن خلدون لکھتے ہیں: "**والذي دعا معاوية لإيثار ابنه يزيد بالعهد دون من سواه إنّما هو مراعاة المصلحة في اجتماع الناس واتّفاق أهوائِهم باتّفاق أهل الحل والعقد عليه حينئذ من بني أمية**". (تاريخ ابن خلدون ۱/۲۶۳)

۲- بنو امیہ کافی عرصہ سے مختلف عہدوں پر کام کرتے رہے اور وہ کسی دوسرے شخص کو کرسی اقتدار پر پسند نہیں کرتے تھے۔ ابن خلدون نے لکھا ہے: "**وكذلك عهد معاوية إلى يزيد خوفًا من افتراق الكلمة بما كانت بنو أمية لم يرضوا تسليم الأمر إلى من سواهم. فلو قد عهد إلى غيره اختلفوا عليه**". (تاريخ ابن خلدون ۱/۲۵۷-۲۵۸)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: "**وكان رأى معاوية في الخلافة تقديم الفاضل في القوة والرأي والمعرفة على الفاضل في السبق إلى الإسلام والدين والعبادة**". (فتح الباري ۷/۳۲٤)

۳- حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے خلافت میں نامزدگی کا طریقہ موجود تھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نامزد کیا تھا؛ اس لیے انھوں نے بھی اپنے بیٹے کو نامزد کیا، اور نامزدگی کے لیے اہلیت ضروری ہے، اس میں رشتہ حائل نہیں ہونا چاہیے؛ بلکہ گھر کا آدمی رموز مملکت کو اچھی طرح جانتا ہے اور والد کی جانب سے سونپی ہوئی ذمہ داری کے نبھانے میں کوشاں رہتا ہے۔

علامہ ابن حزم فرماتے ہیں کہ نصب خلافت کے لیے اسلام میں سب سے بہترین طریقہ نامزدگی ہی ہے؛ کیونکہ اس سے بہت ساری خرابیوں کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔

"**فوجدنا عقد الإمامة يصح بوجوه، أولها وأفضلها وأصحها: أن يعهد الإمام الميت إلى إنسان يختاره، إمّا بعد موته، وسواء فعل ذلك في صحته أو في مرضه وعند موته، إذ لا نصّ ولا إجماع على المنع من أحد هذه الوجوه كما فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم بأبي**

Darul Uloom Zakariyya South Africa

بكر، وكما فعل أبو بكر بعمر، وكما فعل سليمان بن عبد الملك بعمر بن عبد العزيز، وهذا هو الوجه الذي نختاره ونكره غيره لما في هذا الوجه من اتصال الإمامة وانتظام أمر الإسلام وأهله، ورفع ما يتخوف من الاختلاف والشغب مما يتوقع في غيره من بقاء الأمة فوضى، ومن انتشار الأمر وارتفاع النفوس وحدوث الأطماع". (الفصل في الملل والأهواء والنحل ۱۴۸/۳-۱۴۹)

ابن خلدون نے لکھا ہے: "ولا يتّهم الإمام في هذا الأمر وإن عهد إلى أبيه أو ابنه؛ لأنه مأمون على النظر لهم في حياته فأولى أن لا يحتمل فيها تبعة بعد مماته". (تاريخ ابن خلدون ۲۶۲/۱)

۴-حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے اختلاف وافتراق کا مشاہدہ کیا تھا؛ اس لیے ان کو خطرہ ہوا کہ اگر یزید کو میں نامزد نہ کروں تو امیدواروں کی کثرت اور قبائل کی رقابت اور فوجی کمانڈروں کی مختلف آراء کی وجہ سے امت کا شیرازہ بکھر جائے گا۔

ابن خلدون نے لکھا ہے: "وعدل عن الفاضل إلى المفضول حرصًا على الاتفاق واجتماع الأهواء الذي شأنه أهم عند الشارع". (تاريخ ابن خلدون ۲۶۲/۱)

وقال حميد بن عبد الرحمن دخلنا على يُسَير رجل من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، حين استخلف يزيد بن معاوية، فقال: أتقولون أن يزيد ليس بخير أمة محمد صلى الله عليه وسلم، ولا أفقه فيها فقهًا، ولا أعظمِها فيها شرفًا؟ قلنا: نعم، قال: وأنا أقول ذلك، ولكن والله لئن تجمع أمة محمدٍ أحب إلي من أن تفترق...". (تاريخ خليفة بن خياط، ص۲۱۷. الطبقات الكبرى لابن سعد ۶۷/۷. وانظر: التاريخ الكبير للبخاري ۴۲۲/۸. الاستيعاب لابن عبد البر ۱۵۸۴/۴. تاريخ الإسلام للذهبي ۱۶۹/۴. واسم الصحابي في بعض الكتب "أُسير" وفي بعضها "بشير")

صحابی رسول یسیر فرماتے ہیں: لوگ کہتے ہیں کہ یزید امتِ محمدیہ میں نہ سب سے بہتر ہیں اور نہ سب سے بڑے عالم وفقیہ اور نہ ہی سب سے زیادہ عزت وشرف والے ہیں، اور میں بھی یہی کہتا ہوں؛ لیکن اللہ کی قسم! امت محمدیہ کا متحد ہونا اس کے متفرق ہونے سے زیادہ محبوب ہے۔

آپ یزید کی فقاہت وشرافت کے معترف ہیں اور امت کے اتحاد کی خاطر یزید کی خلافت آپ کو محبوب ہے؛ البتہ آپ یزید کو سب سے بڑا فقیہ اور سب سے زیادہ شرافت والا نہیں سمجھتے، اور اِس سے کس کو انکار ہوسکتا ہے؛ کیونکہ جس وقت یزید خلیفہ بنے اس وقت صحابہ بھی موجود تھے۔

مشہور مورخ علامہ محمد خضری فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یزید کو ولی عہد بنانا اصلاح امت کے لیے

Darul Uloom Zakariyya South Africa

ضروری اور ناگزیر تھا؛ تاکہ امت فتنہ وفساد اور خون خرابہ کا شکار ہونے سے بچ جائے؛ کیونکہ حلقۂ انتخاب جس قدر وسیع ہوتا ہے اتنے ہی امیدوار بھی زیادہ ہوتے ہیں اور جہاں امیدواروں کی کثرت ہو وہاں اختلاف کا ہونا ایک لازمی امر ہے''۔ (محاضرات تاريخ الأمم الإسلامية، ص ٤٤٧، البيعة ليزيد بولاية العهد)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: '' **قال (معاوية) لعبد الله بن عمر فيما خاطبه به: إنّي خِفت أن أذَر الرعية من بعدي كالغنم المطيرة ليس لها راع**''. (البداية والنهاية ٨/٨٠)

۵-حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ فکر بھی دامن گیر تھی کہ فتوحات کا سلسلہ اللہ تعالی کے فضل وکرم سے پھیلتا جارہا ہے اگر ہم شوری اور ہر علاقے کے لوگوں کی آراء اور صواب دید کو معلوم کرنے میں لگ جائیں تو ممکن ہے کہ آپس میں اختلافات پیدا ہو جائیں اور کہیں فتوحات کا پھیلا ہوا سلسلہ سکڑ نہ جائے۔(أباطيل يجب أن تمحى من التاريخ، ص ٢٢٢-٢٢٥)

٦- یزید کی صلاحیت ماضی میں غزوہ قسطنطنیہ میں ظاہر ہو چکی تھی۔اس غزوہ میں یزید کے ماتحت جلیل القدر صحابہ شریک تھے، جن میں حضرت ابن عمر، حضرت ابوایوب انصاری، حضرت حسین وغیرہ رضی اللہ عنہم شامل تھے۔

ابوالیسر ابن عابدین کی ایک طویل عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ یزید نے اپنے والد کی وفات کے بعد زمام حکومت سنبھالا اور مسلمانوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی؛ لیکن حضرت حسین اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیعت نہیں فرمائی اور بیعت سے چھپ گئے۔حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے سال ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کی طرف لوگوں کو مکہ مکرمہ میں دعوت دی۔یزید نے اپنے قائد لشکر مسلم بن عقبہ کو حکم دیا کہ مدینہ کے راستے مکہ چلے جائیں اور مقاتلین کے ساتھ ہی قتال کریں۔اہل مدینہ ان کے قتال کے لیے نکلے جس میں مسلم بن عقبہ کامیاب ہوئے، پھر مسلم مکہ کے راستے میں انتقال کر گئے اور حصین بن نمر سکونی ان کی جگہ امیر بن گئے۔انھوں نے مکہ کا محاصرہ کیا، اسی اثنا میں سنہ ٦٤ھ میں تین سال ۹ ماہ حکومت کرنے کے بعد ۳۹ سال کی عمر میں یزید کا انتقال ہوا، ان کے بعد معاویہ بن یزید خلیفہ بنے، لیکن ۴۰ دن کے بعد مستعفی ہو گئے اس کے بعد مروان بن حکم ۱۰ مہینے خلیفہ رہے ان کو بیوی نے زہر دیا اور ۸۳ سال کی عمر میں اس دنیا سے پردہ کر لیا ان کے بعد حکومت کی باگ ڈور عبدالملک بن مروان کے ہاتھ آئی۔(أغاليط المؤرخين، ص ٩٨)

بعض صحابہ کرام کی بیعتِ یزید سے توقف یا اختلاف کی وجہ:

عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، عبداللہ بن زبیر اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حیات میں یزید کی بیعت نہیں فرمائی۔(تاريخ الطبري ٥/٣٠٣، وإسناده ضعيف) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یزید کی بیعت کر لی، اور عبدالرحمٰن

Darul Uloom Zakariyya Jamia Arabia Lajpat Rai

بن ابی بکر کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حیات میں ہی انتقال ہوگیا۔(البداية والنهاية ۸/۱۱۵ و ۱۵۱) اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عام مجمع میں بیعت کا وعدہ فرمایا؛ لیکن بیعت لینے والے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی وجہ سے مشغول رہے؛ اس لیے بیعت کا عمل نہیں ہوا، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔(تاريخ الطبري ۵/۳۳۹)؛ البتہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنی رائے پر باقی رہے۔

اختلاف کی وجہ یہ تھی کہ ان حضرات کے نزدیک بیٹے کو باپ کی جگہ خلیفہ نامزد کرنے میں اس بات کا اندیشہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آگے چل کر یہ اصول بن جائے اور ہر خلیفہ کے بعد اس کے بیٹے ہی کو خلیفہ بنایا جانے لگے۔ نیز تقوی وطہارت میں یزید سے افضل لوگ اس وقت موجود تھے۔

جب مروان نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم پر اہل مدینہ سے یزید کے لیے بیعت لینی چاہی تو عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے بیعت سے اس وجہ سے انکار فرمایا کہ یہ تو قیصر کا طریقہ ہے۔ (صحيح البخاري، رقم:٤٨٢٧)

اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب مکہ مکرمہ میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو بلوایا اور ان سے یزید کے لیے بیعت لینی چاہی تو انھوں نے بھی اسی وجہ سے معذرت کی کہ باپ کا بیٹے کو اپنی جگہ نامزد کرنا آپ سے پہلے خلفائے راشدین کا طریقہ نہیں تھا۔ ساتھ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک وقت میں دو خلیفہ نہیں ہو سکتے ہیں۔(تاريخ خليفة بن خياط، ص۲۱۳-۲۱۵، أخذ البيعة ليزيد بن معاوية) حالانکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یزید کو اپنی وفات کے بعد خلیفہ نامزد کرنا چاہتے تھے، نہ کہ اپنی حیات میں؛ اس لیے ایک وقت میں دو خلیفہ ہونے کا اشکال درست نہیں معلوم ہوتا۔ نیز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یہ عذر ختم ہوگیا؛ لیکن اس کے باوجود عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی، معلوم ہوا کہ ان کی مخالفت کی بھی اصل بنیاد یہی تھی کہ وہ باپ کے بعد بیٹے کو خلیفہ بنانے کو ناپسند کرتے تھے۔

قابل لحاظ بات یہ ہے کہ یزید کی بیعت سے اختلاف کرنے والے صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی یزید کے اندر کسی بری عادت یا ان کے اندر امارت کی اہلیت نہ ہونے، اور نہ ہی ان میں کسی قسم کے فسق وفجور کا ذکر کیا؛ جبکہ یہ یزید پر تنقید کا یہ اچھا موقع تھا اور یہ حضرات ان کو بچپن سے جانتے تھے اور ان کی قیادت میں جہاد قسطنطنیہ اور بعض دیگر اہم مواقع میں موجود بھی تھے۔ ان صحابہ کرام کا جو یزید کی بیعت کے مخالف تھے ایسے موقع پر یزید کے اخلاق وکردار کو موضوع بحث نہ بنانا اور نہ ہی ان کی عدالت وصلاحیت سے انکار کرنا؛ بلکہ صرف ابنیت کو لے کر اعتراض کرنا یزید کے صلاح وتقوی اور ان کے اندر امارت وخلافت کی اہلیت کی واضح دلیل ہے۔

کیا بیٹے کو باپ کی جگہ منتخب کرنا قیصر وکسری کی اتباع ہے؟:

بعض لوگ اشکال کرتے ہیں کہ بیٹے کو باپ کی جگہ منتخب کرنا قیصر وکسری کی اتباع ہے۔

جواب: اگر ایسا ہے تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دفن کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت کیوں دی؟ "ثم انصرف الحسنُ بن علي من دفنه فدعا الناسَ إلى بيعته فبايعوه". (الطبقات الكبرى لابن سعد ۲۷/۳) اگر یہ قیصر وکسری کی اتباع ہے تو کیا حضرت حسن رضی اللہ عنہ اوران سے بیعت کرنے والوں نے قیصر وکسری کی سنت کو زندہ کیا؟ اور ﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ﴾ میں حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داود علیہ السلام کے خلیفہ کیوں بنے؟!

افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کو کیوں خلیفہ بنایا؟

دوسرا اشکال یہ ہے کرتے ہیں کہ یزید سے بہتر لوگ موجود تھے ان کو کیوں خلیفہ نہیں بنایا؟

جواب: علما نے اس کا جواب دیا ہے کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کچھ مصالح کی وجہ سے خلیفہ بن سکتا ہے۔ علامہ ماوردی "الأحكام السلطانية" میں لکھتے ہیں: "ولا يكون وجود الأفضل مانعًا من إمامة المفضول إذا لم يكن مقصِّرًا عن شروط الإمامة، كما يجوز في ولاية القضاء تقليد المفضول مع وجود الأفضل". (الأحكام السلطانية، تحت الباب الأول في عقد الإمامة، ص۲۷)

اور قاضی ابویعلی نے "الأحكام السلطانية" میں لکھا ہے: "ويجوز أن يعهد إلى من ينتسب إليه بأبوة أو بنوة إذا كان المعهود له على صفات الأئمة؛ لأن الإمامة لا تنعقد للمعهود إليه بنفس العهد، وإنما تنعقد بعهد المسلمين، والتهمة تنتفى عنه". (الأحكام السلطانية تحت فصول في الإمامة، ص۲۵)

ابن خلدون لکھتے ہیں: "وعدل عن الفاضل إلى المفضول حرصًا على الاتفاق واجتماع الأهواء الذي شأنه أهم عند الشارع...وحضور أكابر الصحابة لذلك وسكوتهم عنه (أي: استخلاف يزيد) دليل على انتفاء الريب فيه، فليسوا ممن يأخذهم في الحق هَوادَةٌ، وليس معاوية ممن تأخذه العزة في قبول الحق، فإنهم كلهم أجل من ذلك، وعدالتهم مانعة منه... ولم يبق في المخالفة لهذا العهد الذي اتفق عليه الجمهور إلا ابن الزبير، وندور المخالف معروف". (تاريخ ابن خلدون ۲۶۳/۱)

معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو فیصلہ حالات حاضرہ کے پیش نظر فرمایا تھا وہ فیصلہ ان کی نظر اور اکثریت کی رائے میں صحیح تھا؛ چونکہ یہ مسئلہ اجتہادی تھا اور اکثر حضرات کے نزدیک یہ طریقۂ کار صحیح تھا؛ البتہ حضرت عبد اللہ بن زبیر اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے نزدیک یہ طریقۂ کار مناسب نہیں تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں: "وكان رأي معاوية في الخلافة تقديم الفاضل في القوة والرأي

Darul Uloom Zakariyya South Africa

والمعرفة على الفاضل في السبق إلى الإسلام والدين والعبادة". (فتح الباري ۳۲٤/۷)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نظر میں یہ بات بھی اہم تھی کہ جو اہل شام سالہا سال سے وفاداری کے معیار پر پورے اترے ہیں اور حوصلہ شکن قتالوں میں بھی ان کا ساتھ نہیں چھوڑا وہ کسی غیر اموی شخص کو قبول نہیں کرتے۔ نیز بنوامیہ کی صلاحیت بھی مشہور و مسلم تھی؛ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے بنوامیہ مختلف مناصب پر مقرر چلے آرہے تھے؛ چنانچہ حضرت عثمان بن عفان، معاویہ بن ابی سفیان، یزید بن ابی سفیان، ابوسفیان بن حرب، عتاب بن اسید، ولید بن عقبہ، خالد بن سعید بن العاص، عمرو بن سعید بن العاص، اَبان بن سعید بن العاص، سعید بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہم شروع سے مختلف جگہوں اور مناصب کی نمائندگی سنبھالے ہوئے تھے۔ (کذا فی سیرت عثمان ذوالنورین، ص۲۲۲۰)

بنوامیہ کا سیاست پر چھا جانے کا تقاضا بھی یزید کا انتخاب تھا، جبکہ غزوہ قسطنطنیہ میں یزید کی صلاحیت اجاگر ہو چکی تھی اور ابن عمر، ابن عباس اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہما جیسے قدسی صفات حضرات ان کی ماتحتی میں رہے تھے، یہاں تک کہ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے یزید کو اپنی نماز جنازہ پڑھانے کی وصیت کی اور انھوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

البدایہ والنہایہ میں سنہ ۴۹ کے تحت مذکور ہے: "**وفيها (سنة ٤٩) غزا يزيد بن معاوية بلاد الروم حتى بلغ قسطنطينية، ومعه جماعات من سادات الصحابة، منهم ابن عمر، وابن عباس، وابن الزبير، وأبو أيوب الأنصاري،... وقد كان (الحسين بن علي) في الجيش الذي غزوا القسطنطينية مع ابن معاوية يزيد، في سنة إحدى وخمسين**". (البداية والنهاية ۳۲/۸، و ۱۵۱، تحت قصة الحسين وسبب خروجه بأهله)

حکیم محمود ظفر سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں: "صحیح اور درست بات یہ ہے کہ اُس زمانے میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس میں یزید سے زیادہ کاروبارِ حکومت چلانے کی اہلیت ہو؛ اس لیے کہ اس وقت صحابہ یا ان کی اولاد میں جتنے لوگ بھی موجود تھے ان میں سے ایسا کوئی بھی نہیں تھا جو کاروبارِ مملکت میں اتنا ماہر اور پختہ کار ہو، جتنے یزید بن معاویہ ماہر تھے۔ مورخین کے بیان کے مطابق متواتر سات سال تک بازنطینی حکومت کے خلاف بحری و بری سرگرمیوں میں آپ نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ کریم النفس، حلیم الطبع، انتظامی امور میں فکری اور ذہنی خوبیوں کے حامل، غرض کہ ایک حکومت کو چلانے کے لیے ایک شخص میں جس قدر خوبیاں اور صفات ہونی چاہئیں وہ سب یزید بن معاویہ میں موجود تھیں۔ خاندانی نجابت، ذہنی اور عملی شرافت آپ کی خاص صفات میں سے تھیں۔ آنکھ کھولی تو باپ کو شام جیسے سرحدی اور متمدن صوبے کا والی اور گورنر پایا۔ حافظ ابن کثیر اور علامہ ذہبی نے

متعدد صحابہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں سیادت اور قیادت کی صفات سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ تھیں؛ **عن العوام، عن جبلة ابن سحيم، عن ابن عمرو قال: "ما رأيتُ أحدًا أسودَ من معاوية. قال: قلتُ: ولا عمر؟ قال: كان عمرُ خيرًا منه، وكان معاويةُ أسود منه". ورواه أبو الحيري، عن العوام بن حوشب به. وقال: "ما رأيتُ أحدًا بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم أسودَ من معاوية، قيل: ولا أبو بكر؟ قال: كان أبو بكر وعمر وعثمان خيرًا منه، وهو أسود". وروي من طُرُقٍ عن ابن عمر مثله".** (البداية والنهاية ۸/۱۳۵. تاريخ الإسلام ۲/۵٤۰)

باپ نے حسن تربیت سے وہ ساری خوبیاں بیٹے میں پیدا کیں؛ لیکن اور صحابہ اور ان کے صاحبزادے جو اس زمانے میں موجود تھے، ان میں سیادت اور قیادت کی اس قدر خوبیاں جمع نہیں تھیں۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ یزید حکومت کا اہل ہے۔ اس کی ایک وجہ تو والد کی اپنے بیٹے سے شدید محبت تھی، دوسری وجہ وہ دنیوی شرافت تھی جو انھیں اس کے اندر نظر آ رہی تھی، بالخصوص امرا وسلاطین کی اولاد کی وہ خصوصیات جو ان کو فنونِ حرب، ملکی انتظام اور اس کی شان وشکوت کو قائم رکھنے سے متعلق معلومات کے سلسلے میں حاصل ہوتی ہیں؛ چنانچہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ ان خصوصیات کے لحاظ سے صحابہ کی اولاد میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو اس کی جگہ لے سکے۔

"لما مات الحسن قوي أمر يزيد عند معاوية، ورأى أنه لذلك أهلا، وذاك من شدة محبة الوالد لولده، ولِما كان يتوسَّم فيه من النَّجابة الدنيوية، وسِيَّما أولاد الملوك ومعرفتهم بالحروب، وترتيب الملك والقيام بأبهته، وكان ظن أن لا يقوم أحد من أبناء الصحابة في هذا المعنى". (البداية والنهاية ۸/۸۰)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے یزید کو ولیعہد نامزد کرنے کی دو وجوہات لکھی ہیں۔ ان میں اصل وجہ دوسری تھی؛ چنانچہ آپ چند سطروں بعد لکھتے ہیں: **"ورُوِّينا عن معاوية قال يومًا في خطبته: اللّهم إنْ كنتَ تعلم أني وليتُه لأنه فيما أراه أهلٌ لذلك فأتمِمْ له ما وليته، وإنْ كنتُ وَلَّيتُه لأني أحبه فلا تُتمِم له ما وليتُه".** (البداية والنهاية ۸/۸۰)

حکومت کے لیے زہد واتقاء کی اتنی ضرورت نہیں (اگرچہ خلیفۂ وقت میں زہد واتقاء کا پایا جانا بھی ضروری ہے) جتنی انتظامی امور میں صالحیت اور عزم وشجاعت، دانائی وحکمت کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اگرچہ امت میں سیدنا عمر الفاروق سے زیادہ زاہدان شب زندہ دار، صائم الدہر اور سنت نبوی کے متبع موجود تھے، لیکن کاروبار حکومت چلانے کے لیے جو خوبیاں اللہ رب العزت نے ان میں ودیعت فرمائی تھیں، وہ نہ تو ابوذر غفاری

Darul Uloom Zakariyya South Africa

جیسے زاہد شب زندہ دار میں تھیں اور نہ ابن عمر جیسے متبع سنت میں، نہ ابن عباس جیسے ترجمان القرآن میں اور نہ قرآن کو بہترین انداز میں پڑھنے والے ابی بن کعب میں، نہ ابوعبیدہ بن الجراح جیسے ''امین الامۃ'' میں اور نہ خالد بن ولید جیسے ''سیف من سیوف اللہ'' میں تھیں۔ کاروبار حکومت میں ''اشد فی امر اللہ'' کی ضرورت ہے۔ خود سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آپ سے زیادہ افضل صحابہ موجود تھے؛ لیکن کاروبار حکومت چلانے کے لیے جن صفات کی ضرورت تھی وہ اور کسی میں نہیں تھی، یہی وجہ تھی کہ جب سیدنا حسن نے کاروبار حکومت ان کے سپرد کیا تو تمام صحابہ نے - جن میں عشرہ مبشرہ کے لوگ بھی شامل تھے اور بیعت عقبہ اور بیعت رضوان کے سند یافتہ بھی - بے چون و چرا بیعت فرمالی اور کسی نے ان پر معمولی سا اعتراض بھی نہ کیا۔ خود سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی اس حیثیت کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا، بلکہ دوسرے لفظوں میں آپ نے خلیفہ کی صفات ضروریہ کا اظہار فرمایا، آپ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

''يا أيها الناس! ما أنا بخيركم، وإنَّ منكم لمن هو خير مني عبد الله بن عمر، وعبد الله بن عمرو، وغيرهما من الأفاضل، ولكن عسى أن أكون أنفعكم وِلاية، وأنكاكم في عدوِّكم، وأدرَّكم حَلبًا''. (البداية والنهاية ۸/۱۳٤)

معلوم ہوا کہ حکومت چلانے کے لیے الگ صفات ہیں جو بعض دفعہ بڑے بڑے صاحب تقوی بزرگوں میں بھی نہیں پائی جاتیں۔ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا زہد وتقوی میں کس قدر بلند مقام ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوذر غفاری میں عیسی ابن مریم جیسا زہد ہے۔ (اسد الغابۃ ۸/۱۸۷) اور آپ کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ابوذر کا علم عبداللہ بن مسعود کے برابر ہے''۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۵) لیکن اس کے ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''ابوذر! اگر دو آدمیوں پر بھی تمہیں امیر مقرر کیا جائے تو اسے قبول نہ کرنا''۔ (مسند احمد، رقم: ۲۱۵۷۴)

اس ساری بحث کا ماحصل یہ ہے کہ یزید اگر چہ زہد وتقوی میں سیدنا عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو، سیدنا حسین بن علی اور سیدنا عبداللہ بن عباس وغیرہم سے کم تھا، لیکن حکمرانی اور جہانبانی کے کمالات اس میں دوسروں کے مقابلہ میں شاید زیادہ ہی تھے؛ کیونکہ بچپن ہی سے امارت اور قیادت کے سائے میں تربیت حاصل کی ہوئی تھی اور کئی سال تک تجرباتی میدان میں بھی سرگرم عمل رہے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جب ولی عہدی کے لیے ان کا نام تجویز کیا گیا تو سوائے چند صحابہ کے سب نے بلا اختلاف اس کو قبول کرلیا۔ صحابہ کی کثیر تعداد نے جو حجاز، شام، بصرہ اور کوفہ میں تھی نہ از خود یزید کے خلاف خروج کیا اور نہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر جنگ کی؛ بلکہ خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی لشکر لے کر جنگ کے لیے نہیں گئے تھے؛ حالانکہ اس زمانہ میں اور صحابہ کو چھوڑ کر خود اہل بیت

Darul Uloom Zakariya South Africa

نبوت کے گھر کے کئی لوگ ایسے تھے جنھوں نے اپنی آنکھوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کی زیارت کی تھی؛ لیکن سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا کسی نے ساتھ نہ دیا، نہ ہی آپ کے چچا عبداللہ بن عباس نے اور نہ ہی آپ کے بھائی محمد بن الحنفیہ نے اور نہ ہی دیگر دس بھائیوں نے؛ چنانچہ اتمام الوفاء فی سیرۃ الخلفاء میں لکھا ہے:

"وقد كان في ذلك العصر كثير من الصحابة بالحجاز، والشام، والبصرة، والكوفة، ومصر، وكلهم لم يخرج على يزيد، ولا وحده، ولا مع الحسين". (إتمام الوفاء في سيرة الخلفاء، ص ۱۲. مزید دیکھئے: "سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ شخصیت اور کردار"۔ حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی ۲/۱۹۶-۱۹۹)

استخلاف یزید پر ہونے والے بعض دوسرے اشکالات:

جن روایات میں یہ آیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زر کثیر خرچ کر کے طمع ولالچ دلا کر یزید کی بیعت کا راستہ ہموار کیا۔ ان روایات کی مولانا نافع صاحب نے سیرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، ص ۶۴۳ پر تردید وتضعیف فرمائی ہے کہ ان کی سند میں مؤمل بن اسماعیل جیسے منکر الحدیث راوی پائے جاتے ہیں۔ نیز اس طرح کی دیگر روایات کی تردید بھی وہاں دیکھ لی جائے۔ بیعت یزید کا مسئلہ سیرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے صفحہ ۳۹۸ تا ۴۰۲ پر تحریر کیا گیا ہے۔

مختصر یہ کہ مسئلہ بیعت یزید میں اگرچہ بعض حضرات نے اختلاف رائے ظاہر کیا تھا؛ لیکن بعد میں حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس اور محمد بن حنفیہ وغیرہ رضی اللہ عنہم نے ان کی بیعت تسلیم کر لی تھی اور سیدنا حسین بن علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے مجمع عام میں رسمی بیعت کا وعدہ فرمایا؛ لیکن بچند وجوہ بیعت لینے کا انتظام نہ ہو سکا اور آپ مکۃ المکرّمہ تشریف لے گئے؛ البتہ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ اپنے نظریاتی اختلاف پر قائم رہے؛ لیکن اس دور کے باقی اکابر صحابۂ کرام، تابعین اور دیگر لوگوں نے عموماً مسئلہ بیعت کو تسلیم کر لیا۔

مختصر واقعۂ کربلا:

ایک بات بطور تمہید عرض کرنا مناسب ہے کہ یہودیت کو چھوڑ کر بظاہر مسلمان ہونے والا عبداللہ بن سبا اور اس کے ہم پیالہ وہم نوالہ روافض حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور بنو امیہ کے مخالف تو تھے ہی، لیکن در پردہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خانوادہ حضرت علی کے بھی مخالف تھے۔ عبداللہ بن سبا یمن کا رہنے والا یہودی تھا، اسلام اور اہل اسلام کو برباد کرنے کے لیے بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھا اور فسادی مشن شروع کیا۔ آج کل بعض روافض اس کو ایک افسانوی شخصیت قرار دے رہے ہیں؛ لیکن محققین اور متخصصین شیعوں اور اہل سنت نے اس کا یہودی سے مسلمان ہونا لکھا ہے۔ ابو جعفر طوسی نے "رجال کشی" (۲/۲۰) میں اور حسین بن حمدان خصیبی نے "الہدایۃ الکبری" (۱/۱۳۹) میں اور ابن ابی الحدید نے "شرح نہج البلاغۃ" (۵/۶) میں اس کی واقعی شخصیت کو مان لیا ہے۔ اسی طرح "مقالات

Darul Uloom Zakariyya South Africa

الاسلامیین للأشعری (۱/۸۵-۸۶) میں اور ''التبصیر فی الدین'' للإسفرائینی (ص۷۱-۷۲) میں اور ''الملل والنحل'' للشہرستانی (۱۵۲/۱) میں اس کی واقعی شخصیت کی تعیین کی گئی ہے۔ دکتور مجید خلف نے بھی علامہ محمود الآلوسی کی کتاب ''نہج السلامۃ'' (ص۴۷-۴۸) کی تعلیق میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور اسی طرح دوسری کتب میں بھی اس کا ذکر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جزیرۃ العرب میں یہود کے آخری مرکز خیبر کو تہہ وبالا کر دیا تھا اور ان کی کمر میں آخری کیل ٹھونک دی تھی، جس کا زخم وہ آج تک چاٹ رہے ہیں؛ اسی لیے جب یہود اور فلسطینیوں میں جھگڑے کی حالت ہو تو فلسطینی یہ نعرہ لگاتے ہیں: '' **خيبر خيبر يا يهود، سوف يعود سوف يعود** ''.

واقعۂ خیبر کے بعد رافضی نما یہودی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کیسے دوست بن سکتے ہیں!؛ چنانچہ سب سے پہلے سبائیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی؛ اگر چہ وہ اس کے لائق تھے؛ لیکن سبائی اپنا مقصد ہاتھ میں لئے ہوئے تھے۔ اس کے بعد جنگ جمل وجنگ صفین میں ان کو مسلمانوں سے لڑایا اور مسلمانوں کی فتوحات کے منہ میں لگام لگا دی۔ اس کے بعد جب حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما میں صلح کی بات چیت چلی تو سبائی آپے سے باہر ہو گئے اور انھوں نے دل میں یہ سوچا کہ اگر اسلام کے یہ دونوں جرنیل متحد ہو گئے تو ہمارے منصوبوں کا کیا بنے گا! اس لیے تین آدمیوں کو تین شخصیات کے قتل کے لیے بھیجا، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے قتل کے لیے عمرو بن بکر گیا؛ لیکن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بچ گئے۔ برک بن عبداللہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قتل کے لیے گیا، ان کو بھی اللہ تعالی نے بچایا۔ عبدالرحمٰن بن ملجم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل کے لیے گیا، جس میں وہ کامیاب ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ شہادت کی خلعت سے سرفراز ہوئے۔ اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان کے جانشین بنے اور شیعوں کی کتاب کشف الغمۃ فی معرفۃ الأئمۃ (۵۳۱/۱) میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنا جانشین بنایا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے روافض کے غلط منصوبوں کا اچھی طرح ادراک کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ عالم اسلام کی سربلندی کا راز اتفاق میں ہے؛ لہٰذا وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح پر آمادہ ہوئے۔ اس صلح کا تفصیلی ذکر صحیح البخاری، کتاب الصلح، (رقم: ۲۷۴۰) میں موجود ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کچھ شرائط کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح فرمائی اور جب شیعوں نے ان کو ملامت کیا تو آپ نے فرمایا: تمھارے لیے ہلاکت ہو۔ یہ صلح میرے نزدیک دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ (احتجاج طبرسی ۱۰/۲) اور یہ بھی فرمایا: اے کوفہ کے لوگو! تین وجوہات سے میں نے تمھارا ساتھ چھوڑ دیا: ۱-تم نے میرے والد حضرت علی کو شہید کیا۔ ۲-تم نے میرے خیمے پر حملہ کر کے میرے سامان کو لوٹ لیا۔ ۳-تم نے مجھے نیزہ مارا۔ میں نے حضرت معاویہ سے بیعت کر لی ہے،

Darul Uloom Zakariyya South Africa

اب تم پر ان کے فرامین کا ماننا لازم ہے۔ (مروج الذہب للمسعودی ۲/۴۳۱)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے اخلاص وقربانی اور امت کے درد وغم میں ڈوبے رہنے کی وجہ سے مسلمان متفق ہو گئے اور یہ سال عام الجماعۃ کہلایا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ امت کے متفقہ امیر بن گئے اور فتوحات کا سلسلہ پھر رواں دواں ہوا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ۶۴ لاکھ ۵۵ ہزار مربع میل زمین پر حکومت کرنے لگے۔ پھر جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بوڑھے ہو گئے تو اپنی زندگی میں خلافت کے مسئلے کو حل کیا۔ اختلافات اور شریروں کے شر سے بچنے کی خاطر یزید کو ولیعہد مقرر کیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: مجھے خوف ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ امت محمدیہ ان بھیڑ بکریوں کی طرح رہ جائے جن کا کوئی چرواہا نہ ہو۔ (البدایۃ والنہایۃ ۸/۸۰)

حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما یزید کی ولیعہدی کو پسند نہیں کرتے تھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں ایک تابعی کو آگے بڑھانا ان کے نزدیک معقول نہیں تھا۔ نیز ان حضرات کو یہ اندیشہ تھا کہ کہیں یہ اصول نہ بن جائے کہ ہر خلیفہ کے بعد اس کے بیٹے ہی کو خلیفہ بنایا جانے لگے؛ لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس انتخاب کو حالات اور یزید کی صلاحیت وسیاست پر عبور رکھنے کی وجہ سے اجتماعیت کو قائم رکھنے کے لیے درست سمجھتے تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ زہر خورانی کے نتیجے میں واصل بحق ہوئے اور ۵۶ھ سے ۶۰ھ تک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ امیر المومنین اور یزید ولیعہد رہے۔ اور ۶۰ھ سے ۶۴ھ تک یزید امیر المؤمنین رہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید سے بیعت نہیں فرمائی۔ بیعت نہ فرمانا یا اس لیے تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں ایک تابعی کیوں خلیفہ بنے، یا اس لیے کہ وہ اپنے آپ کو اس منصب کے لیے اہل اور زیادہ مستحق سمجھتے تھے، یا یہ کہ باپ کے بعد بیٹے کو خلیفہ نامزد کرنے کو ناپسند کرتے تھے؛ وجہ جو بھی ہو؛ لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حیات میں بیعت نہیں فرمائی؛ البتہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب یزید خلیفہ بنے تو آپ نے فرمایا تھا کہ کل مجمع عام میں بیعت کرلوں گا؛ لیکن اس پر عمل نہ ہو سکا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں موجود تھے۔ یزید نے جب خلافت کی باگ ڈور سنبھالی تو مدینہ کے گورنر ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو خط بھیجا کہ اہل مدینہ سے عموماً اور اشرافِ قریش خصوصاً حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے میرے لیے بیعت لیں اور ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کریں۔ گورنر نے اسی رات حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بیعت لینے کا پیغام بھیجا کہ یزید کو آپ کی بیعت مطلوب ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بیعت پر رضامندی ظاہر کی؛ البتہ آپ نے فرمایا کہ میں انفرادی بیعت نہیں کروں گا؛ بلکہ عام مجمع میں سب کے سامنے بیعت کروں گا۔ اور اگلے دن وعدے کے مطابق حضرت حسین رضی اللہ عنہ مدینہ میں موجود

Darul Uloom Zakariyya South Africa

رہے۔ حکام اگلے دن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں مشغول رہے؛ یہاں تک کہ شام ہوگئی، پھر شام کو انھوں نے بعض لوگوں کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تو آپ نے فرمایا صبح ہو جائے پھر دیکھیں گے؛ چنانچہ یہ لوگ واپس ہوگئے، پھر آپ اسی رات اپنے خاندان کے ساتھ سوائے ابن حنفیہ کے مکہ چلے گئے۔

"ودعاه إلى البيعة، فقال حسين:...أما ما سألتني من البيعة فإنَّ مثلي لا يعطي بيعته سرًّا ... فإذا خرجت إلى الناس فدعوتهم إلى البيعة دعوتنا مع الناس، فكان أمرًا واحدًا،... فتشاغلوا عن حسين بطلب عبد الله يومهم ذلك حتى أمسوا، ثم بعث الرجال إلى حسين عند المساء فقال: أصبحوا ثم ترون ونرى، فكفوا عنه تلك الليلة، ولم يُلِحُّوا عليه، فخرج حسين من تحت ليلته، وإنه خرج ببنيه وإخوته وبني أخيه وجل أهل بيته، إلا محمد بن الحنفية". (تاريخ الطبري ٥/٣٩٩-٣٤١)

اس وقت محمد بن حنفیہ اور دیگر حضرات نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کے سفر سے منع فرمایا؛ لیکن آپ مکہ جانے کا عزم کر چکے تھے۔ (تاريخ الطبري ٥/٣٤١)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس موقع پر حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے مکہ مکرمہ کے سفر کو ناپسند کیا اور فرمایا: **"اتقيا الله ولا تفرِّقا جماعة المسلمين".** (البداية والنهاية ٨/١٤٨)

کچھ مدت حضرت حسین رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں رہے، پھر کوفہ کے روافض نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بہت سارے خطوط لکھے کہ آپ کوفہ آجائیں آپ ہمارے امام ہوں گے اور ہم آپ کے مقتدی، آپ متبوع ہوں گے اور ہم تابعدار۔ ایک لاکھ سے اوپر جانباز آپ کی آمد کے لیے دیدہ و دل فرش راہ کیے ہوئے ہیں۔ **"فقال الحسين: يا عقبة بن سمعان، أخرج الخرجين اللَّذين فيهما كتبهم إليَّ، فأخرج خرجين مملوئين صحفًا، فنشرها بين أيديهم".** (تاريخ الطبري ٥/٤٠٢) اے عقبہ وہ دو بوریاں جو خطوط سے بھری ہوئی ہیں نکال دو، جن میں اہل کوفہ کے خطوط ہیں، تو انھوں نے نکال کر پھیلا دیا۔

بظاہر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان خطوط کی طرف کوئی التفات نہیں فرمایا، پھر سبائی کوفیوں نے ساٹھ (۶۰) آدمیوں کا وفد مکہ مکرمہ بھیجا؛ تاکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی طرف کوچ کرنے پر تیار کرے۔ اور یہ سبز باغ ان کو دکھایا گیا کہ آپ کے آنے سے سب مسائل حل ہو جائیں گے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ تشریف آوری سے پہلے اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا، کوفیوں نے ان کا پرتپاک استقبال کیا، جس پر مسلم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی کہ آپ تشریف لائیں۔ پھر حضرت مسلم شہید کیے گئے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے خاندان

Darul Uloom Zakariyya South Africa

کے افراد، بچوں اور خواتین کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہوئے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو وہاں جانے سے ابن عباس، محمد بن الحنفیہ، ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام، فرزدق، عبداللہ بن جعفر اور عبداللہ بن مطیع العدوی وغیرہ نے منع فرمایا۔ اس کی تفصیل اباطیل یجب أن تمحی من التاریخ، تالیف الدکتور إبراہیم علی شعوط از صفحہ ۲۴۱ تا ۲۴۳ میں پڑھ لیجئے۔

لیکن انھوں نے نہیں مانا۔ حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا نے خط لکھا: "**وكتبت إليه عمرة بنت عبد الرحمن تعظم عليه ما يريد أن يصنع وتأمره بالطاعة ولزوم الجماعة**". (البداية والنهاية ۱۶۳/۸) ابن عمر نے رضی اللہ عنہ کہا: "**إنا قد بايعنا هذا الرجل على بيع الله ورسوله**". (البداية والنهاية ۲۳۲/۸) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا: "**إن أهل العراق قوم مناكير، وقد قتلوا أباك، وضربوا أخاك، وفعلوا، وفعلوا**". (تاريخ دمشق لابن عساكر ۲۰۱/۱۴). حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "**لولا أن يُزرُوا بي وبك لشَبَّثْتُ يدي في شعرك، إلى أين تخرج؟ إلى قوم قتلوا أباك وطعنوا أخاك؟!**". (مصنف ابن أبي شيبة، رقم: ۳۸۱۹) اسی طرح عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا: "**أتخرج إلى قوم قتلوا أباك وأخرجوا أخاك؟!**". (البداية والنهاية ۱۶۱/۸). ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث نے کہا: "**قد رأيتَ ما صنع أهل العراق بأبيك وأخيك، وأنت تريد أن تسير إليهم، وهم عبيد الدنيا، فيقاتلك من قد وعدك أن ينصرك، ويخذلك من أنت أحبُّ إليه ممن ينصره، فأذكِّرك اللّٰهَ في نفسك**". (تاريخ دمشق لابن عساكر ۲۰۹/۱۴) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: "**غلبني الحسين على الخروج. وقلت له: اتق الله في نفسك والزمم بيتك ولا تخرج على إمامك**". (البداية والنهاية ۱۶۳/۸)

علامہ ذہبی نے لکھا ہے: "**وهكذا كان رأي ابن عمر وأبي سعيد وابن عباس وجابر وجماعة سواهم، وكلموه في ذلك كما تقدم في مصرعه**". (تاريخ الإسلام ۶۰-۸۰ھ/۱۰۶)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے جعفر، عباس، ابوبکر، محمد، عثمان۔ حضرت حسین کی اولاد میں سے علی اکبر، علی اصغر، عبداللہ۔ حضرت حسن کی اولاد میں سے عبداللہ، قاسم، ابوبکر۔ عقیل کی اولاد میں سے جعفر، عبداللہ، عبدالرحمٰن۔ مسلم بن عقیل کی اولاد میں سے عبداللہ بن مسلم بن عقیل۔ اور عبداللہ بن جعفر کی اولاد میں سے عوف اور محمد موجود تھے۔ واقعہ کربلا میں یہ سب کے سب ۱۸/افراد شہید ہوئے۔ کذا فی حقبۃ من التاریخ لعثمان الخمیس، ص ۱۳۵، ط: دارالأیمان، اسکندریہ۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کے اسباب:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کے بارے میں تین اسباب ذکر کئے گئے ہیں:

Darul Uloom Zakariyya South Africa

(۱) یزیدی فوج سے لڑنے اور جہاد کرنے کے لیے گئے تھے۔

(۲) طلب خلافت کے لیے تشریف لے گئے تھے۔

(۳) ان کے خروج کا مقصد ان ناراض باغی کوفیوں کو سمجھانا تھا جو خلافتِ اسلامیہ کی اینٹ سے اینٹ بجانا چاہتے تھے۔ اس طرح کہ اگر تم مجھے مقتدیٰ اور امام سمجھتے ہو تو پھر چلو یزید کی خلافت کو مضبوط کرلو اور فتنہ وفساد چھوڑ دو؛ لیکن راستہ میں ان کو معلوم ہوا کہ تیسری صورت اختیار کرنے پر کوفی ان کے قتل کے درپے ہیں، اور انھوں نے بار بار اس خدشے کو ظاہر کیا اور وہی ہوا جس کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خدشہ اور خطرہ تھا۔

پہلا قول کہ ''حضرت حسین رضی اللہ عنہ جہاد کے لیے جارہے تھے'' درج ذیل وجوہات کی روشنی میں درست نہیں:

۱- جن صحابہ نے ان کو کوفہ جانے سے منع کیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ نہیں فرمایا کہ میں جہاد کے لیے جارہا ہوں؛ بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یزید کو خط میں لکھا کہ وہ جس مقصد کے لیے جارہے ہیں اس میں آپ کے لیے کوئی نقصان نہیں؛ ''**فكتب إليه عبد الله بن عباس: إني أرجو أن لا يكون خروج الحسين لأمر تكرهه. ولست أدع النصيحة له فيما يجمع اللّٰهُ به الألفةَ وتُطفَى به النائرةُ**''. (الطبقات الكبرى لابن سعد ۱/ ٤٥٠. تاريخ دمشق لابن عساكر ١٤/ ٢١٠. البداية والنهاية ٨/ ١٦٤. تهذيب الكمال ٦/ ٤٢٠)

نیز جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عمر بن سعد سے فرمایا کہ تین باتوں میں سے ایک قبول کیجئے: مدینہ واپسی، ترکستان کی طرف سفر، یا امیر المؤمنین یزید کے ہاتھ پر بیعت۔ اور یہ بات عمر بن سعد نے عبید اللہ بن زیاد کو لکھی تو ابن زیاد نے کہا: ''**هٰذا كتاب رجل ناصِح لأميره، مشفق على قومه، نعم قد قبلت**''. (تاريخ الطبري ٥/ ٤١٤. تاريخ دمشق لابن عساكر ٤٥/ ٥١) اور تاریخ طبری میں شام کی طرف حضرت حسین کا جانا بھی طبری نے ذکر کیا ''**فانطلق يسير نحو طريق الشام**''. (تاريخ الطبري ٥/ ٣٩٢، وإسناده صحيح)

ان قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جہاد کے لیے نہیں گئے۔

۲- اگر جہاد کے لیے جاتے تو پھر یزید کے پاس جانے یا کسی سرحد پر جانے کی خواہش ظاہر نہ کرتے؛ بلکہ یزید کے ناقدین کے بقول یزید کے فسق وفجور کو بیان کرکے ان سے جہاد کا عزم مصمم کرتے۔

۳- حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنی فیملی، بچوں اور اہل خانہ کے ساتھ گئے تھے، معلوم ہوا کہ جہاد کے لیے نہیں گئے تھے۔ جہاد میں لوگ چھوٹے چھوٹے بچوں کو نہیں لے جاتے۔ اور جب مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر سنی تو واپسی کا ارادہ کیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ جہاد کے لیے نہیں جارہے تھے، اسی لیے واپسی کا اردہ کیا؛ لیکن بوجوہ واپس نہیں ہوئے۔ نیز یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کے ارادے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جہاد کے لیے نہیں گئے۔

۴- حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنے والد اور بھائی کو راہِ قتال چھوڑنے کا مشورہ دیتے تھے اور خود بھی حضرت

Darul Uloom Zakariya South Africa

حسن رضی اللہ عنہ نے راہِ قتال کو ترک کر کے صلح کی شاہراہ اپنالی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ضرور اپنے بھائی کا مشورہ قبول کیا ہوگا اور صلح جوئی کی لائن پر چلے ہوں گے۔

علامہ ابن تیمیہ منہاج السنہ میں لکھتے ہیں: "**وكذلك الحسن كان دائمًا يشير على أبيه وأخيه بترك القتال، ولما صار الأمر إليه ترك القتال وأصلح الله به بين الطائفتين المُقتتلَتين. وعليٌّ رضي الله عنه في آخر الأمر تبين له أن المصلحة في ترك القتال أعظم منها في فعله**". (منهاج السنة ٤/٥٣٥)

۵- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے جو امن وامان قائم ہوا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بعید ہے کہ اس امن وامان کو سبوتاژ کر کے پھر سے امت کو خون کی ندیوں میں نہلا دیں اور اپنے بھائی کی عظیم قربانیوں پر پانی پھیر دیں۔ (حادثہ کربلا، ص۵۲-۵۶ سے ماخوذ ہے)

دوسرا سبب:

دوسرا سبب جس کو مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی نے اختیار فرمایا کہ وہ طلب خلافت کے لیے گئے تھے۔ ان کی رائے ہے کہ قرائن وشواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بمعہ اہل وعیال کوفہ تشریف لے جانا طلبِ خلافت کے لیے تھا اور یہ داعیہ شیعہ اہل کوفہ کے پیہم اصرار کے نتیجے میں پیدا ہوا تھا۔ اور وہ اپنے آپ کو اس کا اہل سمجھتے تھے اور بالمقابل کو خلافت کا زیادہ اہل نہیں سمجھتے تھے۔ تاریخ کے اوراق پلٹنے سے پتا چلتا ہے کہ بلانے والوں نے ان کو بیعتِ خلافت کے لیے بلایا تھا؛ لیکن بلانے والے دشمن ثابت ہوئے۔ اور خلافت کی نیت سے سفر کرنا اور اپنے آپ کو خلافت کا اہل سمجھنا کوئی حرام کام نہیں۔

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی رحمہ اللہ نے اس مضمون کو مفصل تحریر فرمایا ہے، ہم اس کا خلاصہ ناظرین کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے متعدد ان صحابہ کرام کے نام گنوائے ہیں جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کا مقصد مباح طلبِ خلافت کو قرار دے رہے ہیں۔ اصل مضمون "تبصرہ بر شہید کربلا ویزید" صفحہ ۱۳ سے صفحہ ۱۹ تک پھیلا ہوا ہے۔ انھوں نے سب سے پہلے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا نام لیا کہ انھوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو نصیحت فرمائی: "**لا تخرج فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم خيَّره الله بين الدنيا والآخرة فاختار الآخرة، وإنك بضعة منه ولا تنالها، يعني الدنيا**". (البداية والنهاية ١٦٣/٨. وقال الهيثمي: رواه البزار والطبراني في الأوسط، ورجال البزار ثقات. (مجمع الزوائد ١٩٢/٩)

آپ یہاں سے نہ نکلیں؛ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے دنیا اور آخرت میں اختیار دیا تو آپ نے آخرت کو ترجیح دی۔ آپ ان کے ٹکڑے ہیں، آپ خلافت کو نہ پائیں گے۔

Darul Uloom Zakariyya South Africa

ابن عمر کی اس نصیحت میں دنیا سے مراد طلبِ امارت ہے۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص نے یہ الفاظ فرمائے ہیں: "**عجَّل حسين قدره، واللّٰه لو أدركته ما تركته يخرج إلا أن يغلبني، ببني هاشم فُتح هذا الأمر، وبِبَني هاشم يختم، فإذا رأيت الهاشمي قد ملك فقد ذهب الزمان**". (البداية والنهاية ۸/۱۶۰)

حضرت حسین نے امر مقدر میں جلدی کی، اگر وہ مجھے ملتے تو میں ان کو نہیں نکلنے دیتا اِلّا یہ کہ وہ مجھ پر غالب ہو جاتے۔ اس خلافت کی ابتدا بھی بنی ہاشم سے تھی اور انہی پر اس کا خاتمہ ہوگا۔ جب تم ہاشمی کو خلیفہ دیکھو تو یہ سمجھ لینا کہ دنیا ختم ہونے والی ہے۔

اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ کی نصیحت کا اردو ترجمہ مولانا اعظمی نے نقل فرمایا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اہل کوفہ نے اپنے حاکم کو ختم کر دیا ہے اور اپنے دشمنوں کو ملک بدر کر دیا ہے اور شہروں پر قابض ہو چکے ہیں تو آپ ان کا بلاوا ضرور قبول کیجئے، اور اگر ان کا حاکم زندہ اور شہروں پر قابض ہے تو پھر یہ خونریزی کی دعوت ہے۔ (البداية والنهاية ۸/۱۵۹)

بہر حال میرا مقصد یہ ہے کہ ایسا سمجھنا یا کہنا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ طلبِ خلافت کے لیے کوفہ روانہ ہوئے تھے، عقائد اہل سنت کے خلاف نہیں ہے؛ بلکہ حافظ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں یہ عنوان قائم کیا ہے: "**قصة الحسين بن علي بن أبي طالب رضي اللّٰه عنهما وسبب خروجه بأهله من مكة إلى العراق في طلب الإمارة وكيفية مقتله رضي اللّٰه عنه**". (البداية والنهاية ۸/۱۴۹)

دوسری جگہ مولانا اعظمی لکھتے ہیں: اس طویل گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ اس وقت تک یزید کے فسق کی کوئی تاریخی شہادت نہیں ملتی، نہ اس کی شہادت ملتی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس کے فسق کے خلاف علم جہاد بلند کرنے کے لیے نکلے تھے؛ بلکہ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ وہ اپنے کو یزید سے افضل اور اس سے زیادہ اپنے کو مستحق خلافت سمجھتے تھے، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جہاں تک علم و فضل، شرف صحبت، علاقۂ ابنیت رسول اور تقوی وطہارت کا تعلق ہے یزید آپ کی جوتیوں کے تسمہ کے برابر نہیں تھا۔ (تبصرہ بر شہید کربلا، ص ۴۱-۴۲)

تیسرا سبب:

تیسرا سبب جس کو شیخ سنابلی نے "حادثہ کربلا اور سبائی سازش" میں اور "سانحہ کربلا" میں مبشر نذیر صاحب اور بعض دیگر حضرات نے اختیار کیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نہ طلبِ خلافت کے لیے گئے تھے اور نہ جہاد وقتال کے لیے تشریف لے گئے تھے؛ بلکہ ناراض کوفیوں کو سمجھانے اور ان کے شر کو دفع کرنے اور خلافت کو افراتفری اور اضطراب کے شعلوں سے بچانے کے لے جا رہے تھے کہ جب میں بیعت کر لوں گا تو مجھے مقتدیٰ بنانے والے خود

Darul Uloom Zakariyya South Africa

بخود بیعت کرلیں گے؛ لیکن راستہ میں ان کو پتا چل گیا کہ یہ مرحلہ سر کرنا آسان نہیں؛ بلکہ یہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھنے کے مترادف ہے اور اسی تگ ودو میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد فرمائی۔ اور جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو طالبِ خلافت فرمایا، یہ ان کا اپنا اجتہاد تھا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ پر تو بعد میں یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا مشن یزید کی خلافت کا تعاون ہے مخالفت نہیں۔ یہ حوالہ بھی گزر چکا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت سے انکار نہیں کیا تھا؛ بلکہ کھلے مجمع میں بیعت کرنے کو کہا تھا۔ یہ بھی گزر چکا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یزید کو خط میں لکھا کہ حسین آپ کے ناپسندیدہ مقصد کے لیے نہیں جا رہے ہیں۔ یہ حوالے بھی قارئین پر پوشیدہ نہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کی بات بار بار دھرائی۔ اور خوارزمی شیعی کے یہ الفاظ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقصد کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کر رہے ہیں: حضرت حسین نے فرمایا: ”**وإني لم أخرج أشرا ولا بطرا ولا مفسدا ولا ظالمًا، وإنما خرجت لطلب الإصلاح في أمة جدي، أريد أن آمر بالمعروف وأنهى عن المنكر**“. (مقتل الحسين للخوارزمي ۱۸۹/۱. وانظر: العوالم للبحراني ۳۲۹/۱. ومعالم المدرستين لمرتضى العسكري ۷۷/۳. ومكاتيب الرسول لعلي الأحمدي الميانجي ۱۵۴/۲. ومجالس المؤمنين للكاظم البهادلي، ص ۷۷) میرا نکلنا مستی اور تکبر کے لیے نہیں اور نہ میں مفسد اور ظالم بن کر نکلا ہوں، میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اصلاح اور بھلائی کے حکم اور برائی سے منع کرنے کے لیے نکلا ہوں۔ اور انساب الأشراف للبلاذری میں ہے: ”**فناشدهم الحسين أن يسيروه إلى يزيد فيضع يده في يده**“ (أنساب الأشراف ۱۷۳/۳، وإسناده صحيح) لیکن سبائی پارٹی اس منصوبے کو کب برداشت کرسکتی تھی، لہٰذا حسینی قافلہ پر حملہ کرکے ان کو خاک وخون میں تڑپا دیا۔

قاتلینِ حسین اُس زمانے میں قریب وبعید سب کو معلوم تھے کہ کون ہیں، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ منورہ میں فرمایا: **عن شهر بن حوشب قال: سمعت أم سلمة تقول حين جاء نعي الحسين بن علي: لعنت أهل العراق وقالت: قتلوه قتلهم الله، غرُّوه وأذلُّوه**“. (فضائل الصحابة للإمام أحمد، رقم: ۱۳۹۲. ومسند أحمد، رقم: ۲۶۵۵۰. وإسناده حسن)

حضرت ام سلمہ نے حضرت حسین کی شہادت کی خبر سن کر اہل عراق پر لعنت بھیجی کہ اللہ تعالی ان پر لعنت کرے، دھوکہ دے کر حضرت حسین کو بلایا، پھر ذلیل کیا اور شہید کر دیا۔

جب قافلہ ثعلبیہ پہنچ گیا تو ان کو مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے واپسی کا ارادہ کیا؛ لیکن مسلم کے بھائی واپسی کے لیے تیار نہیں تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے سفر کو جاری رکھا، یزید کی طرف سے لشکر کے امیر عمر بن سعد بن ابی وقاص تھے جن کے والد عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ امام عجلی لکھتے ہیں: ”**عمر بن**

Darul Uloom Zakariyya South Africa

سعد مدني ثقة كان يروي عن أبيه أحاديث، وروى الناس عنه، وهو الذي قتل الحسين". قال الهيثمي: "قلت: كان أمير الجيش ولم يباشر قتله". (كتاب الثقات للعجلي، بترتيب الهيثمي والسبكي) ابن حجر نے ان کو صدوق کہا۔ حافظ مزی تہذیب الکمال میں لکھتے ہیں: "قال أحمد بن عبد الله العجلي: كان يروي عن أبيه أحاديث، وروى الناس عنه، وهو الذي قتل الحسين، وهو تابعي ثقة. (تهذيب الكمال ۳۵۷/۲۲) قلت: لم يقتله كما مرّ.

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عمر بن سعد کو تین شرائط پیش کیں جنھیں عبید اللہ بن زیاد نے قبول کرلیا۔ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ بیعت کے لیے تیار ہوگئے اور شام کی جانب چل پڑے تو غدار کوفی روافض یہ کیسے برداشت کرسکتے تھے؛ اس لیے بیعت کرنے والوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے قافلے پر حملہ کرکے آپ کو شہید کردیا، جس کا خود روافض کو اقرار ہے۔ محسن امین نے محمد باقر رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ کوفیوں نے علی سے بیعت کی، پھر توڑی اور ان کو شہید کیا، پھر ان کے فرزند حسن سے بیعت کی اور ان کے پہلو میں خنجر مارا، پھر ہزار عراقی مردوں نے حسین کی بیعت کی اور بیعت کرنے والوں نے ان پر شمشیر چلائی اور حضرت حسین کو شہید کیا۔ روافض کی کتابوں کی عربی عبارت ملاحظہ کیجئے:

شیعی مؤرخ محسن الامین لکھتا ہے: "روي عن أبي جعفر محمد بن علي الباقر عليهما السلام أنه قال:... ولم يزل (أي:علي) صاحب الأمر في صعود كؤود حتى قتِل، فبويع الحسن ابنه وعُوهد ثم غدر به وأسلم ووثب عليه أهل العراق حتى طعن بخنجر في جنبه وانتهب عسكره...، ثم بايع الحسين من أهل العراق عشرون ألفًا غدروا به وخرجوا عليه وبيعته في أعناقهم فقتلوه". (أعيان الشيعة ۲۶/۱. وانظر: كتاب سليم بن قيس الهلالي ۲۶۰/۱. وشرح نهج البلاغة لابن أبي الحديد ۵۶/۵. والدرجات الرفيعة، للسيد علي الشيرازي، ص۲۸. وينابيع المودة لذوي القربى، للقندوزي ۴۰۱/۳)

مسعودی نے لکھا ہے: "وقد كان زيد بن علي شاور أخاه أبا جعفر بن علي بن الحسين بن علي، فأشار عليه بأن لا يركن إلى أهل الكوفة، إذ كانوا أهل غدر ومكر، وقال له: بها قتل جدك علي، وبها طعن عمك الحسن، وبها قتل أبوك الحسين". (مروج الذهب ۲۰۶/۳)

مسعودی نے دوسری جگہ لکھا ہے: "ثم وثب عليه (أي: علي) شيعته وأنصاره وثقاته فقتلوه، ثم قام بعده الحسن بن علي رضي الله عنه...، ثم قام من بعده الحسين بن علي رضي الله عنه فخدعه أهل العراق وأهل الكوفة أهل الشقاق والنفاق والإغراق في الفتن". (مروج الذهب ۳۰۰/۳)

Darul Uloom Zakariya South Africa

حضرت حسن رضی اللہ اہل کوفہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اے کوفہ کے لوگو! تین وجوہات سے میں نے تمھارا ساتھ چھوڑ دیا: ۱-تم نے میرے والد حضرت علی کو شہید کیا۔ ۲-تم نے میرے خیمے پر حملہ کرکے میرا سامان لوٹ لیا۔ ۳-تم نے میرے پیٹ میں نیزہ مارا۔ "**يا أهل الكوفة! لو لم تذهل نفسي عنكم إلا لثلاث خلاص لذهلت: مقتلكم لأبي، وسلبكم ثقلي، وطعنكم في بطني**". (مروج الذهب ۴۳۱/۲. رجال الكشي، ص ۱۴۲)

تاریخ کی متعدد کتابوں میں مرقوم ہے کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اہل کوفہ کی غداری کا یقین ہوگیا تو آپ نے عمر بن سعد کو تین شرائط پیش کیں جو سنی اور شیعوں دونوں کی کتابوں میں مذکور ہیں:

۱- مجھے واپس جانے دیا جائے۔

۲- یا کسی اسلامی سرحد پر بھیج دیں؛ تاکہ جہاد کرتا رہوں۔

۳- یا مجھے اپنے چچازاد بھائی یزید کے پاس شام بھیج دیں؛ تاکہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھوں، یعنی بیعت کروں۔

عمر بن سعد نے یہ شرائط عبید اللہ بن زیاد کو لکھ بھیجیں۔ ابن زیاد نے اسے قبول کرلیا اور حسینی قافلہ شام کی طرف یزید بن معاویہ سے بیعت کے لیے روانہ ہوگیا۔

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے: "**وقال بعضهم: بل سأل منه (أي: عمر بن سعد) إما أن يذهبا إلى يزيد، أو يتركه يرجع إلى الحجاز، أو يذهب إلى بعض الثغور فيقاتل الترك، فكتب عمرُ إلى عبيد اللّٰه بذلك، فقال: نعم! قبِلتُ**". (البداية والنهاية ۱۷۵/۸) "**فانطلق يسير نحو يزيد بن معاوية**". (البداية والنهاية ۱۷۰/۸)

اس کے بعد یہ بات کہ شمر نے اس تجویز کو رد کردیا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ گورنر اور کمانڈر کی بات کو شمر نے کیسے رد کیا!

دکتور طقوش لکھتے ہیں: "**فعرض (أي: الحسينُ) على عمر (أي: ابن سعد أمير جيش يزيد) أحد الاقتراحات التالية:**

۱- إما أن يرجع إلى المكان الذي أقبل منه.

۲- وإما أن يضع يده في يد يزيد ويعرض عليه قضيته، فيرى فيه رأيه.

۳- وإما السماح له بالذهاب إلى أحد الثغور النائية للجهاد. (التاریخ الإسلامي الوجیز، ص ۱۱۸، للدکتور محمد سہیل طقوش، بحوالہ تاریخ ابن جریر طبري ۳۸۹/۵)

Darul Uloom Zakariyya South Africa

شیعہ مؤرخین نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مذکورہ تینوں پیشکش کو ان الفاظ میں لکھا ہے: "**١-أن يرجع إلى المكان الذي أتي منه، ٢-أو أن يسير إلى ثغر من الثغور فيكون رجلا من المسلمين، له ما لهم وعليه ما عليهم، ٣-أو أن يأتي أمير المؤمنين يزيد فيضع يده في يده، فيرأى فيما بينه وبين رأيه، وفي هذا لكم رضًى وللأمة صلاح**". (الإرشاد للمفيد ١٤٣/٣. إعلام الورى للطبرسي ٢٤٦/٢. لواعج الأشجان لمحسن الأمين، ص ١٤١. العوالم لعبد الله البحراني ٤٤٧/١)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے تین شرائط پیش فرمائیں، جن میں یزید کے ہاتھ پر بیعت شامل ہے۔ اس کا ذکر درج ذیل کتب میں ہے:

تنزيه الأنبياء لشريف المرتضى، (ص ٢٦١). كلمات الحسين للشريفي (١١٢/٢). مقتل الحسين لأبي مخنف (١٤٢/١). مواقف الشيعة لعلي الأحمدي الميانجي (٧/٥). الإرشاد للمفيد (١٤٣/٣). إعلام الورى للطبرسي (٢٤٦/٢). لواعج الأشجان لمحسن الأمين (ص ١٤١). العوالم لعبد الله البحراني (٤٤٧/١). تاريخ الطبري (٢٢٥/٦). الكامل لابن الأثير (١٦٤/٣). تاريخ ابن خلكان (١٠٤/٢). تاريخ دمشق لابن عساكر (٥١/٤٥). البداية والنهاية (١٧٥/٨). أنساب الأشراف للبلاذري (١٨٢/٣). الإصابة في تمييز الصحابة لابن حجر (٧١/٢). تايخ الخلفاء للسيوطي (ص ١٦٥). رأس الحسين للعلامة ابن تيمية (ص ٢٠). بے نظیر ولاجواب مناظرہ از مولانا عبدالستار تونسوی (ص ۲۱۷)۔

چنانچہ عبیداللہ بن زیاد نے تیسری شرط قبول کرلی، جس کی دلیل یہ ہے کہ حسینی قافلہ دمشق کی راہ پر چل پڑا۔ اور "**نعم! قد قبلت**" کے الفاظ عبیداللہ بن زیاد نے کہے۔ (البداية والنهاية ١٧٥/٨)

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی لکھتے ہیں: بلکہ "ایک موقع پر یہ تصریح بھی موجود ہے کہ آپ نے یزید کی طرف جانے کے لیے اپنا رخ موڑ بھی دیا؛ "**فانطلق يسير نحو يزيد بن معاوية**". (البداية والنهاية ١٧٠/٨)
(تبصرہ بر شہید کربلا و یزید، از- ابوالمآثر مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، ص ۴۱)

بلکہ انساب الأشراف میں صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے پاس جانے کی خواہش ظاہر فرمائی "**فناشد الحسين أن يسيروه إلى يزيد فيضع يده في يده**" (أنساب الأشراف ١٧٣/٣، وإسناده صحيح. یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ، ص ۸۹۳)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہ ساٹھ کوفی تھے اور کچھ فاصلے پر ابن سعد کا حفاظتی دستہ بھی موجود تھا۔ ان ۶۰ کوفیوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بہت روکا؛ مگر حسین رضی اللہ عنہ نہیں مانے اور ان کو خطاب کیا: افسوس! تم وہی لوگ ہو،

Darul Uloom Zakariyya South Africa

جنھوں نے میرے والد کو دھوکہ دیا اور شہید کیا، میرے بھائی کو زخمی کیا اور مسلم بن عقیل کو شہید کیا۔ وہ احمق ہے جو تمھارے دھوکے میں آئے۔ کوفیوں نے کہا: آپ مسلم بن عقیل کی مانند نہیں، آپ کوفہ پہنچیں گے تو لوگ جوق در جوق آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ جب ان شریروں کو یقین ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہماری بات نہیں مانتے اور اگر یہ یزید کے پاس گئے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور ہمارے ہزاروں خطوط کو ان کے سامنے پیش کیا اور ہماری عیاریاں اور سازشیں ان کے سامنے بے نقاب ہوئیں اور ہم پر غداری کا مقدمہ چلا تو ہم شیر کے منہ میں گئے، اسی میں ہماری خیر ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یزید کے پاس نہ پہنچنے دیا جائے؛ بلکہ ان کو شہید کر دیا جائے اور ان ہزاروں خطوط کو بھی ضائع کر دیا جائے تو قتل حسین کا الزام بھی یزید پر لگ جائے گا اور ہم بھی بچ جائیں گے؛ چنانچہ ۱۰ر محرم کو جب قافلہ کربلا پہنچا اور آرام کرنے لگا تو ان سبائیوں نے حسینی قافلہ پر حملہ کیا، یہ حملہ اچانک تھا؛ کیونکہ حسینی قافلہ صلح کی بات چیت کے بعد مطمئن تھا۔ اور خطوط ضائع کرنے کی غرض سے خیموں کو آگ لگائی گئی۔

ابن سعد کی فوج کا دستہ مدد کے لیے پہنچا تو غدار اپنا کام پورا کر چکے تھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سمیت جام شہادت پی چکے تھے۔ پھر ابن سعد کی فوج نے ان ساٹھ غداروں کو بھی قتل کیا۔ ۱۸ر اہل بیت کے ساتھ ۶۰ کوفیوں کے قتل کا ذکر البدایہ والنہایہ (۱۹۱/۸، ط: دار الفکر) میں موجود ہے۔ اور جب یہ بات سبائیوں کے اقرار سے ثابت ہے کہ قافلہ حسینی کے قاتل سبائی ہیں، تو یہ خود بخود معلوم ہوا کہ ۶۰ کوفیوں کا قاتل ابن زیاد کا لشکر ہے۔

ابن سعد نے باقی اہل بیت کو اپنے ساتھ لے کر یزید کے پاس دمشق پہنچایا۔ یزید شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر بہت مغموم ہوئے اور اہل بیت کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ ان کے کھانے پینے اور دیگر ضرویات کا خیال رکھتے اور جب انھوں نے مدینہ کے قیام کو دمشق پر ترجیح دی تو یزید نے اہل بیت کو کپڑے اور دیگر تحائف دئے۔ جلاء العیون، تاریخ طبری (۴۶۲/۵) اور البدایہ والنہایہ (۱۰۴/۹) میں ہے کہ جب تک زین العابدین دسترخوان پر نہ آتے یزید کھانا نہ کھاتے۔

کربلا میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے پانی کی بندش:

بعض علما نے لکھا ہے کہ کربلا میں ۷ر محرم کو ابن زیاد کے حکم پر ابن سعد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر پانی بند کر دیا اور تین روز تک حسینی قافلہ پیاس سے تڑپتا رہا۔ مولانا عبد الصمد صاحب رحمانی نائب امیر شریعت بہار اپنی کتاب ''شہید کربلا'' میں لکھتے ہیں:

''۷ر محرم ۶۱ھ کو حضرت امامؓ پر پانی کی بندش اور اس کے لیے کشمکش: ۷ر محرم کو ابن سعد کے نام ابن زیاد کا

Darul Uloom Zakariyya South Africa

یہ فرمان پہنچا کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان ابن عفانؓ کی طرح حسینؓ اور اُس کے کل ساتھیوں کا پانی بند کردو اور ان سے یزید کی بیعت کا مطالبہ کرو، بیعت کے بعد پھر ان کے متعلق غور کروں گا، ابن سعد نے عمرو بن حجاج کی سرکردگی میں پانچ سوسواروں کا ایک دستہ فرات پر بھیج کر پانی کا راستہ بند کردیا، عبداللہ بن حصین شامی نے حضرت امام حسینؓ سے مخاطب ہوکر کہا: حسینؓ! دیکھتے ہو پانی کیسا آسمان کے جگر کی طرح جھلک رہا ہے، لیکن خدا کی قسم! تم کو ایک قطرہ بھی نہیں مل سکتا''۔ (شہید کربلا المعروف بہ فاطمہ کا چاند، ص ۱۷۷)

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد صاحب لکھتے ہیں: ''عمر بن سعد نے مجبوراً پانچوں سپاہی گھاٹ کی حفاظت کے لیے بھیج دئے اور آپ اور آپ کے ساتھیوں پر پانی بند ہوگیا''۔ (شہید اعظم، ص ۲۲)

لیکن یہ ابومخنف رافضی کی من گھڑت داستان ہے جسے ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے: **قال الطبري: "قال أبو مخنف: حدثني سليمان بن أبي راشد عن حميد بن مسلم الأزدي قال: جاء من عبيد الله بن زياد كتاب إلى عمر بن سعد: أما بعد، فحل بين الحسين وأصحابه وبين الماء، ولا يذوقوا منه قطرة، كما صنع بالتقي الزكي المظلوم أمير المؤمنين عثمان بن عفان، قال: فبعث عمر بن سعد عمرو بن الحجاج على خمس مئة فارس فنزلوا على الشريعة وحالوا بين حسين وأصحابه وبين الماء أن يسقوا منه قطرة، وذلك قبل قتل الحسين بثلاث. قال: ونازله عبد الله بن أبي حصين الأزدي – وعداده في بجيلة – فقال: يا حسين، ألا تنظر إلى الماء كأنه كبد السماء! والله لا تذوق منه قطرة حتى تموت عطشًا".** (تاريخ الطبري ٤١٢/٥، مقتل الحسين رضوان الله عليه)

اس روایت کے راوی ابومخنف کذاب کے بارے میں تفصیلی کلام آگے آرہا ہے۔ حمید بن مسلم ازدی کے بارے میں اکرم بن محمد الاثری لکھتے ہیں: **"حميد بن مسلم الأزدي من أصحاب المختار بن أبي عبيد الثقفي الكذاب، لم أعرف ولم أجد له ترجمة".** (المعجم الصغير لرواة الإمام ابن جرير الطبري ١٣٩/١: ط: دار ابن عفان، القاهرة)

اور سلیمان بن اَبی راشد بھی مجہول ہے؛ اکرم بن محمد لکھتے ہیں: **"لم أعرفه ولم أجد له ترجمة".**

(المعجم الصغير لرواة الإمام ابن جرير الطبري ٢٢١/١: ط: دار ابن عفان، القاهرة)

ابومخنف کی مذکورہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تین روز تک حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کو پانی نہیں ملا؛ جبکہ ابومخنف ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے بھائی عباس

Darul Uloom Zakariyya South Africa

بن علی کو تیس گھڑ سوار اور بیس پیادا پا لوگوں کے ساتھ پانی لینے کے لیے بھیجا، محافظ دستے کے سردار عمرو بن الحجاج نے آپ کو روکا؛ لیکن پھر بھی بیس مشکیں پانی بھر لائے۔ " **ولما اشتد على الحسين وأصحابه العطش دعا العباس بن علي بن أبي طالب آخاه فبعثه في ثلاثين فارسًا وعشرين راجلاً وبعث معهم بعشرين قربة فجاء وا حتى دنوا من الماء ليلاً ...، فلما دنا منه أصحابه قال رجاله: املؤا قربكم، فشد الرجالة فملؤا قربهم، وثار إليهم عمرو بن الحجاج وأصحابه، فحمل عليهم العباس بن علي ونافع بن هلال فكفوهم... وجاء أصحاب حسين بالقرب فأدخلوها عليه**".

(تاريخ الطبري ٥/٤١٣، مقتل الحسين رضوان الله عليه)

نیز محمد باقر مجلسی نے جلاء العیون میں لکھا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے خیمے کے پیچھے کدال ماری تو وہاں سے میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا، جس سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے پانی پیا اور مشکوں کو بھی بھر لیا۔

''حضرت کلنگی برگرفت وبعقب خیمۂ حرم محترم درآمد واز پشت خیمہ نہ گام برداشت بجانب قبلہ ودرآنجا کلنگ را برزمین زد باعجاز آن حضرت چشمہ از آب شیرین پیدا شد وآن حضرت با اصحاب از آن آشامیدند ومشکہا وراویہ ھارا پر کردند''. (جلاء العیون، زندگانی سید الشہداء، ص ۵۴۸، ط: کتابفروشی اسلامیہ، تہران)

نیز متعدد شیعہ مصنفین نے لکھا ہے کہ دسویں محرم کی صبح کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ پانی پی لو اور وضو وغسل کر لو اور اپنے کپڑوں کو بھی دھولو، تاکہ یہ تمھارا کفن ہو جائے۔ "**ثم قال لأصحابه: قوموا فاشربوا من الماء يكن آخر زادكم، وتوضأوا واغتسلوا واغسلوا ثيابكم لتكون أكفانكم، ثم صلى بهم الفجر وعبأهم تعبية الحرب، وأمر بحفيرته التي حول عسكره فأضرمت بالنار، ليقاتل القوم من وجه واحد**". (الأمالي للشيخ الصدوق: أبي جعفر محمد بن علي القمي ١/٣٧١. العوالم لعبد الله البحراني ١/٣٠٦. كلمات الإمام الحسين، ٢/١٤٥، لمحمود شريفي)

اگر سات محرم کو پانی بند کر دیا گیا تھا اور وہ پیاس سے تڑپ رہے تھے تو دسویں محرم کو وضو، غسل اور کپڑے دھونے کے لیے پانی کہاں سے آیا!؟

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی نے بھی ''واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر'' میں اس پر طویل کلام فرمایا اور آخر میں لکھا ہے: بہر حال یہ تاریخی حقیقت کے نام پر خالص ایک پروپیگنڈہ ہے کہ کربلا میں پانی نایاب یا کمیاب تھا اور اس سے ۷ر محرم سے بندش آپ والے افسانے کی حقیقت بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔ (ص ۲۳۹-۲۴۰)

Darul Uloom Zakariyya South Africa

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت یزید کی بیعت سے انکار پر نہیں؛ بلکہ بیعتِ یزید پر رضامندی کی وجہ سے ہوئی:

عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت سے انکار پر شہید ہوئے؛ لیکن درحقیقت وہ بیعت پر رضامندی کی وجہ سے شہید کیے گئے، جیسا کہ آپ ماقبل میں پڑھ چکے ہیں۔

ان بعض روایات کا جواب جن میں یزید کو شہادت حسین کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا:

اشکالات وجوابات:

اشکال (۱): ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یزید کو قاتل حسین قرار دیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے: المعرفۃ والتاریخ للفسوی (۵۳۱/۱) پر یہ روایت مذکور ہے: **حدثنا عبد الوهاب بن الضحاك، قال: حدثنا عيسى بن يونس، عن الأعمش، عن شقيق بن سلمة، قال: لما قُتِل الحسين بن علي بن أبي طالب ثار عبد اللّٰه بن الزبير، فدعا ابنَ عباس إلى بيعته، فامتنع ابنُ عباس، وظنَّ يزيد بن معاوية أن امتناع ابن عباس تمسكًا منه ببيعته، فكتب إليه: أما بعد...، فكتب إليه ابن عباس: أما بعد فقد جاء ني كتابك... إنك تسألني نصرتك وتحثني على ودك، وقد قتلت حسينًا رضي اللّٰه عنه، وفتيان عبد المطلب... والسلام على من اتبع الهدى.**

جواب: اس کی سند میں عبدالوہاب بن ضحاک ہے جس کو ابوحاتم رازی نے **كان يكذب** کہا ہے۔ ابن حبان نے **كان يسرق الحديث** کہا۔ دارمی نے **لها مقلوبات وبواطيل** کہا۔ ابونعیم نے **لا شيء** کہا۔ امام ذہبی نے **متهم تركوه** کہا۔ ابن حجر نے **متروك** کہا۔ اور ابن العراق نے **متهم بالوضع والكذب** کہا ہے۔

یہ روایت طبرانی کی معجم کبیر میں بھی (۲۴۱/۱۰) پر ہے۔ اس کی سند میں اسحاق بن ابراہیم بن داحہ مجہول ہے، ابوخداش عبدالرحمٰن بن طلحہ بن یزید بن عمر وتمیمی مجہول ہے۔ نیز ابان بن ولید بن عقبہ بن ابی معیط بھی مجہول ہے۔ تفصیل شیخ ابوفوزان کی کتاب ''یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ'' (ص ۳۳۱-۳۳۷) میں دیکھ لیں۔

اشکال (۲): ابن حجر ہیثمی نے الصواعق المحرقہ (۶۴۱/۲) میں معاویہ بن یزید بن معاویہ کی ایک تقریر نقل کی ہے جس میں قتل حسین کا الزام یزید پر لگانے کے ساتھ ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر بھی تبرا بازی موجود ہے۔ انھوں نے اس تقریر کا کوئی حوالہ یا سند پیش نہیں کی، تو یہ روایت بے سروپا ہے۔

اشکال (۳): ابن جریر طبری نے عقبہ بن سمعان سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے

Darul Uloom Zakariyya South Africa

ساتھ مدینہ سے مکہ اور مکہ سے عراق تک تھا، ان سے جدا نہیں ہوا، اللہ کی قسم! میں نے ان سے یہ نہیں سنا کہ میں یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دینا چاہتا ہوں۔ روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں: "**ألا والله ما أعطاهم ما يتذاكر الناس وما يزعمون مِن أن يضع يده في يد يزيد بن معاوية**". (تاريخ الطبري ٥/٤١٤)

جواب: یہ روایت جھوٹی ہے۔ اس میں عقبہ بن سمعان مجہول ہے۔ عبدالرحمٰن بن جندب مجہول ہے۔ اور ابومخنف لوط بن یحییٰ کا کذاب ہونا سب کو معلوم ہے۔ ابن عدی نے **شيعي محترق صاحب أخبارهم** کہا۔ یعنی کٹر شیعہ اور شیعوں کا مورخ ہے۔

قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کے شیعہ ہونے کے دلائل خود شیعوں کی کتابوں سے:

۱- حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوفہ کے لوگوں نے ہمیں مدد کے وعدے پر بلایا اور اب میرے قتل کے درپے ہیں۔ "**إنهم دعونا لينصرونا ثم عدوا علينا يقاتلوننا**". (مقتل الحسين لأبي مخنف ١/٢٩١. لواعج الأشجان، ص٢١٧. إعلام الورى ٢/٢٦٤. الإرشاد للمفيد ٣/١٨٥)

۲- آپ نے فرمایا: اے اللہ تو جانتا ہے کہ انہی لوگوں نے دعوت دے کر ہمیں مدد کے وعدے پر بلایا، جب ہم آ گئے، تو انھوں نے ہمیں رسوا کیا اور ہماری مخالفت کی۔ اے اللہ! ان سے بارش کو روک لے، انھیں اپنی برکتوں سے محروم کر دے اور ان سے کبھی راضی نہ ہونا۔ "**اللّٰهم أنت تعلم إنهم دعونا لينصرونا، فخذلونا وأعانوا علينا، اللّٰهم احبس عنهم قطر السماء، واحرمهم بركاتك، اللّٰهم لا ترض عنهم أبدا**". (صحيفة الحسين للقيومي، ص٨٩. كلمات الإمام الحسين ٢/٢٦٩. ينابيع المودة للقندوزي)

۳- حضرت علی بن حسین زین العابدین نے اہل کوفہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: بہت افسوس بہت افسوس اے دھوکہ کرنے والو! اے فریب کرنے والو! "**هيهات هيهات! أيها الغدرة المكرة!... قتِل أبي بالأمس، وأهل بيته معه**". (الاحتجاج للطبرسي ٢/٣٢. لواعج الأشجان، ص٢٦٦. مثير الأحزان، ص٧٧. (جلاء العیون، زندگانی سید الشہداء علیہ السلام، خطبہ حضرت ام کلثوم در کوفہ ۲/۵۹۶-۵۹۷)

۴- علی بن حسین زین العابدین نے فرمایا: اے کوفیو! تم کو قسم دیتا ہوں! تم نے میرے والد کو بلایا اور فریب دیا، پھر تم نے ان سے لڑائی کی اور رسوا کیا، تم پر ہلاکت ہو، تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آنکھیں کیسے ملاؤ گے جب وہ فرمائیں گے: تم نے میری اولاد کو قتل کیا، میری عزت کو پامال کیا؛ اس لیے تم میرے امتی نہیں۔ پھر مجمع سے رونے کی آوازیں آنے لگیں اور ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ تم ہلاک ہو گئے اور تمھیں خبر بھی نہیں۔

"**أيها الناس ناشدتكم بالله هل تعلمون أنكم كتبتم إلى أبي وخدعتموه، وأعطيتموه من أنفسكم العهد والميثاق والبيعة؟ قاتلتموه وخذلتموه فتبًّا لكم ما قدمتم لأنفسكم وسوأةً**

Darul Uloom Zakariyya South Africa

لرأيكم، بأية عين تنظرون إلى رسول الله صلى الله عليه وآله، يقول لكم: قتلتم عترتي وانتهكتم حرمتي، فلستم من أمتي. فارتفعت أصوات الناس بالبكاء ويدعو بعضهم بعضا: هلكتم وما تعلمون". (الاحتجاج للطبرسي ٢/٤٦. العوالم لعبد الله البحراني ٢/٢١٩. مقتل الحسين لابن طاووس، ص ٩١. لواعج الأشجان، ص ٢٦٥. مثير الأحزان، ص ٧٦. جلاء العیون، زندگانی سید الشہداء علیہ السلام، خطبہ حضرت ام کلثوم در کوفہ ۲/۵۹۶-۵۹۷)

۵- محمد باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین نے فرمایا: اے کوفیو، غدارو، مکارو اور حیلہ کرنے والو! کیا اب تم ہم پر روتے ہو! تمھارے پاس بے بنیاد دعوی اور باطل باتوں کے سوا کچھ نہیں۔ تم ہی نے ہمیں قتل کیا، اور پھر ہم پر روتے ہو۔ بخدا! تم اس بات مستحق ہو کہ زیادہ روؤ اور کم ہنسو۔

"ای اہل کوفہ واہل غدر ومکر وحیلہ! آیا شما بر ما میگریید ...نیست درمیان شما مگر دعوای بے اصل وسخن باطل...خود مارا کشتہ اید وبر ما می گرید؟ بلی واللہ باید کہ بسیار بگریید وکم خندہ کنید"۔ (جلاء العیون، زندگانی سید الشہداء علیہ السلام، خطبہ حضرت زینب خاتون در کوفہ ۲/۵۹۳)

۶- محمد باقر رحمہ اللہ نے فرمایا: کوفیوں نے علی سے بیعت کی، پھر بیعت توڑ دی اور ان کو شہید کیا، پھر ان کے فرزند حسن سے بیعت کی اور ان کے پہلو میں خنجر مارا، پھر ہزار عراقی مردوں نے حسین کی بیعت کی اور بیعت کرنے والوں نے ہی ان پر شمشیر چلائی اور امام حسین کو شہید کیا۔

شیعی مورخ محسن الامین لکھتا ہے: "**روي عن أبي جعفر محمد بن علي الباقر عليهما السلام أنه قال:... ولم يزل (أي:علي) صاحب الأمر في صعود كؤود حتى قتِل، فبويع الحسن ابنه وعُوهد ثم غدر به وأسلم ووثب عليه أهل العراق حتى طعن بخنجر في جنبه وانتهب عسكره...، ثم بايع الحسين من أهل العراق عشرون ألفًا غدروا به وخرجوا عليه وبيعته في أعناقهم فقتلوه**". (أعيان الشيعة ١/٢٦. وانظر: كتاب سليم بن قيس الهلالي ١/٢٦٠. وشرح نهج البلاغة لابن أبي الحديد ٥/٥٦. والدرجات الرفيعة، للسيد علي الشيرازي، ص٢٨. وينابيع المودة لذوي القربى، للقندوزي ٣/٤٠١)

۷- سیدنا زینب بنت علی کربلا کی عینی گواہ فرماتی ہیں: اے کوفیو، غدارو اور مکارو! تم ہم پر روتے ہو؛ حالانکہ خود تم نے ہمیں قتل کیا۔ اے اہل کوفہ! تم پر لعنت ہو، تم نے جگر گوشہ رسول کو قتل کیا اور باپردہ اہل بیت کو بے پردہ کیا۔ "**يا أهل الكوفة، يا أهل الختل والغدر والخذل!!... ويلكم أي كبد لمحمد صلى الله عليه وسلم فرثتم؟! وأي عهد نكثتم؟! وأي كريمة له أبرزتم؟! وأي حرمة له هتكتم؟! وأي دم له سفكتم؟!...**". (الاحتجاج للطبرسي ٢/٢٩-٣٠. لواعج الأشجان، ص٢٥٥. مواقف الشيعة ٣/١٤١)

Darul Uloom Zakariyya South Africa

۸- اور فاطمہ بنت حسین نے کوفیوں کو مخاطب کر کے کہا: اے کوفیو، غدارو! تم نے ہمیں جھٹلایا، ہمیں کافر اور ہمارے قتل کو حلال سمجھا اور ہمارے مال کو مال غنیمت سمجھ کر لوٹ لیا۔ اور کل تم نے ہمارے دادا علی کو قتل کیا، تمھاری تلواروں سے ہمارا خون ٹپک رہا ہے۔ "**يا أهل الكوفة، يا أهل المكر والغدر والخيلاء... كذبتمونا، وكفرتمونا، ورأيتم قتالنا حلالا، وأموالنا نهبًا... كما قتلتم جدنا بالأمس، وسيوفكم تقطر من دمائنا أهل البيت**". (الاحتجاج للطبرسي ۳۷/۲. العوالم لعبد الله البحراني ۲۱۳/۲. لواعج الأشجان، ص ۲۶۱. مواقف الشيعة ۱۸۷/۵)

۹- محمد باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ فاطمہ بنت حسین نے فرمایا: اے کوفیو، مکارو، غدارو اور تکبر وحیلہ کرنے والو! اللہ تعالی نے ہم اہل بیت رسالت کو تمھارے ذریعہ آزمایا اور ہمارے ذریعہ تمھیں آزمایا اور ہماری آزمائش کو ہمارے لیے نعمت قرار دیا۔ تم نے ہمیں جھٹلایا، ہمیں کافر شمار کیا، ہمارے قتل کو حلال جانا، ہمارے اموال لوٹ لیے؛ چنانچہ کل تم نے ہمارے دادا کو قتل کیا اور تمھاری تلواروں سے ہم اہل بیت کا خون ٹپک رہا ہے۔

''ای اہل کوفہ واہل مکر وغدر وتکبر وحیلہ، حق تعالی ما اہل بیت رسالت را بشما مبتلا گردانیدہ وشمارا بما ممتحن ساختہ، وابتلای مارا بر ما نعمت گردانیدہ... پیش شما تکذیب کردید مارا، ومارا کافر شمردید، وقتال مارا حلال دانستید، واموال مارا غارت کردید...، چنانچہ دیروز جد مارا کشتید، وپیوستہ خون ما اہل بیت از دم شمشیر ہای شما میچکد''۔ (جلاء العیون، زندگانی سید الشہداء علیہ السلام، خطبہ حضرت ام کلثوم در کوفہ ۵۹۴/۲-۵۹۵)

۱۰- فاطمہ بنت حسین کوفیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتی ہیں: کوفیو! تمھاری ہلاکت ہو، تم نے حضرت علی، پھر ان کے دونوں صاحبزادے حسنین طیبین سے غداری کی۔ "**تبًّا لكم يا أهل الكوفة! كم تراث لرسول الله صلى الله عليه وآله قبلكم، وذحوله لديكم، ثم غدرتم بأخيه علي بن أبي طالب عليه السلام جدي، وبنيه عترة النبي الطيبين الأخيار**". (الاحتجاج للطبرسي ۳۹/۲. العوالم لعبد الله البحراني ۲۱۵/۲. اللهوف في قتلى الطفوف لابن طاووس، ص ۲۴۰. مواقف الشيعة ۱۸۸/۵)

۱۱- محمد باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ فاطمہ بنت حسین نے فرمایا: اے اہل کوفہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمھیں کس خون کا مطالبہ تھا؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھارے ساتھ کیا خیانت کی تھی؟ کہ تم نے میرے دادا حضرت علی اور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے ساتھ اس طرح کی مکاری کی اور انھیں قتل کر ڈالا اور تم میں سے بعض لوگوں نے اس بات پر فخر کیا کہ ہم نے علی اور ان کے بیٹوں کو ہندی تلوار سے قتل کیا۔

''ای اہل کوفہ چہ خونہا حضرت رسالت از شما طلب دارد؟ وچہ خیانتہا آنحضرت نزد شما دارد؟ بمکری کہ با جدم علی بن ابی طالب وفرزندان حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کردید، وایشانرا بقتل آوردید، وفخر کنندہ درمیان شما

Darul Uloom Zakariyya South Africa

فخر کرد کہ ما کشتیم علی وفرزندان علی را بشمشیر ہای ہندی''۔(جلاء العیون، زندگانی سید الشہداء علیہ السلام، خطبہ حضرت ام کلثوم در کوفہ ۵۹۵/۲)

۱۲-ام کلثوم فرماتی ہیں: اے اہل کوفہ! تمھارا بُرا ہو! تم نے کیوں ہمارے بھائی حسین کو بلایا اور ان کی مدد نہیں کی! اور انھیں قتل کر ڈالا اور ان کے مال کو لوٹ لیا۔

''اہل کوفہ بدا بحال شما و ناخوش باد رویہای شما! بچہ سبب برادرم حسین را خواندید و یاری او نکردید و او را بقتل آوردید و اموال او را غارت کردید''.(جلاء العیون، زندگانی سید الشہداء علیہ السلام، خطبہ حضرت ام کلثوم در کوفہ ۵۹۵/۲)

۱۳-اور شیعوں کی معتبر کتاب کافی میں بروایت جعفر صادق یہ حدیث موجود ہے: **"قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لعليٍّ: هم شيعتُك فسلم وُلدَك منهم أن يقتلوهم"**. (الكافي لأبي جعفر الكليني ٢٦٠/٨)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا: اپنی اولاد کو شیعوں کے قتل سے بچاؤ کہ شیعہ کہیں ان کو قتل نہ کردیں۔

۱۴- شیعوں کی کتاب مجالس المؤمنین میں ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد شیعانِ کوفہ مل بیٹھے اور افسوس کرنے لگے کہ ہم نے حسین کو بلایا اور ان پر تلوار کھینچی، ہم اپنی بدکرداری پر شرمسار ہیں، توبہ کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ ہم تلواریں لے کر ایک دوسرے کو قتل کریں، جیسا کہ بنی اسرائیل نے ایک دوسرے کو قتل کیا تھا۔

''اکنوں از اعمال سیئہ خویش نادم گشتہ می خواہیم کہ دست در دامن توبہ وانابت زدیم، شاید خداوند عزوجل وعلا توبۂ ما را قبول کردہ بر ما رحمت کند، و ہر کس از اں جماعت کہ بہ کربلا رفتہ بودند عذرے می گفتند۔ سلیمان بن صرد گفت ہیچ چارہ نمیدانیم جز آنکہ خود را در عرصۂ تیغ آوریم؛ چنانچہ لبیدے از بنی اسرائیل تیغ بروی در یکدیگر نہادند''۔(مجالس المؤمنین، مجلس ہشتم ۲۴۱/۲. والنسخة العربية من مجالس المؤمنين ٢٤٩/٣-٢٥٠، المجلس الثامن. وانظر: مقتل الحسين لأبي مخنف، ص ٣٨٩)

البدایہ والنہایہ میں ہے: **"عن يزيد الرِّشْكِ قال: حدثني من شافهَ الحسين قال: رأيتُ أخبيةً مضروبةً بفلاةٍ من الأرض فقلت: لمن هذه؟ قالوا: هذه لحسين، قال: فأتيتُه فإذا شيخ يقرأ القرآن والدُّموع تسيل على خديه ولحيته، قال قلت: بأبي وأمي يا ابن بنت رسول اللّٰه ما أنزلك هذِه البلادَ والفلاةَ التي ليس بها أحد؟ فقال: هذه كتب أهل الكوفة إليَّ ولا أراهم إلا قاتِلِيَّ"**. (البداية والنهاية ١٦٩/٨)

مندرجہ بالا عبارات کی روشنی میں مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں:

Darul Uloom Zakariyya South Africa

(۱) کوفہ کے روافض نے مکر وحیلہ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھ کر کوفہ بلایا اور عہد دیا کہ ہم آپ کی مدد کے لیے دل وجان سے تیار ہیں۔

(۲) کوفہ کے روافض نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اہل بیت سے غداری کی، انھیں قتل کیا اور ان کا مال لوٹا۔

(۳) کوفہ کے روافض نے اہل بیت کو کافر اور ان کا خون حلال سمجھا۔

(۴) روافض کو اہل بیت سے پرانی دشمنی تھی۔

(۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قاتل بھی روافض ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاتل ابن ملجم خارجی تھا؛ لیکن محمد باقر مجلسی نے جلاء العیون میں لکھا ہے کہ عبدالرحمٰن بن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی اور آپ نے اس سے بیعت نہ توڑنے کا پختہ عہد لیا تھا۔ جب ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تو وہ شیعانِ علی میں شامل ہوگیا۔ ملا باقر لکھتے ہیں: ''شیخ مفید ودیگران بسند ہای معتبر روایت کردہ اند کہ چون حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام از مردم بیعت میگرفت عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی آمد کہ با آن حضرت بیعت کند حضرت قبول بیعت او نمود تا آنکہ سہ مرتبہ بخدمت آنحضرت آمد، در مرتبہ سیم با حضرت بیعت کرد، چون پشت کرد حضرت بار دیگر او را طلبید وسوگند ہا داد او را کہ بیعت نشکند وعہد ہای محکم از او گرفت''. (جلاء العیون، زندگانی امیر المؤمنین علیہ السلام، اخبار از شہادت خود، ۱/۲۸۱)

(۶) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پہلو میں خنجر مارنے والے اور ان کا مال لوٹنے والے بھی روافض ہیں۔

(۷) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل کوفہ کے روافض تھے کوئی اور نہیں تھا۔

(۸) اہل بیت کو قتل کر کے یہ لوگ خوش ہوئے اور رونا پیٹنا محض دکھلاوا تھا۔

(۹) قاتلین حسین کوفی روافض امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خارج ہیں۔

(۱۰) حضرت زینب نے انھیں ابدی جہنم کی خوشخبری سنائی۔

حیرت ہے کہ خود شیعوں کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل کے بارے میں فتوی ہے کہ وہ ولد الزنا ہے؛ کیونکہ پیغمبر اور ان کی اولاد کا قاتل ولد الزنا ہی ہوسکتا ہے۔ ''قاتل حسین بن علی علیہ السلام ولد الزنا بود بدرستی کہ نمیکشند پیغمبران واولادِ پیغمبران را مگر اولاد زنا''۔ (جلاء العیون، فصل پنجم ۱/۳۳۶)

حضرت زینب نے تو ان کو ابدی جہنم کی بشارت دے دی تھی اب اس فتوے سے ان کی دنیوی حیثیت بھی معلوم ہوگئی۔

بالفاظ دیگر اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ:

۱- حضرت حسین رضی اللہ عنہ، ان کے بیٹے حضرت علی زین العابدین، زینب بنت علی اور دیگر اہل بیت کا دعوی ہے

Darul Uloom Zakariyya South Africa

کہ ہمیں شیعوں نے قتل کیا۔

۲-ابوجعفر الباقر محمد بن علی گواہ ہیں۔

۳-مدعا علیہ یعنی قاتلین کوفی شیعہ جرم کا اقرار کرتے ہیں۔

اب اگر اس کے خلاف کوئی شخص دعوی کرے تو اسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل بیت کا دعوی، ابوجعفر الباقر کی گواہی اور مدعا علیہ کا اقرارِ جرم پیش کرنا ہوگا؛ ورنہ یہ بہتان ہوگا کہ اس نے غیر مجرم کو مجرم کہا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيْئَةً أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهِ بَرِيْئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِيْنًا﴾. (النساء: ۱۱۲)

نیز جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کا دعوی ہے کہ ہمارے قاتل شیعہ ہیں اور ملزم خود اقراری ہیں تو کوئی تیسرا شخص اس مسلمہ حقیقت کو کیونکر جھٹلا سکتا ہے۔

اگر یزید قاتل حسین ہوتا تو زین العابدین ان کے ساتھ شریک طعام نہ ہوتے اور خاندان علی ان سے تحفے تحائف وصول نہ کرتے۔

ناظرین کرام! واقعۂ کربلا اور یزید کے بارے میں اردو میں بہت ساری کتابیں اور رسالے لکھے گئے: مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب کی ''یزید کی شخصیت اہل سنت کی نظر میں''۔ مولانا عبدالشکور مرزاپوری کی ''قاتلان حسین کی نشاندہی''۔ مولانا اللہ یار خان صاحب کی ''سانحہ کربلا کی حقیقت ماخوذ از تحذیر المسلمین عن کید الکاذبین''۔ مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی کی ''واقعۂ کربلا اور اس کا پس منظر''۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی ''شہید کربلا''۔ قاضی مظہر حسین صاحب کی ''واقعۂ کربلا اور اس کا پس منظر کا ناقدانہ جائزہ''۔ ''یزید کی شخصیت علامہ ابن جوزی کی نظر میں''۔ ابن جوزی رحمہ اللہ کی تالیف کا ترجمہ مولانا مفتی محمد شعیب احمد نے کیا ہے۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی ''شہید کربلا اور یزید''۔ عبدالصمد رحمانی کی ''شہید کربلا''۔ ابو الکلام آزاد کی ''شہید اعظم''۔ مولانا عطاء اللہ صاحب کی ''واقعۂ کربلا اور اس کا پس منظر''۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمہ اللہ کی ''تبصرہ بر شہید کربلا و یزید'' جو مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کی کتاب کے جواب میں لکھی گئی، اور اس کتاب کا دوسرا حصہ قاضی اطہر صاحب مبارکپوری کے رد میں ہے۔ مولانا محمد امین اوکاڑوی کی ''تجلیات صفدر'' (۱/۵۳۶-۵۹۶)۔ مجلس عثمان غنی، کراچی کے بعض رسائل۔ مبشر نذیر صاحب کی ''سانحہ کربلا''۔ اور شیخ ابوفوزان سنابلی صاحب کی ''یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ'' اور دوسری کتاب ''حادثہ کربلا اور سبائی سازش''۔ (شیخ ابوفوزان کی نگارشات سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف غیر مقلد اہل حدیث ہیں) ان میں سے اکثر سے ہم نے استفادہ کیا ہے۔

Darul Uloom Zakariyya South Africa

یہ واقعہ مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی بھی مذکورہ بالا طریقے پر بیان فرماتے تھے اور جو واقعہ زبان زد عوام ہے اور دوسرے حضرات نے لکھا ہے وہ ابومخنف، محمد بن سائب کلبی اور اس کے بیٹے ہشام کلبی جیسے شیعہ ضعیف اور کذاب راویوں کا مرہون منت ہے۔

ابومخنف نے کتاب ''مقتل حسین'' میں اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے گویا وہ بچشم خود اس کا مشاہدہ کر رہا ہے؛ جبکہ واقعۂ کربلا کے وقت وہ پیدا بھی نہ ہوا تھا۔

ابومخنف کے بارے میں ناقدین کی رائے ہے کہ ''شيعيٌ محترقٌ'' جلا بھنا کٹر شیعہ تھا۔ اور پھر ابن جریر طبری اس واقعہ کو ابومخنف سے اس طرح نقل کرتے ہیں جیسے شاگرد استاذ سے نقل کرتا ہے؛ حالانکہ ابن جریر طبری اس کے مرنے کے ۵۵ رسال بعد پیدا ہوئے۔ انھوں نے ''مقتل حسین'' سے اس واقعہ کو لیا ہوگا۔ اس طرح اِن واقعات کو شہرت ملی، قرن اول میں ان واقعات کا کوئی مستند ثبوت نہیں ملتا۔ معلوم ہوا کہ یزید حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذمہ دار نہیں۔ شہادتِ حسین کے ذمہ دار وہ عراقی روافض ہیں جنھوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بیعت کے لیے بلایا اور پھر خود ہی آپ کو شہید کیا۔

صحیح بخاری میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرتے ہیں: ''**أهل العراق يسألون عن الذباب، وقد قتلوا ابن بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم**''. (صحيح البخاري، رقم: ۳۷۵۳)

اہل عراق یعنی کوفی مکھی کا مسئلہ پوچھتے ہیں؛ حالانکہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو شہید کیا۔

یزید کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں کوئی دخل نہیں:

علامہ ذہبی اور علامہ ابن تیمیہ رحمہما اللہ لکھتے ہیں کہ یزید کا حضرت حسین کی شہادت میں کوئی دخل نہیں تھا۔

''**وأما يزيد فلم يأمر بقتل الحسين باتفاق أهل النقل، ولكن كتب إلى ابن زياد أن يمنعه عن ولاية العراق... ولمّا بلغ ذلك (أي: قتل الحسين) يزيدَ أظهر التوجع، وظهر البكاء في داره، ولم يسب لهم حريمًا أصلا، بل جهزهم وأعطاهم وبعثهم إلى وطنهم**''. (المنتقى من منهاج الاعتدال، ص ٢٦٦. منهاج السنة النبوية ٤/٤٧٢)

اس کے بعد علامہ ابن تیمیہؒ نے بعض آل رسول کی خواتین کی بے حرمتی اور ان کے قیدی بنانے اور حضرت حسین کے سر کو یزید کے پاس بھیجنے کی تردید کی ہے۔

یزید کا حکم صرف اتنا تھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھوں کو قتال برپا کرنے سے روکا جائے۔ حافظ ابن اکثیر لکھتے ہیں: ''**وفي رواية أن يزيد كتب إلى ابن زياد: قد بلغني أن الحسين قد توجه إلى**

Darul Uloom Zakariyya South Africa

نحو العراق فضع المناظر والمسالح، واحترس واحبس على الظِّنَّة وخذ على التهمة، غير أن لا تقتل إلا من قاتلك، واكتب إلي من كل ما يحدث من خير والسلام". (البداية والنهاية ۸/۱۶۵)

نیز حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: **"والذي يكاد يغلب على الظن أن يزيد لو قدر عليه قبل أن يُقتَل لعفا عنه، كما أوصاه بذلك أبوه، وكما صرّح هو به مخبرًا عن نفسه بذلك"**. (البداية والنهاية ۸/۲۰۲)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خود یزید کے بارے میں اچھی رائے تھی؛ اسی لیے جب معلوم ہوا کہ کوفہ والوں نے غداری کی ہے، تو تین مطالبات میں سے ایک یہ تھا کہ مجھے اپنے ابن عم یزید کے پاس جانے دیا جائے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ اور ان کے لیے امیر المومنین کا لفظ استعمال کیا، **كما في تاريخ الطبري (٥/٤١٤)**۔

زین العابدین رحمہ اللہ جو خود کربلا میں موجود تھے، انھوں نے کبھی یہ ذکر نہیں کیا کہ یزید نے قتل کیا۔ اور کربلا کے بعد بھی یزید کی بیعت پر قائم رہے، اور بعد میں بھی جب بعض اہل مدینہ یزید کے خلاف اٹھے تو حضرت زین العابدین ان سے الگ رہے۔

"واعتزل الناسَ عليٌّ بن الحسين "زين العابدين"، وكذلك عبد الله بن عمر بن الخطاب لم يخلعا يزيد". (البداية والنهاية ۸/۲۱۸)

اگر حضرت زین العابدین رحمہ اللہ یزید کو اپنے والد کا قاتل سمجھتے تو ایسا کیوں کرتے!

علامہ ذہبی نے مدائنی کی سند سے حضرت زین العابدین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: **"روى المدائني: عن إبراهيم بن محمد، عن عمرو بن دينار، حدثنا محمد بن علي، عن أبيه، قال: قُتِل الحسينُ، وأُدخِلنا الكوفة، فلقينا رجلٌ، فأدخَلَنا منزله، فألحفَنا، فنِمتُ، فلم أستيقظ إلا بحِسِّ الخيل في الأزِقَّة، فحُمِلنا إلى يزيد، فدمعتْ عينُه حين رآنا، وأعطانا ما شئنا..."**. (سير أعلام النبلاء ۳/۳۲۰. وتاريخ الإسلام للذهبي ۵/۲۰، ورجال هذا الإسناد بين الثقة والصدوق)

خود ابو مخنف جس کے بارے میں ابن عدی نے "شیعی محترق" (جلا بھنا شیعہ) لکھا ہے۔ اور جس سے طبری نے بہت کثرت سے ہر رطب و یابس کو لیا ہے، اس کی روایت میں ہے کہ یزید، زین العابدین اور ان کے بھائی عمر بن الحسین کو کھانے کے وقت ساتھ میں بٹھاتے، اس طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کا اکرام کیا۔

"وكان يزيد لا يتغدَّى ولا يتعشَّى إلا ومعه علي بن الحسين، وأخوه عمر بن الحسين... ولما ودَّعهم يزيد قال لعلي بن الحسين: قبح الله ابن سمية، أما والله لو أني صاحب أبيك ما سألني خصلة إلا أعطيته إياها، ولدفعت الحتفَ عنه بكل ما استطعت ولو

Darul Uloom Zakariyya South Africa

بهلاك بعض ولدي، ولكن الله قضى ما رأيت، ثم جهَّزه وأعطاه مالا كثيرًا وكساهم وأوصى بهم ذلك الرسول، وقال له: كاتبني بكل حاجة تكون لك". (البداية والنهاية ۱۹۵/۸، تاريخ الطبري ٤٦٢/٥)

اس روایت میں ابن سمیہ یعنی عبید اللہ بن زیاد کو شہادتِ حسین کا ذمہ دار بنانا درست نہیں۔ متعدد حوالوں سے ثابت ہے کہ یہ کام خود شیعوں نے کیا۔ شامی فوج کوفہ کی حفاظت پر مامور تھی، یزید نے عبید اللہ بن زیاد سے یہ کہا تھا کہ سرحدوں کی حفاظت کیجئے۔

اسی طرح خود ابو مخنف کی روایت میں ہے: "فقال النعمان بن بشير: يا أمير المؤمنين اعمل معهم كما كان يعمل معهم رسولُ الله صلى الله عليه وسلم لو رآهم على هذه الحال، فرقّ عليهم يزيد وبعث بهم إلى الحمام وأجرى عليهم الكساوي والعطايا والأطعمة، وأنزلهم في داره". (البداية والنهاية ۱۹٦/۸)

مشہور مورخ ابو العرب تمیمی نے صحیح سند کے ساتھ نعمان بن بشیر سے روایت کیا ہے: "قال النعمان بن بشير: يا أمير المؤمنين اصنع بهم ما كان يصنع بهم رسولُ الله صلى الله عليه وسلم لو رآهم بهذه الهيئة. فقالت فاطمة بنت الحسين: يا يزيد، بنات رسول الله سبايا، قال: فبكى حتى كادت نفسه تخرج، وبكى أهل الدار حتى علت أصواتهم، ثم قال: خلوا عنهم واذهبوا بهم إلى الحمام فاغسلوهم واضربوا عليهم القباب، ففعلوا، وأمال عليهم المطبخ وكساهم وأخرج لهم جوائز كثيرة...". (كتاب المحن، ص ۱۳۵)

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یزید کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل سمجھنا حماقت کی انتہا ہے: "وقد أفتى الإمام أبو حامد الغزالي رحمه الله تعالى... ومن زعم أن يزيد أمر بقتل الحسين أو رضي به فينبغي أن يعلم به غاية حماقة". (وفيات الأعيان ۲۸۸/۳. مرآة الجنان ۱۳۵/۳)

امام غزالی احیاء علوم الدین میں لکھتے ہیں کہ یہ ثابت نہیں کہ یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دیا تھا۔ امام غزالی لکھتے ہیں: "هل يجوز لعن يزيد؛ لأنه قاتل الحسين بن علي أو آمر به؟ قلنا: هذا لم يثبت أصلا، فلا يجوز أن يقال: إنه قتله أو أمر بقتله ما لم يثبت ذلك فضلاً عن اللعنة؛ لأنه لا تجوز نسبة مسلم إلى كبيرة من غير تحقيق". (إحياء علوم الدين ٤٨٨/٥. وانظر: فتاوى الرملي على هامش فتاوى الفقهية الكبرى (٣٣٤/٤). و الفتاوى الحديثية لابن حجر الهيتمي (١٩٣/٢).

اور ابن خلکان وفیات الاعیان میں لکھتے ہیں: "سُئِل (أبو حامد الغزالي) عمن صرح بلعن

Darul Uloom Zakariyya South Africa

يزيد: هل يحكم بفسقه، أم هل كان ذلك مرخصا فيه؟ وهل كان مريدًا قتل الحسين رضي اللّٰه عنه، أم كان قصده الدفع؟ وهل يسوغ الترحم عليه، أم السكوت عنه أفضل؟... فأجاب: لا يجوز لعن المسلم أصلا، ومن لعن مسلمًا فهو الملعون، وقد قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: "المسلم ليس بلعَّان"، وكيف يجوز لعن المسلم ولا يجوز لعن البهائم، وقد ورد النهي عن ذلك، وحرمة المسلم أعظم من حرمة الكعبة بنص النبي صلى اللّٰه عليه وسلم. ويزيد صحَّ إسلامه، وما صح قتله الحسين رضي اللّٰه عنه، ولا أمره، ولا رضاه بذلك، ومهما لم يصح ذلك منه لا يجوز أن يظن ذلك به، فإن إساءة الظن بالمسلم أيضًا حرام، وقد قال تعالى: ﴿اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾... ومن زعم أنَّ يزيد أمر بقتل الحسين رضي الله عنه، أو رضي به فينبغي أن يعلم به غاية حماقة، فإن من قتل من الأكابر والوزراء والسلاطين في عصره لو أراد أن يعلم حقيقة من أمر بقتله ومن الذي رضي به ومن الذي كرهه لم يقدر على ذلك، وإن كان قد قتل في جواره وزمانه وهو يشاهده، فكيف لو كان في بلد بعيد وزمن قديم قد انقضى، فكيف يعلم ذلك فيما انقضى عليه قريب من أربع مئة سنة في مكان بعيد، وقد تطرف التعصب في الواقعة فكثرت فيها الأحاديث من الجوانب، فهذا أمر لا تعرف حقيقته أصلا، وإذا لم يعرف وجب إحسان الظن بكل مسلم يمكن إحسان الظن به". (وفيات الأعيان لابن خلكان ۲۸۸/۳. وفوات الوفيات لصلاح الدين محمد بن شاكر ۳۲۹/٤)

ہاں علامہ ابن جوزی نے لعنت کے جواز میں رسالہ بنام "الرد على المتعصب العنيد المانع عن لعن يزيد" لکھا ہے۔ کچھ مدت پہلے پاکستان سے اس کا اردو ترجمہ بعض علما کے اہتمام سے شائع ہوا۔

فتاوی ابن الصلاح میں مرقوم ہے: "رجل يعتقد أن يزيد بن معاوية رضى اللّٰه عنه أمر بقتل الحسين بن علي رضي اللّٰه عنهما واختار ذلك ورضيه طوعا منه لا كرها...؟ أجاب رضي اللّٰه عنه: لم يصح عندنا أنه أمر بقتله رضي اللّٰه عنه، والمحفوظ أن الآمر بقتاله المفضي إلى قتله كرمه اللّٰه إنما هو عبيد اللّٰه بن زياد والي العراق إذ ذاك". (فتاوى ابن الصلاح ۲۱٦/۱)

عثمان الخمیس لکھتے ہیں: "لم يكن ليزيد يد في قتل الحسين وليس هذا دفاعًا عن يزيد، ولكنه دفاع عن الحق. يزيد أرسل عبيد اللّٰه بن زياد ليحول بين الحسين والوصول إلى الكوفة، ولم يأمر عبيد اللّٰه بقتله، بل الحسين نفسه كان حسن الظن بيزيد حتى قال: دعوني

Darul Uloom Zakariyya South Africa

أذهب إلى يزيد فأضع يدي في يده. (حقبة من التاريخ، ص ۱۱۹)

بلکہ محمد ابوالیسر عابدین الشامی نے لکھا ہے: میں چیلنج دیتا ہوں کہ کوئی صحیح سند کے ساتھ ثابت کرے کہ یزید نے حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دیا، یا اس پر راضی ہوا۔ **أقول وهذا لعمري ما نلقى الله عليه. وإني أتحدّى كل من ينقل بثبت صحيح عنه أنه أمر أو رضي بقتل الحسين.** (أغاليط المورخين، ص ۱۰۹)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے کوفہ کے روافض تھے، نہ کہ اہل شام:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں مذکور ہے کہ عراق کے لوگوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ذباب (مکھی) کے بارے میں پوچھا کہ اگر محرم مکھی کو مار دے تو کیا حکم ہے؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "**يا أهل العراق، تسألوني عن محرمٍ قتل ذبابًا، وقد قتلتم ابن بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم**". (مسند أحمد، رقم: ٦٤٠٦، وإسناده صحيح على شرط مسلم).

اور صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "**أهل العراق يسألون عن الذباب، وقد قتلوا ابن بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم**". (صحيح البخاري، رقم: ۳۷۵۳)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والے اہلِ عراق ہیں۔ حکومت اگر قاتل ہوتی تو شام کا ذکر ہوتا؛ مگر عراق کا ذکر ہے۔

شیعوں کا خود اپنا اقرار کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے کوفہ کے غدار شیعہ تھے:

نیز اس کا تذکرہ خود شیعہ کی کتابوں میں بھی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے اہل کوفہ تھے:

۱- کاظم احسائی نجفی شیعی لکھتا ہے: "**إن الجيش الذي خرج لحرب الإمام الحسين عليه السلام ثلاث مائة ألف كلهم من أهل الكوفة**". (عاشوراء، ص ۸۹)

۲- مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے: "**وكان جميع من حضر مقتل حسين من العساكر وحاربه وتولى قتله من أهل الكوفية خاصة، لم يحضرهم شامي**". (مروج الذهب ۳۷۵/۱)

۳- اسی طرح ابوبکر جوہری اور عبداللہ البحرانی شیعی نے لکھا ہے: "**وتولى قتله من أهل الكوفة خاصة، لم يحضرهم شامي**". (السقيفة وفدك للجوهري ۱۱۹/۳. العوالم لعبد الله البحراني ۱۲۱/۲)

۴- شیعی مورخ یعقوبی اپنی تاریخ میں لکھتا ہے: "**لما دخل علي بن الحسين الكوفة رأى نساءَها يبكين ويصرخن فقال: هؤلاء يبكين علينا فمن قتلنا؟**" (تاريخ اليعقوبي ۲۳۵/۱)

Darul Uloom Zakariyya South Africa

۵- احتجاج طبرسی میں یوں لکھا ہے کہ جب زین العابدین خواتین کو کربلا سے لائے تو اہل کوفہ کی عورتیں نوحہ کررہی تھی، گریبان پھاڑ رہی تھیں اور مرد بھی رو رہے تھے۔ زین العابدین کو بیماری نے ضعیف کردیا تھا؛ اس لیے کمزور آواز سے بولے: یہ لوگ ہم پر رو رہے ہیں، ان کے علاوہ ہمیں کس نے قتل کیا؟!

"لما أتى علي بن الحسين زين العابدين بالنسوة من كربلاء، وكان مريضًا، وإذا نساء أهل الكوفة ينتدبن مشققات الجيوب، والرجال معهن يبكون. فقال زين العابدين بصوت ضئيل وقد نهكته العلة: إن هؤلاء يبكون علينا فمن قتلنا غيرهم". (الاحتجاج للطبرسي ٤١/٢)

٦- حسین بن احمد نجفی شیعی لکھتا ہے: **"قال القزويني: ومما نقم على أهل الكوفة أنهم طعنوا الحسن بن علي عليهما السلام، وقتلوا الحسين عليه السلام بعد أن استدعوه".** (تاريخ الكوفة، ص١١٣)

۷- ابومنصور طبرسی شیعی لکھتا ہے کہ علی بن الحسین زین العابدین نے اہل کوفہ کو مخاطب کرکے فرمایا: **" هل تعلمون أنكم كتبتم إلى أبي وخدعتموه، وأعطيتموه من أنفسكم العهد والميثاق والبيعة، ثم قاتلتموه وخذلتموه بأي عين تنظرون إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يقول لكم: قتلتم عترتي وانتهكتم حرمتي فلستم من أمتي".** (الاحتجاج للطبرسي ٣٢/٢)

۸- طبرسی دوسری جگہ لکھتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ پر بددعا کرتے ہوئے فرمایا: **"اللّٰهم إن متعتهم إلى حين ففرقهم فرقا، واجعلهم طرائق قددا، ولا ترض الولاة عنهم أبدا، فإنهم دعونا لينصرونا ثم عدوا علينا فقتلونا".** (إعلام الورى بأعلام الهدى ٢٦٤/٢)

۹- طبرسی نے ایک اور جگہ لکھا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **"لكنكم استسرعتم إلى بيعتنا كطيرة الدباء، وتهافتم كتهافت الفراش، ثم نقضتموها سفهًا وبعدًا وسحقا لطواغيت هذه الأمة وبقية الأحزاب ونَبَذَةِ الكتاب، ثم أنتم هؤلاء تتخاذلون عنا وتقتلوننا، ألا لعنة الله على الظالمين".** (الاجتجاج ٢٤/٢)

"دباء" چھوٹی ٹڈی کو اور "فراش" پروانے کو کہتے ہیں۔

۱۰- طبرسی ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ الحر بن یزید جو امام حسین کے اصحاب میں سے تھا اس نے کربلا میں کھڑے ہوکر کہا: **"يا أهل الكوفة لأمكم الهبل والعبر أدعوتم هذا العبد الصالح حتى إذا جاء كم أسلمتموه وزعمتم أنكم قاتلوا أنفسكم دونه ثم عدوتم عليه لتقتلوه، واحطتم به من كل جانب لتمنعوه التوجه في بلاد الله العريضة فصار كالأسير في أيديكم".** (إعلام الورى بأعلام

Darul Uloom Zakariyya South Africa

الهدى ۲/۲۵۵. لواعج الأشجان، ص ۱۷۰)

"لأمكم الهبل" یعنی تباہی اور سازشوں نے تم کو جمع کیا۔

۱۱- متعدد شیعہ مورخین نے لکھا ہے کہ زین العابدین رحمہ اللہ نے اہل کوفہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"أيها الناس من عرفني فقد عرفني، ومن لم يعرفني فأنا علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب... أيها الناس ناشدتكم بالله هل تعلمون أنكم كتبتم إلى أبي وخدعتموه، وأعطيتموه من أنفسكم العهود والميثاق والبيعة، وقاتلتموه وخذلتموه فتبا لكم لما قدتم لأنفسكم وسوأة لرأيكم بأية عين تنظرون إلى رسول الله إذ يقول لكم: قتلم عترتي وانتهكتم حرمتي فلستم من أمتي". (مقتل الحسين لعبد الرزاق مقرم، ص۳۱۶-۳۱۷. الاحتجاج للطبرسي ۲/۳۲. لواعج الأشجان لمحسن الأمين، ص۲۶۵. نور العين في مشهد الحسين لأبي إسحاق الاسفرائيني، ص۸۶. مثير الأحزان لابن نما الحلي، ص۷۶. اللهوف لابن طاووس الحسيني، ص۹۱. العوالم لعبد الله البحراني، ص۲/۲۱۹)

۱۲- علی الاحمدی المیانجی شیعی لکھتا ہے کہ حضرت زینب بنت علی رضی اللہ عنہما جو واقعہ کربلا میں موجود تھیں اہل کوفہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتی ہیں: **"ويلكم يا أهل الكوفة! أي كبد لرسول الله فريتم ؟ وأي كريمة له أبرزتم؟ وأي دم له سفكتم؟ وأي حرمة له انتهكتم؟"**. (مواقف الشيعة لعلي الأحمدي ۳/۱۴۱. الأمالي للطوسي ۱ /۱۰۵)

۱۳- شیعی مورخ محسن الامین لکھتا ہے: **"ثم بايع الحسين من أهل العراق عشرون ألفًا غدروا به وخرجوا عليه وبيعته في أعناقهم فقتلوه"**. (أعيان الشيعة ۱/۲۶)

۱۴- ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما اہل کوفہ پر بددعا کرتے ہوئے کہتی ہیں: **"يا أهل الكوفة سوأة لكم ما لكم خذلتم حسينًا وقتلتموه وانتهبتم أمواله وورثتموه وسبيتم نسائه ونكبتموه، فتبًّا لكم وسحقا، ويلكم أتدرون أي دواه دهتكم، وأي وزر على ظهوركم حملتم، وأي دماء سفكتموها، وأي كريمة أصبتموها، وأي صبية سلبتموها، وأي أموال انتهبتموها؟ قتلتم خير رجالات بعد النبي صلى الله عليه وسلم، ونزعتِ الرحمة من قلوبكم"**. (اللهوف لابن طاووس، ص۹۱. وانظر: مقتل الحسين للمقرم، ص ۳۱۶. ولواعج الأشجان لمحسن الأمين، ص۱۵۷. ومقتل الحسين لمرتضى عياد، ص۸۶).

۱۵- طبرسی، مفید اور ابومخنف وغیرہ شیعی علما لکھتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جب اپنے شیعوں کی غداری وبدعہدی کو دیکھا اور انھیں اپنے قتل پر مصر پایا تو ان پر بددعا کرتے ہوئے فرمایا: **" اللّٰهم إن متعتهم إلى حين**

Darul Uloom Zakariyya South Africa

فـفرقهم فرقا، واجعلهم طرائق قددا، ولا ترض الولاة عنهم أبدا، فإنهم دعونا لينصرونا ثم عدوا علينا فقتلونا". (الإرشاد للمفيد ۱۸۵/۳. إعلام الورى للطبرسي ۲٦٤/۲. مقتل الحسين لأبي مخنف ۲۹۱/۱)

۱٦- کاظم احسائی نجفی شیعی لکھتا ہے: "**إن الـجيـش الـذي خـرج لـحرب الإمام الحسين عليه السـلام ثـلاث مـائة ألف كـلهم من أهل الكوفة ليس فيهم شاميٌّ ولا حجازي ولا هندي ولا باكستاني ولا سوداني ولا مصري ولا إفريقي، بل كلهم من أهل الكوفة قد تجمعوا من قبائل شتى**". (عاشوراء، ص۸۹)

۱۷- حسین کورانی شیعی لکھتا ہے: "**ونـجـد موقفًا آخر يدل على نفاق أهل الكوفة، يأتي عبد الله بن حوزة التميمي يقف أمام الإمام الحسين عليه السلام ويصيح أفيكم حسين؟ وهذا من أهـل الـكـوفة وكـان بـالأمـس مـن شيعة عليٍّ عليه السلام، ومن الممكن أن يكون من الذين كتبوا للإمام ... ثم يقول: يا حسين أبشر بالنار**". (في رحاب كربلاء، ص٦١)

شیعہ کتب کی مذکورہ عبارات سے یہ بات واضح ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے کوفہ کے شیعہ ہیں، جنھوں نے آپ کو بے شمار خطوط لکھ کر بلوایا اور پھر خود ہی ان کو شہید کیا۔ یہ عبارات "**المرأ يُؤخَذ بإقراره**" کے قبیل سے ہیں۔ اور شامی لشکر پر قتل کا الزام ابومخنف جیسے اہل سنت کے دشمن کا دعوی ہے۔

روافض کا اپنا اقرار ہے کہ منافقین کا مصداق شیعہ ہیں:

اللہ تعالی نے قرآن کریم میں منافقین کی مذمت میں بہت ساری آیات اور ایک مستقل سورہ منافقین نازل فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں منافقین میں سب سے نمایاں نام عبداللہ بن ابی بن سلول کا تھا۔ ان منافقین کے بارے میں قرآن کریم نے دوسرے کافروں کے مقابلے میں درک کے عذاب کی وعید سنائی۔ منافقین ان کو کہتے ہیں جو کفر کو چھپاتے تھے اور اسلام کو ظاہر کرتے تھے اور اسلام کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ روافض کا اپنا اقرار ہے کہ منافقین کا مصداق شیعہ ہیں۔ رجال الکشی میں جعفر صادق سے مروی ہے: "**مـا أنـزل الـلّـه سبـحـانـه آيةً فـي المنافقين إلا وهي فيمن ينتحل التشيع**". (رجال الكشي، ص۲٥٤)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے شیعوں کے بارے میں فرمایا: "**يـا أهـل الـعـراق إنـه سـخـى بنفسي عنكم ثلاث: قتلكم أبي، وطعنكم إياي، وانتهابكم متاعي**". (رجال الكشي، ص۱٤۲)

"**وسل أحدهم معوله وطعن به الإمام الحسن**". (رجال الكشي، ص۱۳۱).

فبـويـع الـحسـن ابـنـه وعـوهـد، ثم غدر به وأسلم، ووثب عليه أهل العراق حتي طعن

Darul Uloom Zakariyya South Africa

بخنجر في جنبه". (أعيان الشيعة ۱/۲٦)

قاتلانِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ شیعہ تھے:

گزشتہ صفحات میں ''مختصر واقعۂ کربلا'' کے تحت شیعہ کتب کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے شیعہ تھے۔ کچھ عرصہ پہلے مولانا عبدالشکور حنفی مرزاپوری نے کتاب لکھی، جس کا پرانا نام ہے: ''قاتلانِ حسین کی نشاندہی''، اور نیا نام ہے: ''حضرت حسین کی شہادت کیسے ہوئی؟''۔ انھوں نے شیعوں کی کتابوں سے نقل کیا ہے کہ یہ کام شیعوں نے کیا تھا؛ اس لیے کہ وہ اتحاد بین المسلمین کے خلاف تھے۔

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کے والد ماجد مولانا کرم الدین صاحب نے اپنی کتاب ''آفتاب ہدایت ردّ رفض و بدعت'' کے صفحہ ۲۴ پر لکھا ہے: ''قاتلان امام حسین رضی اللہ عنہ شیعہ تھے۔ سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جو سلوک شیعہ نے کیا کتب شیعہ اس پر شاہد ہیں۔ کوفہ سے ہزاروں کی تعداد میں مراسلات بھیج کر امام علیہ السلام کو منگوایا۔ پہلے امام مسلم کو مع خورد سال بچوں کے شہید کیا، پھر امام حسین کو انہی شیعہ حضرات نے بیدردی سے قتل کیا؛ چنانچہ جلاء العیون اردو جلد ۱، صفحہ ۲۷۹ میں تصریح ہے: ''پس بیس ہزار مرد عراقی نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے بیعت کی اور جنھوں نے بیعت کی تھی خود انھوں نے شمشیر امام حسین پر کھینچی اور ہنوز بیعت ہائے امام حسین ان کی گردنوں میں تھیں کہ امام حسین کو شہید کیا۔ اس مسئلے کی تفصیل آگے آئے گی''۔

پھر آگے یہ عنوان لگایا کہ ''قاتلان امیر (علی المرتضی) رضی اللہ عنہ شیعہ ہی تھے''۔ اس کے بعد ایک نظم لکھی جس کے چند اشعار پیش خدمت ہیں:

ان کوفیوں نے کیسے دغا دی امیر رضی اللہ عنہ کو ❁ بن کر مرید قتل کیا اپنے پیر کو
پھر کردیا شہید جناب حسین کو ❁ ابن علی، رسول کے اس نور عین کو
بلوایا کس نے آپ کو لکھ کر مراسلات ❁ پھر کس نے ان سے روک لیا دجلہ وفرات
بھوکے پیاسے ماردیے اہل بیت سب ❁ بن کر مرید، پیر پہ ڈھایا تھا یہ غضب

(آفتاب ہدایت ردّ رفض و بدعت، ص ۲۲۵)

بعض حضرات کہتے ہیں کہ یزیدی فوج نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا؛ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حسن، حسین اور فاطمہ رضی اللہ عنہم کو دیکھ کر فرمایا تھا: جو تم سے جنگ کرے ان سے میری جنگ ہے اور جو تم سے صلح کرے ان سے میری صلح ہے۔ **عن أبي هريرة قال: نظر النبي صلى الله عليه وسلم إلى علي والحسن والحسين وفاطمة فقال: "أنا حرب لمن حاربكم، وسلم لمن سالمكم"**. (مسند أحمد، رقم: ۹٦۹۸)

Darul Uloom Zakariyya Jogeshwari

جواب: یزیدی فوج نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید نہیں کیا؛ بلکہ خود شیعوں کا اقرار ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے وہی کوفی شیعہ ہیں جنھوں نے بے شمار خطوط لکھ کر آپ کو کوفہ بلایا اور پھر خود ہی ان کے قتل کے درپے ہوگئے۔ تفصیل گزر چکی ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل بیت جب صاف صاف اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ ہمارے قاتل شیعہ ہیں اور شیعہ صاف لفظوں میں اس کا اقرار بھی کر رہے ہیں تو کوئی تیسرا شخص اس مسلمہ حقیقت کو کیونکر جھٹلا سکتا ہے؟!

نیز یہ حدیث صحیح نہیں۔ ملاحظہ ہو: **العلل المتناهية لابن الجوزي، ص ٢٦٨**. شیخ شعیب ارناوط اس حدیث کی تعلیق میں لکھتے ہیں: " **إسناده ضعيف جدًّا، فيه تليد بن سليمان اتفقوا على ضعفه، واتهم بالكذب**".

اس روایت کی ایک اور بھی سند ہے: **عن أسباط بن نصر، عن السدي، عن صبيح مولى أم سلمة، عن زيد بن أرقم، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال لفاطمة والحسن والحسين: "أنا حرب لمن حاربكم، وسلم لمن سالمكم"**. (سنن الترمذي، رقم: ٣٨٧٠. صحيح ابن حبان، رقم: ٦٩٧٧)

لیکن یہ سند بھی ضعیف ہے، اسباط بن نصر کے بارے میں ابن حجر لکھتے ہیں: " **صدوق كثير الخطأ يغرب**". (تقريب التهذيب) اور اسماعیل بن عبدالرحمٰن السدی کے بارے میں لکھتے ہیں: "**صدوق يهم ورمي بالتشيع**". (تقريب التهذيب) اور صبیح مولی ام سلمہ مجہول الحال ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں: "**ليس بمعروف**". (سنن الترمذي، رقم: ٣٨٧٠).

کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر یزید کے پاس لایا گیا؟

بعض تاریخی روایات میں آتا ہے کہ یزید کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لایا گیا اور یزید نے اس کے ساتھ بے ادبی کی۔

اس روایت کی کوئی اصل نہیں؛ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "**والصحيح أنه لم يبعث برأس الحسين إلى الشام**". (البداية والنهاية ١٦٥/٨)

نیز حضرت زین العابدین، حسن بن حسن اور عمرو بن حسن جو کربلا میں موجود تھے ان سے کوئی ایسی روایت نہیں ملتی۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ فرماتے ہیں: "**ولكنَّ بعضَ الناس روَى بإسناد منقطع "أن هذا النكت كان بحضرة يزيد بن معاوية". وهذا باطل؛ فإنَّ أبا برزةَ وأنس بن مالك كانا بالعراق لم يكونا بالشام، ويزيد بن معاوية كان بالشام لم يكن بالعراق حين مقتل الحسين، فمن نقل أنه نكت**

Darul Uloom Zakariyya South Africa

بالقضيب بحضرة هذين قدامه فهو كاذب قطعًا كذبًا معلومًا بالنقل المتواتر". (رأس الحسين ۱۹۹/۱. ومجموع الفتاوى ۴۷۰/۲۷)

اگر یزید قاتلِ حسین نہیں تو اس نے قاتلین کو سزا کیوں نہیں دی؟:

اشکال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ پھر قاتلین کو سزا کیوں نہیں دی گئی؟ اگر یزید قاتل نہ تھا تو اس کو قاتلوں کو سزا دینا چاہیے تھا؟

جواب: اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ چونکہ یہ فتنے کا موقع تھا اور فتنے کے موقع پر قاتلین کی تعیین کر کے سزا دینا مشکل ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو سزا دینا مشکل تھا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلانے والے قافلہ حسینی کے ساتھ تھے، جب ان کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یہ ارادہ معلوم ہوا کہ وہ یزید کی بیعت کے لیے تیار ہیں تو انھوں نے خانوادہ نبوت پر حملہ کر کے ان کو شہید کیا، تو ابن سعد کے لشکر کا دستہ جو کچھ فاصلے پر موجود تھا انھوں نے ان ساٹھ کوفیوں کو قتل کیا۔ حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں ان کوفیوں کے قتل کا ذکر کیا ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ ۱۹۱/۸، ط: دار الفکر)

اور خود شیعوں کی کتابوں میں موجود ہے کہ جب عبید اللہ بن زیاد کے پاس حضرت حسین کے قتل کا اقرار کرنے والا پہنچا تو انھوں نے اقراری قاتل کو قتل کرایا۔ (خلاصۃ المصائب، ص ۲۸۰ و ۴۲۷)

اور انساب الأشراف میں مذکور ہے کہ عبد اللہ بن جعفر کے دو بیٹوں نے بنی طی قبیلے کے ایک آدمی کے پاس پناہ لی، اس ظالم نے ان دونوں کو قتل کیا۔ جب عبید اللہ بن زیاد کو معلوم ہوا تو انھوں نے قاتل کے قتل اور اس کے گھر کو منہدم کرنے کا حکم صادر کیا۔ "**ولجأ ابنان لعبد اللّٰه بن جعفر إلى رجل من طيّئ فضرَب أعناقهما وأتى ابن زياد برء وسهما، فهمَّ ابن زياد بضرب عنقه، وأمر بداره فهدمتْ**". (أنساب الأشراف للبلاذري ۲۲۶/۳. وتاريخ الطبري ۳۹۳/۵. ورجال إسناد الطبري ثقات)

واقعۂ حرہ:

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو خلافت کے لیے تیار اور مضبوط کرنے کا ارادہ کیا تو اُن سے کہا کہ آپ اہلِ مدینہ کی فکر کریں کہ وہاں کچھ لوگ تمہاری بیعت سے انکار کریں گے اور اگر وہ قتال پر آمادہ ہوں تو ان کی سرکوبی کے لیے مسلم بن عقبہ کو بھیجنا۔

عبد اللہ بن حنظلہ مدینہ میں بڑا آدمی تھا اپنے آٹھ بیٹوں کے ساتھ یزید کے پاس آیا، یزید نے ان کی واپسی کے موقع پر اسے ایک لاکھ درہم دئے اور بیٹوں میں سے ہر ایک کو دس دس ہزار درہم دئے۔ مدینہ منورہ

Darul Uloom Zakariyya South Africa

جا کر اس نے یزید کی مخالفت شروع کر دی اور لوگوں میں یہ بات پھیلائی کہ یزید شراب پیتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا؛ جبکہ محمد بن حنفیہ کہتے ہیں: ''**رأيتُه مواظبًا على الصلاة، متحرِّيا للخير، يسأل عن الفقه، ملازمًا للسُّنة**''. (مختصر تاريخ دمشق لابن عساكر ۲۸/۲۸. البداية والنهاية ۲۳۳/۸. تاريخ الإسلام للذهبي ۲۷۴/۵: اس روایت کی سند آگے عنوان ''یزید عادل تھا یا فاسق؟'' کے تحت آرہی ہے۔)

یزید نماز کے پابند ہیں، خیر کے کاموں کو تلاش کرتے رہتے ہیں، احکام شرعیہ کے بارے میں پوچھتے رہتے ہیں، سنت نبویہ کے بالکل پابند ہیں۔

محمد بن الحنفیہ، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو بن العاص، براء بن عازب اور سہل بن سعد اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی بیعت پر قائم رہے۔ عبداللہ بن حنظلہ وغیرہ نے بیعت توڑ دی اور بنو امیہ کو مدینہ سے نکالنے لگے۔ جب یزید کو پتہ چلا تو مسلم بن عقبہ کو لشکر کے ساتھ بھیجا۔ مسلم بن عقبہ کے لشکر نے مدینہ پہنچ کر کیا کیا؟ اس کے بارے میں دو روایات ہیں:

(۱) جویریہ بن اسماء نے مشائخ مدینہ سے نقل کیا ہے کہ جب معاویہؓ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو انھوں نے یزید کو بلایا کہ ایک دن اہل مدینہ آپ کی مخالفت کریں گے، اگر ایسا ہوا تو ان کے مقابلے کے لیے مسلم بن عقبہ کو بھیج دیں کہ ان کی خیر خواہی کو میں جانتا ہوں، پھر حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد مدینہ سے ایک وفد آیا جس میں عبداللہ بن حنظلہ اور ان کے آٹھ بیٹے تھے، وہ ایک شریف اور عبادت گزار آدمی تھے۔ یزید نے ان کو ایک لاکھ درہم اور ان کے ہر ایک بیٹے کو دس دس ہزار درہم اور کپڑے اور سواریاں دیں۔ جب وہ مدینہ آئے تو لوگوں نے حالات دریافت کئے، عبداللہ نے کہا: میں ایسے شخص کے یہاں سے آیا ہوں کہ اگر میرے ساتھ صرف میرے بیٹے ہوں تو ان کو لے کر میں اس کے خلاف لڑوں گا۔ لوگوں نے کہا: ہم نے سنا ہے کہ انھوں نے آپ کو مال دیا۔ عبداللہ نے کہا: میں نے مال اس لیے قبول کیا کہ یزید کے مقابلے میں اس سے قوت حاصل کروں، پھر عبداللہ نے لوگوں کو ترغیب دی اور لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یزید کو معلوم ہوا تو مسلم بن عقبہ کو ان کی طرف بھیجا۔ حکامِ مدینہ نے راستے کے ہر پانی اور تالاب میں گندھک اور تیل ڈال دیا؛ لیکن اللہ تعالی نے بارش برسائی اور لشکر کو مدینہ تک ڈول سے پانی نکالنے کی ضرورت نہیں پڑی، بعد ازاں اہل مدینہ انبوہ کثیر کے ساتھ مقابلے کے لیے نکلے، اہل شام نے ان کو دیکھا تو ڈر گئے اور مسلم بھی خوف زدہ ہوئے، دریں اثنا اہل مدینہ قتال میں مشغول تھے کہ مدینہ کے وسط میں انھوں نے نعرہ تکبیر سنا، بنو حارثہ نے اہل شام کے لشکر کو مدینہ میں داخل کیا تو اہل مدینہ قتل کم ہوئے اور خندق میں کودنے سے زیادہ مر گئے اور شکست کھا گئے۔ عبداللہ بن حنظلہ اپنے ایک بیٹے پر تکیہ لگائے ہوئے سو رہے تھے اور خراٹے لے رہے تھے۔ بیٹے نے ان کو جگایا، انھوں نے اپنے بڑے بیٹے کو

آگے بڑھنے کا حکم دیا یہاں تک کہ بیٹا قتل ہوا، پھر مسلم بن عقبہ نے لوگوں کو یزید کی بیعت کی طرف بلایا۔

Darul Uloom Zakariyya South Africa

حدثني أحمد بن زهير قال: حدثنا أبي قال: حدثنا وهب بن جرير، قال: حدثنا جويرية بن أسماء، قال: سمعت أشياخ أهل المدينة يحدثون أن معاوية لما حضرته الوفاة دعا يزيد فقال له: إن لك من أهل المدينة يومًا، فإن فعلوا فارمهم بمسلم بن عقبة، فإنه رجل قد عرفت نصيحته، فلما هلك معاوية وفد إليه وفد من أهل المدينة وكان ممن وفد عليه عبد الله بن حنظلة بن أبي عامر، وكان شريفًا فاضلًا سيدًا عابدًا، معه ثمانية بنين له، فأعطاه مئة ألف درهم، وأعطى بنيه لكل واحد منهم عشرة آلاف سوى كسوتهم وحملاتهم، فلما قدم المدينة عبد الله بن حنظلة أتاه الناس فقالوا: ما وراءك ؟ قال: جئتكم من عند رجل والله لو لم أجد إلا بني هؤلاء لجاهدته بهم، قالوا: قد بلغنا أنه أجداك وأعطاك وأكرمك، قال: قد فعل، وما قبلت منه إلا لأتقوى به، وحضض الناس فبايعوه، فبلغ ذلك يزيد ، فبعث مسلم بن عقبة إليهم، وقد بعث أهل المدينة إلى كل ماء بينهم وبين الشام، فصبوا فيه زقا من قطران وعور، فأرسل الله السماء عليهم، فلم يستقوا بدلو حتى وردوا المدينة، فخرج إليهم أهل المدينة بجموع كثيرة، وهيئة لم ير مثلها، فلما رآهم أهل الشام هابوه وكرهوا قتالهم، ومسلم شديد الوجع، فبينما الناس في قتالهم إذ سمعوا التكبير من خلفهم في جوف المدينة وأقحم عليهم بنو حارثة أهل الشام، وهم على الجُدِّ، فانهزم الناس، فكان من أصيب في الخندق أكثر ممن قتل من الناس، فدخلوا المدينة، وحزم الناس، وعبد الله بن حنظلة مستند إلى أحد بنيه يغط نوما، فنبَّهه ابنه، فلما فتح عينيه فرأى ما صنع الناس أمَر أكبر بنيه، فتقدم حتى قتل، فدخل مسلم بن عقبة المدينة، فدعا الناس للبيعة على أنهم خول ليزيد بن معاوية، يحكم في دمائهم وأموالهم وأهليهم ما شاء". (تاريخ الطبري ٥/٤٩٥. تاريخ خليفة بن خياط ،ص ١٨٢. تاريخ دمشق ٥٨/١٠٥).

یہ روایت صحیح ہے، اس کے تمام راوی ثقہ ہیں:

۱- احمد بن زہیر کو ابن ابی حاتم نے صدوق، دارقطنی نے ثقہ مأمون لکھا ہے اور خطیب فرماتے ہیں: "**كان ثقةً عالمًا متقنًا حافظًا بصيرًا بأيام الناس**". (الجرح والتعديل ٢/٥٢. لسان الميزان ١/١٧٤. سير أعلام النبلاء ١١/٤٩٢)

۲- زہیر بن حرب کو حافظ ابن حجر نے "**ثقة ثبت**" کہا ہے اور امام مسلم نے ان سے ایک ہزار سے زائد

Darul Uloom Zakariyya South Africa

احادیث روایت کی ہیں۔(تقریب التهذیب)

۳-وہب بن جریر کو حافظ ابن حجر، علامہ ذہبی اور احمد بن عبداللہ العجلی وغیرہ نے ثقہ لکھا ہے۔(تقریب التهذیب. الکاشف ۲/۲۵۶. تهذیب الکمال ۳۱/۱۷۶)

۴-جویریہ بن اسماء صحیحین کے راوی ہیں اور امام احمد، دارقطنی، ابن حبان اور ذہبی وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔(تحریر تقریب التهذیب ۱/۲۲۶)

خلاصہ یہ ہوا کہ یہ روایت سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔اور اگر اشیاخ مدینہ میں کچھ جہالت بھی ہو تو پھر بھی یہ روایت ابومخنف، واقدی اور کلبی کی ان روایات سے بہتر ہے جن میں تین دن مدینے کے لوٹنے کا ذکر ہے اور مسجد نبوی میں اذان ونماز کی بندش اور قبر اطہر سے سعید بن مسیّب کے اذان سننے کا تذکرہ ہے، اور جن میں بے شمار خواتین کی عصمت دری کا ذکر ہے؛ بلکہ حجرہ مطہرہ میں ایک ہزار باکرہ لڑکیوں سے زنا کرنے اور خون صاف کرنے کے لیے قرآن کریم کے اوراق کے استعمال کرنے کا ذکر ہے۔نعوذ باللہ منہ۔

اگر یہ سب ناگفتہ بہ کام ہوتے تو ابن عمر رضی اللہ عنہ اس کے بعد شامی حکومت کی حمایت سے کیوں دست بردار نہیں ہوئے؟! ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کیوں یزیدی حکومت سے برارت ظاہر نہیں کی؟! محمد بن حنفیہ کیوں تادم آخر یزید کی حکومت کی حمایت پر کمر بستہ رہے؟! زینب بنت ام سلمہ کے دو بیٹے واقعہ حرہ میں شہید ہوئے، ایک بیٹا آگے بڑھ کر شہید ہوا اور دوسرا اتفاقاً شہید ہوا، اول الذکر پر انھوں نے افسوس کا اظہار کیا اور آخر الذکر کے بارے میں جنت کی امید ظاہر کی۔کمافی تاریخ الاسلام للذہبی ۵/۲۵۔

اور سنن ابی داود میں ہے کہ ابن صیاد جو دجالوں میں سے ایک دجال تھا یوم حرہ میں گم ہو گیا۔ظاہر ہے کہ شامی لشکر کے حملے میں قتل ہوا ہوگا اور کسی جگہ اس کا جسد پھینکا گیا ہوگا۔سنن ابی داود میں ہے: "**عن جابر قال: فقدنا ابن صياد يوم الحرة**". (سنن أبي داود، باب في خبر ابن الصائد، رقم: ٤٣٣٢) شعیب ارناؤوط لکھتے ہیں: إسناده صحيح (٦/٣٨٩)۔ابن صیاد ہوا میں تو نہیں اڑا، شامی لشکر نے اس کو جہنم رسید کیا۔

مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ ہزاروں کے قتل کی بات درست نہیں، کچھ لوگ قتل ہوئے اور کچھ خندق میں کودنے سے مر گئے۔

خلیفہ بن خیاط نے اپنی تاریخ میں اس واقعے میں ۳۰۶ مقتولین کی فہرست دی ہے؛ لیکن اس کی سند بیان نہیں فرمائی۔

(۲) ابومخنف، واقدی اور کلبی کی روایت ہے کہ دس ہزار آدمیوں کو قتل کیا گیا اور ایک ہزار عورتوں کو حاملہ بنا دیا گیا۔(البداية والنهاية ۸/۲۲۱. عمدة القاري ۱۷/۲۲۱، باب غزوة الحديبية)

الدولۃ الأموية (۱/۵۳۴-۵۳۵) محمد صلابی میں لکھا ہے کہ اس واقعہ میں عورتوں کی بے عزتی اوران کے ساتھ زنا کی روایت کوسب سے پہلے ابن جوزی نے اپنی کتاب "المنتظم" (۶/۱۵) اور "الرد على المتعصب العنيد المانع من ذم يزيد" (ص ۶۷) میں نقل کیا اوران سے سمہودی نے "وفاء الوفاء" (۱/۱۳۴) میں نقل کیا؛ لیکن اس کی اسانید قابل اعتبار نہیں۔ تفصیل وہاں دیکھ لیں۔

یہ بات اس لیے بھی صحیح نہیں کہ مدینہ منورہ کی کل آبادی شاید اس وقت دس ہزار نہ ہوگی۔ اور اگر اتنی بڑی تعداد میں زنا سے عورتوں کا حمل قرار پایا، تو پھر مدینہ کے اشراف کے نسب کا کیا ہوگا؟!

محمد بن طاہر البرزنجی تاریخ کی موضوع روایات کی علامات کے بیان میں لکھتے ہیں: "سابعًا: الأعداد المذكورة في الروايات المكذوبة مبالغ فيها جدًّا، فلو كان عدد الجيش ألف في الأصل لوجدت الألف صار عشرين ألف وهكذا، وكذلك تبالغ الروايات المكذوبة في إحصاء عدد القتلى، وعلى سبيل المثال لا الحصر فإن الروايات التي لاتصح عن واقعة الحرة تذكر أن أعداد القتلى كان بالآلاف، بينما لم يتجاوز عددهم الخمس مئة، أضف إلى ذلك فإن في متونها قصورًا وفجوات وهفوات ونكارات، فكيف بالآلاف القتلى في المدينة التي عرفت بجوِّها الحار ولم تكن يومها ثلاجات حفظ الموتى موجودة. أقول فكيف لم تتعفن هذه الجثث علمًا بأن هذه الروايات تذكر أن المدينة استبيحت ثلاثة أيام، وأن أهلها الباقون قد فروا إلى خارج المدينة، وهذا يعني أن آلاف الجثث قد تركت في الطرقات والأزقة، ولو كان ذلك صحيحًا لتفسخت الجثث وتفشت الأمراض وهلك البلاد والعباد، وكل ذلك لم يحصل، وذلك دليل آخر على كذب تلك المبالغات". (مقدمة صحيح وضعيف تاريخ الطبري، ص۵۸-۵۹)

صحیح روایات کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ شامی فوج کے لیے یزید کا حکم صرف یہی تھا کہ اصل سرپشندوں کے خلاف کاروائی کی جائے اور جو لوگ ان کے بہکاوے میں آگئے ہیں ان پر قابو پانے کے بعد انہیں معاف کردیا جائے اور جن لوگوں نے مخالفت میں حصہ نہیں لیا ہے ان سے تعرض نہ کیا جائے۔ علامہ ذہبی نے صحیح سند کے ساتھ علی بن حسین زین العابدین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب ہمیں یزید بن معاویہ کے پاس لایا گیا تو ہمیں دیکھ کر ان کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں، پھر انھوں نے ہمیں وہ سب کچھ دیا جو ہم نے چاہا، اور مجھ سے فرمایا: "إنه سيكون في قومك أمور، فلا تدخل معهم في شيئ، فلما كان من أهل المدينة ما كان، كتب مع مسلم بن عقبة كتابًا فيه أماني، فلما فرغ مسلم

Darul Uloom Zakariyya South Africa

من الحرة بعث إليَّ، فجئته، وقد كتبت وصيتي، فرمى إلي بالكتاب، فإذا فيه: استوص بعلي بن الحسين خيرًا، وإن دخل معهم في أمرهم فأمنه واعف عنه، إن لم يكن معهم فقد أصاب وأحسن". (سير أعلام النبلاء ٣/ ٣٢٠. وتاريخ الإسلام للذهبي ٥/ ٢٠، ورجال هذا الإسناد بين الثقة والصدوق)

طبرانی کی ایک روایت میں "**أسرف في القتل**" ہے کہ مسلم بن عقبہ نے بہت لوگوں کو قتل کیا۔ (المعجم الكبير للطبراني ١٤/ ١٨٢/ ١٤٨١٣)

لیکن یہ روایت چند وجوہ سے صحیح نہیں:

۱- اس کے ایک راوی عبدالرحمٰن بن عبدالملک الذماری کو ابوزرعہ نے منکر الحدیث اور ابوحاتم نے "لیس بالقوی" کہا ہے۔ (الجرح والتعدیل ۵/۳۵۶) اور امام احمد فرماتے ہیں: "**كان يصحف ولا يحسن يقرأ كتابه**". (تہذیب التہذیب ۶/۴۰۰) اور امام ذہبی لکھتے ہیں: "**كذبه الفلاس**". (المغنی فی الضعفاء)؛ لیکن ابوالفضل عراقی "ذیل میزان الاعتدال" (ص ۱۵۱) میں لکھتے ہیں کہ فلاس نے جس عبدالرحمٰن کی تکذیب کی ہے وہ ذماری نہیں، شامی ہے۔

۲- اس کی سند میں ہشام بن عروہ سے روایت کرنے والے قاسم بن معن عراقی ہیں۔ اور ہشام عراق جانے کے بعد جب اپنے والد کی سند سے روایت کرتے ہیں تو اس میں منقطع روایات بھی ہوتی ہیں۔ یعقوب بن شیبہ فرماتے ہیں: "**لم ينكر عليه شيء إلا بعد ما صار إلى العراق، فإنَّه انبسط في الرواية عن أبيه، فأنكر عليه أهل بلده، والذي يرى أنه هشامًا يُسَهَّل لأهل العراق أنه كان لا يحدث عن أبيه إلا بما سمعه، فكان تَسَهّله أنه أرسل عن أبيه مما كان يسمعه من غير أبيه عن أبيه**". شیخ شعیب ارناؤط اور بشار عواد لکھتے ہیں: "**وذكر مثل ذلك ابن خراش عن مالك**". (تحرير تقريب التهذيب ٤/ ٤١)

۳- اس کتاب کے محقق "أسرف في القتل" کی تعلیق میں لکھتے ہیں: "**كذا ورَد في هذه الرواية الضعيفة، وأسوأ منها: ما ذكرته المصادر التاريخية في قصة إرسال مسلم بن عقبة إلى المدينة، ومحاربته لأهلها الذين خلعوا بيعة يزيد: أن مسلم بن عقبة أباح المدينة لجنوده ثلاثة أيام؛ يقتلون، وينهبون، ويفجرون بالنساء، وهذا خبر كذب ليس له سند يثبت به، وإنما يرويه الأخباريون التالفون الهلكى؛ أمثال أبي مخنف لوط بن يحيى، وحاشا أهل ذلك العصر الذي هو خير القرون أن يقع بينهم مثل هذا الحدث العظيم وينتهي هكذا! ولو حصل مثل هذا الحدث لوجدنا الأسانيد تصيح به، ولا يبقى نقله محصورا في أبي مخنف خسفه الله في قعر جهنم**". (تعليق المعجم الكبير للطبراني ١٤/ ١٨٢)

Darul Uloom Zakariyya South Africa

الغرض واقعہ حرہ کے مقتولین کی تعداد کے بارے میں ایک روایت بھی سنداً صحیح نہیں، اور جن روایات میں تعداد دس ہزار بتلائی گئی ہے وہ ابومخنف اور واقدی جیسے کذاب راویوں کی من گھڑت اور موضوع روایات ہیں۔

بعض حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ واقعہ حرہ کے موقع پر یزیدی فوج کے ظلم کی وجہ سے مسجد نبوی میں تین دن تک نہ تو اذان ہوئی اور نہ اقامت ہوئی؛ چنانچہ سعید بن عبدالعزیز کا بیان ہے: "**لما كان أيام الحرة لم يؤذن في مسجد النبي صلى الله عليه وسلم ثلاثًا، ولم يقم، ولم يبرح سعيد بن المسيب من المسجد، وكان لا يعرف وقت الصلاة إلا بهمهمة يسمعها من قبر النبي صلى الله عليه وسلم**". (سنن الدارمي، رقم: ٩٤)

جواب: اس روایت کی سند منقطع ہے۔ حسین سلیم اسد اس روایت کی تعلیق میں لکھتے ہیں: "**رجاله ثقات، ولكن سعيد بن عبد العزيز أصغر من أن يدرك هذه الحادثة، أو يسمع من سعيد بن المسيب**".

یہ روایت طبقات ابن سعد (۱۳۲/۵، ط: دار صادر) میں سند متصل کے ساتھ موجود ہے؛ لیکن ابن سعد کے شیخ محمد بن عمر الواقدی متہم بالکذب والوضع ہیں۔

آیت کریمہ ﴿وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِنْ أَقْطَارِهَا﴾ کی تأویل واقعہ حرہ سے:

یعقوب بن سفیان بسوی نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ﴿وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِنْ أَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوْا الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا﴾ کی تفسیر واقعہ حرہ سے کی ہے۔ اور ﴿لَآتَوْهَا﴾ سے بنو حارثہ کا اہل شام کو مدینہ میں داخل کرنا مراد لیا ہے، اور داخل ہونے والوں پر فتنہ پردازی کا الزام لگایا ہے۔

"**وقد قال يعقوب بن سفيان: قال وهب بن جرير قال: جويرية حدثني ثور بن يزيد عن عكرمة عن ابن عباس قال: جاء تأويل هذه الآية على رأس ستين سنة: ﴿وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِنْ أَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوْا الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا﴾ قال: لآتوها يعني إدخال بني حارثة أهل الشام على أهل المدينة**. (كتاب المعرفة والتاريخ للبسوي ٤٢٦/٣. ودلائل النبوة للبيهقي ٤٧٣/٦-٤٧٤)

اس روایت کی سند کے ظاہر کو دیکھتے ہوئے حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۸۱/۱۳) میں اس کی تصحیح کی ہے؛ جبکہ اس روایت کے ایک راوی ثور بن یزید کی محدثین نے توثیق کے ساتھ ان کا قدریہ ہونا بھی لکھا ہے: "**قال ابن سعد: "كان ثقة في الحديث، ويقال إنه كان قدريا، وكان جده قتل يوم صفين مع معاوية فكان ثور إذا ذكر عليًّا قال: لا أحب رجلا قتل جدي". وقال عثمان الدارمي عن دحيم: "ثور بن يزيد ثقة، وما رأيتُ أحدًا يشك أنه قدري". وقال أحمد بن صالح: "ثور بن يزيد ثقة إلا أنه كان يرى القدر". وقال أبو مسهر وغيره: "كان الأوزاعي يتكلم فيه ويهجوه". وقال**

Darul Uloom Zakariyya South Africa

عبد اللّٰه بن أحمد عن أبيه: "ثور بن يزيد الكلاعي كان يرى القدر، كان أهل حمص نفوه لأجل ذلك". وقال أبو مسهر عن عبد اللّٰه بن سالم: "أدركت أهل حمص وقد أخرجوا ثور بن يزيد وأحرقوا داره لكلامه في القدر". وقال ابن معين: "ثور بن يزيد قدري". (راجع: تهذيب التهذيب ۳۳/۲)

حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں ان کے علاوہ اور بھی متعدد محدثین سے ثور بن یزید کا قدری ہونا نقل کیا ہے۔ اور قدریت اعتزال کی ایک شاخ ہے اور اعتزال شیعیت کی ایک شاخ معلوم ہوتی ہے۔

اس روایت کے دوسرے راوی عکرمہ پر ثقاہت کے باوجود خارجیت کا الزام ہے۔ قال علي بن المديني: كان عكرمة يرى رأي نجدة الحروري. (كتاب المعرفة والتاريخ للبسوي ۷/۲). دوسری جگہ لکھا ہے: "وكان عكرمه يرى رأي الإباضية". (كتاب المعرفة والتاريخ للبسوي ۱۲/۲) ذہبی نے لکھا ہے: "عكرمة مولى ابن عباس من أوعية العلم تكلموا فيه لرأيه لا لحفظه، اتهم برأي الخوارج، وثّقه غير واحد". (المغنى في الضعفاء للذهبي ۴۳۸/۲)

تہذیب الکمال میں ہے: "عن عطاء: كان عكرمة إباضيًّا". امام احمد بن حنبل کہتے ہیں: "كان يرى رأي الإباضية". یحییٰ بن معین کہتے ہیں: "إنما لم يذكر مالك بن أنس عكرمة؛ لأن عكرمة كان ينتحل رأي الصفرية". صفریہ خوارج کا فرقہ ہے۔ (تهذيب الكمال ۲۷۸/۲۰) اور خوارج بنوامیہ کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔

عکرمہ کے بارے میں تفصیلی کلام شعر نمبر ۳۸ میں گزر چکا ہے۔

نیز حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب یہ تفسیر سمجھ میں نہیں آتی؛ کیونکہ ماقبل آیات میں شوال ۵ر ہجری میں پیش آنے والے غزوہ خندق اور اس میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہونے والے منافقین کا ذکر ہے کہ وہ کفار و یہود کی بڑی تعداد کو دیکھ کر گھبرائے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واپس جانے کی اجازت مانگ رہے تھے۔ اللہ تعالی نے ان کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ منافقین تھوڑے سے خوف وگھبراہٹ کے ساتھ ایمان پر جم نہیں سکتے اور اگر دشمن چہار جانب سے مدینے میں داخل ہو جائیں اور ان سے کفر کا مطالبہ کریں تو یہ فوراً کفر کا اقرار کرلیں گے۔

آیات کریمہ ملاحظہ فرمائیں: ﴿يَأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَجُنُوْدًا لَمْ تَرَوْهَا... وَإِذْ يَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ إِلَّا غُرُوْرًا. وَإِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَأَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا

Darul Uloom Zakariyya South Africa

وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ إِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ إِنْ يُّرِيْدُوْنَ إِلَّا فِرَارًا. وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِنْ أَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوْا الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَا إِلَّا يَسِيْرًا. وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْأَدْبَارَ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا﴾. (الأحزاب:۹-۱۵)

یہی وجہ ہے کہ حضرت حسن، قتادہ، مجاہد اور عبدالرحمٰن بن زید وغیرہ سے ﴿دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ﴾ میں "ھم" ضمیر کا مرجع غزوہ خندق میں مسلمانوں سے ساتھ شریک ہونے والے منافقین ہیں، اور ﴿ثُمَّ سُئِلُوْا الْفِتْنَةَ﴾ میں فتنہ سے مراد کفر ہے۔ (الدر المنثور ۶/۵۸۰)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: "يخبر تعالى عن هؤلاء الذين يقولون ﴿إِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ إِنْ يُّرِيْدُوْنَ إِلَّا فِرَارًا﴾ أنهم لو دخل عليهم الأعداء من كل جانب من جوانب المدينة وقطرٍ من أقطارها، ﴿ثُمَّ سُئِلُوْا الْفِتْنَةَ﴾ وهي الدخول في الكفر لكفروا سريعًا، وهم لا يحافظون على الإيمان ولا يستمسكون به مع أدنى خوف وفزع. هكذا فسرها قتادة وعبد الله بن زيد وابن جرير. وهذا ذم لهم في غاية الذم". (تفسير ابن كثير ۶/۳۴۹)

اور امام سیوطی نے حضرت قتادہ سے ﴿وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ﴾ کی تفسیر میں لکھا ہے: "قال: كان ناس غابوا عن وقعة بدر ورأوا ما أعطى الله سبحانه أهل بدر من الفضيلة والكرامة قالوا: لئن أشهدنا الله قتالًا لنقاتلن فساق الله إليهم ذلك حتى كان في ناحية المدينة فصنعوا ما قص الله عليكم".

مذکورہ آیات اور ان کی تفاسیر سے واضح ہوگیا کہ آیت کریمہ کا مصداق غزوہ خندق میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہونے والے منافقین ہیں اور فتنہ سے مراد کفر ہے۔ اور واقعہ حرہ کے موقع پر اہل شام کو مدینہ میں داخل کرنے والے بنو حارثہ کے کفر کا کوئی بھی قائل نہیں، نہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور نہ ہی دوسرے حضرات۔ اور اگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک یزید کا لشکر فتنہ پرور تھا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے موقف سے رجوع کرنا چاہئے تھا؛ لیکن وہ یزید کی بیعت پر قائم رہے؛ بلکہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ لوگ مدینہ میں عبداللہ بن مطیع اور عبداللہ بن حنظلہ سے بیعت کر رہے ہیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس بیعت کو ہلاکت کی علامت قرار دیا؛ "فقيل له: استعملوا عبد الله بن مطيع على قريش، وعبد الله بن حنظلة على الأنصار، فقال (ابن عباس): أميران؟ هلك القوم". (تاريخ خليفة بن خياط، ص ۲۳۷)

اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ بنو حارثہ نے اطراف سے اہل شام کے لشکر کو مدینہ میں داخل کیا؛ لیکن پھر بھی مفسدین فساد اور فتنہ سے باز نہیں آئے؛ یہاں تک کہ شکست کھا گئے۔ تو یہ بھی آیت کا مصداق بن سکتا ہے۔

Darul Uloom Zakariyya South Africa

اہل مدینہ کو برباد کرنے والے کے لیے وعید:

اشکال: یزید پر واقعہ حرہ میں اہل مدینہ کے ہزاروں افراد کے قتل کا الزام لگایا گیا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو اہل مدینہ کے خلاف سازش کرے گا وہ اس طرح پگھل جائے گا جیسے پانی میں نمک پگھلتا ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **سمعتُ رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: "لا یکید أهل المدینة أحدٌ إلّا انْماعَ کما یَنماع المِلحُ في الماء"**. (صحیح البخاري، باب إثم من کاد أهل المدینة، رقم: ۱۸۷۷) یزید نے مدینہ والوں پر حملہ کیا تھا اور یہ حدیث اس کے لیے وعید ہے۔

جواب: چونکہ یزید اپنی خلافت کو تام اور مکمل سمجھتا تھا اور عبد اللہ بن مطیع اور عبد اللہ بن حنظلہ کو واجب الاطاعۃ سمجھتا تھا، اور ان دونوں نے سبائی سازش سے متاثر ہو کر یزید کی بیعت کو توڑا، یزید کے عامل اور بنو امیہ کو نکالا اور ان دونوں کے لشکر نے بنو امیہ کا محاصرہ کیا، بنو امیہ نے مروان بن حکم کے گھر میں پناہ لی؛ اس لیے یزید نے ان کے خلاف فوج کشی کی۔ اہلِ مدینہ کو ڈرانے کی ذمہ داری مدینہ کے ان لوگوں پر عائد ہوگی جنھوں نے پورے مدینے میں خوف ودہشت کا ماحول برپا کیا، یزید نے تو اس دہشت گردی اور شرانگیزی کے خاتمے کے لیے کاروائی کی تھی؛ لہٰذا اس حدیث کا مصداق وہی لوگ ہیں جو اصل دہشت گردی اور شرانگیزی کے ذمہ دار ہیں۔

اس میں ہزاروں کی تعداد کی ہلاکت کا واقعہ افسانہ ہے۔ یزید نے اپنی فوج سے کہا تھا کہ جب تک وہ لوگ قتال کا اقدام نہ کریں آپ قتال نہ کریں۔ أغالیط المورخین میں ہے: **"وأمر یزید قائده مسلم بن عقبة أن یجعل طریقه علی المدینة وأن لا یحاربهم إلا أن یحاربوا، فخرج أهل المدینة لحربه، فظفر بهم"**. (أغالیط المؤرخین لأبي الیسر ابن عابدین، ص۹۸)

نیز یزید کی ولیعہدی سنہ ۵۶ھ میں ہے اور واقعہ حرہ سنہ ۶۳ھ میں ہوا۔ اتنی مدت اہل مدینہ کے خلاف کوئی اقدام نہیں ہوا؛ لیکن جب مفسدین کے اشارے پر بیعت توڑ دی گئی اور بنو امیہ کے خلاف اقدامات کیے گئے تو یزیدی فوج حرکت میں آ گئی؛ اس لیے مدینہ میں فساد برپا کرنے کا ذمہ دار وہ ٹولہ ہے جس نے بیعت توڑنے کی تحریک شروع کی تھی۔

ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں اس واقعہ کی تفصیل تحریر فرمائی اور اس کا خلاصہ مفتی تقی عثمانی صاحب نے تکملہ فتح الملہم میں نقل کیا ہے۔ ہم ان کی عبارت نقل کرتے ہیں: **"قال ابن کثیر رحمه اللّٰه: فعصاه الناس فلم یسمعوا منه، فانصرف، وکان الأمر واللّٰه کما قال سواء، وولی الناس علی قریش عبد اللّٰه بن مطیع، وعلی الأنصار عبد اللّٰه بن حنظلة بن أبي عامر، ثم اجتمعوا علی إخراج عامل یزید من بین أظهرهم، وعلی إجلاء بني أمیة من المدینة، فاجتمعت بنو أمیة في دار**

Darul Uloom Zakariyya South Africa

مروان بن الحكم، وأحاط بهم أهل المدينة يحاصرونهم. واعتزل الناس علي بن الحسين زين العابدين، وكذلك عبد الله بن عمر أنكر على أهل المدينة في مبايعتهم لابن مطيع وابن حنظلة على الموت، وكذلك لم يخلع يزيد أحد من بني عبد المطلب، وقد سئل محمد ابن الحنفية في ذلك فامتنع أشد الامتناع، وناظرهم وجادلهم في يزيد، ورد عليهم ما اتهموا يزيد به من شرب الخمر وتركه بعض الصلوات.

وكتب بنو أميه إلي يزيد بما هم فيه من الحصر والإهانة، والجوع والعطش، فبعث يزيد إليهم جيشًا في عشرة آلاف فارس، وقيل: اثني عشر، وقيل: خمسة عشر ألفا، ونهاه النعمان بن بشير رضي الله عنه عن ذلك، واقترح عليه أن يبعثه واليًا عليهم، فيكفيه إياهم، فلم يقبل منه يزيد ذلك، وقال لمسلم بن عقبة: ادع القوم ثلاثًا، فإن رجعوا إلى الطاعة فاقبل منهم وكف عنهم، وإلا فاستعن بالله وقاتلهم، وإذا ظفرت عليهم فأبح المدينة ثلاثا.

فنزل مسلم بن عقبة شرقي المدينة في الحرة، ودعا أهلها ثلاثة أيام، فأبوا إلا القتال، فاقتتلوا قتالا شديدًا، وقد قُتِل من الفريقين خلق من السادات والأعيان، حتي انهزم عبد الله بن مطيع ومن معه، فأباح مسلم بن عقبة المدينة ثلاثة أيام كما أمره يزيد، وقتل خلقًا من أشرافها وقراءِ ها، وانتهب أموالا كثيرة منها، ووقع شر عظيم وفساد عريض.

هذا ملخص ما في البداية والنهاية لابن كثير ٨: ٢١٦ إلى ٢٢٠، والله سبحانه وتعالى أعلم". (تكملة فتح الملهم ٣/٣٤٩-٣٥٠)

مذکورہ عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ یزید نے مدینہ میں موجود بنو امیہ کو محاصرے سے نجات دلانے اور اپنے خلاف بغاوت کرنے والوں کو طاعت پر لانے کے لیے مسلم بن عقبہ کو بھیجا تھا؛ لیکن جب مدینہ میں بغاوت کرنے والوں نے طاعت سے انکار کیا اور قتال پر مصر رہے تو مسلم بن عقبہ نے جواباً ان سے قتال کیا اور مسلم بن عقبہ کامیاب ہوئے۔

البتہ ابن کثیر کی یہ عبارت "فأباح مسلم بن عقبة المدينة ثلاثة أيام" تاریخ طبری سے ماخوذ ہے، جس کا راوی ابومخنف کذاب ہے۔ قال الطبري: "قال هشام عن أبي مخنف: فلما انهزم الناس مال عليهم يضربهم بسيفه... وأباح مسلم المدينة ثلاثا يقتلون الناس ويأخذون الأموال". (تاريخ الطبري ٥/٤٩١)

تاریخ طبری کے محقق محمد بن طاہر البرزنجی لکھتے ہیں: "لم نجد رواية تاريخية صحيحة تؤكد أن

Darul Uloom Zakariyya South Africa

يزيد بن معاوية أمر باستحلال المدينة لثلاثة أيام، أو أن جيش الشام استحل المدينة لثلاثة أيام". (تعليق صحيح تاريخ الطبري ٨٦/٤، ط: دار ابن كثير)

ابن کثیر نے خود اس بات کی صراحت کی ہے کہ تاریخ کی جو روایات انھیں ابومخنف کے علاوہ کسی اور سے نہ مل سکیں ان روایات کو انھوں نے ابن جریر پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی کتاب ''البدایہ والنہایہ'' میں درج کر دیا ہے:

" **وللشيعة الرافضة في صفة مصرع الحسين كذب كثير وأخبار باطلة، وفيما ذكرنا كفاية، وفي بعض ما أوردناه نظر، ولولا أن ابن جرير وغيره من الحفاظ والأئمة ذكروه ما سُقْتُه، وأكثره من رواية أبي مخنف لوط بن يحيى، وقد كان شيعيًّا، وهو ضعيف الحديث عند الأئمة**". (البداية والنهاية ٢٠٢/٨)

اباحت مدینہ سے متعلق مذکورہ عبارت کو ابن سعد نے بھی اپنی طبقات (۵۰/۳) میں اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۳۵۰/۳۹) میں مجاہد سے بلا سند نقل کیا ہے۔ اور بعد کے لوگوں میں سے اکثر نے طبقات ابن سعد اور بعض نے تاریخ طبری اور بعض نے بلا کسی حوالے کے ذکر کیا ہے۔ ان تینوں کتابوں کے علاوہ کتب حدیث، کتب تاریخ وتراجم، طبقات وسیر، اسی طرح فتن کے موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں بھی اس کا ذکر نہیں ملتا۔

ابن قتیبہ دینوری کی طرف منسوب کتاب الإمامۃ والسیاسۃ میں ہے: "**فأرسل (مسلم بن عقبة) إلى أهل المدينة : إن أمير المؤمنين يقرأ عليكم السلام، ويقول لكم: أنتم الأصل والعشيرة والأهل، فاتقوا الله واسمعوا وأطيعوا، فإن لكم عندي في عهد الله وميثاقه في كل سنة عطاء في الصيف وعطاء في الشتاء، ولكم عندي عهد الله وميثاقه أن أجعل سعر الحنطة عندكم كسعر الحنطة عندنا، والحنطة يومئذ سبعة آصع بدرهم، وأما العطاء الذي ذهب به عنكم عمرو بن سعيد فعليَّ أن أخرجه لكم، وكان عمرو بن سعيد قد أخذ أعطياتهم، فاشترى به عبيدًا لنفسه. فقالوا لمسلم: نخلعها كما نخلع عمائمنا، يعنون يزيد، وكما نخلع نعالنا. قال: فقاتلهم، وهزم الناسُ أهل المدينة**". ("الإمامة والسياسة" المنسوب إلى ابن قتيبة ١٤/٢، ط: دار الأضواء، بيروت، والراجح أنه مدسوس عليه. راجع: حاشية العواصم من القواصم لمحب الدين الخطيب، ص ٢٦١-٢٦٢)

تطویل سے بچنے کے لیے ترجمہ نہیں کیا گیا۔

اشکال میں جو حدیث پیش کی گئی ہے کہ اہل مدینہ کے خلاف سازش کرنے والا پگھلنے کے قابل ہے۔ یزید کے موقف کے حامی حضرات اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اہل مدینہ میں سے جو شخص قابل تعزیر یا قابل حد جرم کا ارتکاب کرے تو اس پر ہاتھ نہ ڈالا جائے؛ بلکہ اس سے مراد وہ منافقین ہیں جو اہل

Darul Uloom Zakariyya South Africa

مدینہ کے خلاف سازشوں میں ہمیشہ ملوث رہتے تھے، ان کو اللہ تعالی نے ایسا مٹا دیا جیسے پانی میں نمک کا نام ونشان نہیں رہتا۔ یا قربِ قیامت میں لوگوں کا بھاگنا مراد ہے۔

اور اگر اہل مدینہ کو ڈرانے کی روایت کی وجہ سے ہم کہیں کہ یزید فاسق تھا اور اس نے اہلِ مدینہ کو ڈرایا، تو اگر الزاماً کوئی خارجیت زدہ کہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو دار الخلافہ بنایا اور حدیث میں ہے "**لا تقوم الساعة حتّى تنفي المدينة شِرارَها كما ينفي الكير خبث الحديد**". (صحيح مسلم، باب المدينة تنفي شرارها، رقم: ۱۳۸۱).

جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو اس لیے دار الخلافہ بنایا کہ وہاں کے لوگ بظاہر ان کی اطاعت کرنے والے اور سننے والے تھے، نہ اس وجہ سے کہ اہل مدینہ اچھے نہیں۔

عمومات اور مبہمات سے استدلال صحیح نہیں۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب دجال کا زمانہ قریب آئے گا تو خراب لوگ مدینہ منورہ سے بھاگ جائیں گے اور دجال سے جا کر مل جائیں گے۔ اس کا مصداق حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں۔

امام سہیلی نے لکھا ہے: "**ولم يوافق على هذا الخلع أحد من أكابر الصحابة الذين كانوا فيهم**". (الروض الأنف ۲۵۳/۶)

اور عبد الملک بن حسین العصامی المکی (م: ۱۱۱۱ھ) فرماتے ہیں: "**ولم يوافق أهلَ المدينة على هذا الخلع أحد من أكابر أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم**". (سمط النجوم العوالي في أنباء الأوائل والتوالي ۲۰۲/۳)

عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے خلاف لشکر بنو امیہ کا اقدام:

جب یزید خلیفہ بنے اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خلافت کا دعوی کیا اور مکہ مکرمہ میں پناہ لی تو اس وقت ابن عباس اور محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہما دونوں مکہ میں موجود تھے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو بیعت کی دعوت دی؛ لیکن انھوں نے بیعت نہیں کی۔ ابن زبیر کے لوگوں نے ان کے گھروں کا محاصرہ کیا اور ان کے گھروں کے باہر لکڑیوں کو جمع کیا گیا تا کہ آگ لگائی جائے۔ ان دونوں حضرات نے ابو الطفیل عامر بن واثلہ کو عراق بھیجا، وہ چار ہزار کا لشکر اُن کو چھڑانے کے لیے لائے اور ان دونوں حضرات کو نکال کر طائف لے گئے۔ ابن عباس وہاں مقیم رہے، ۶۸ ہجری میں طائف میں ان کا انتقال ہوا اور محمد بن حنفیہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

"**ولما وقع الخُلْفُ بين ابن الزبير وبين عبد الملك بن مروان اعتزل ابن عباس ومحمد**

Darul Uloom Zakariyya South Africa

بن الحنفية الناس، فدعاهما ابن الزبير ليبايعاه فأبيا عليه، وقال كل منهما: لا نبايعك ولا نخالفك، فهَمَّ بهما، فبعثا أبا الطفيل عامر بن واثلة فاستنجد لهما من العراق من شيعتهما، فقدم أربعة آلاف، فكبروا بمكة تكبيرةً واحدةً ...، ثم مالوا إلى ابن عباس وابن الحنفية، وقد حمل ابن الزبير حول دورهم الحطب ليحرقهم، فخرجوا بهما حتى نزلوا الطائف، وأقام ابن عباس سنتين لم يبايع أحدًا. فلما كان سنة ثمان وستين توفي ابن عباس بالطائف، وصلى عليه محمد بن الحنفية". (البداية والنهاية ۸/۳۰۵-۳۰۶)

ابن عباس سے کہا گیا کہ آپ ابن زبیر سے کیوں قتال نہیں کرتے ؟ انھوں نے جو فرمایا وہ صحیح بخاری، کتاب التفسیر میں سورہ براءۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں ابن زبیر سے قتال اس لیے نہیں کرتا کہ اس سے حرم کی بے حرمتی ہو جائے گی؛ جبکہ بنو امیہ اور ابن زبیر دونوں حرم کی بے حرمتی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ پھر لوگوں نے کہا: آپ ابن زبیر سے بیعت کیوں نہیں کرتے ؟ ابن عباس نے فرمایا: "وأين بهذا الأمر عنه". شارحین یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ ابن زبیر اس کے اہل ہیں۔ اور پھر ابن زبیر کے والد، اور نانا ابوبکر صدیق اور والدہ حضرت اسماء اور دادی حضرت صفیہ وغیرہ رضی اللہ عنہم کا ذکر خیر فرمایا اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے تقوی اور کثرت تلاوت کا ذکر فرمایا؛ لیکن "وأين بهذا الأمر عنه" کے جو الفاظ ہیں، ان کا بظاہر مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ ان کی نسلی شرافت، فضیلت اور کثرت عبادت مسلم ہے؛ لیکن وہ میدان خلافت کے شہسوار نہیں ہیں۔ "وأين بهذا الأمر" میں أين استفہام اور کبھی استبعاد کے لیے بھی آتا ہے۔ حضرت مریم کے واقعے میں ﴿أَنَّى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ یعنی ان بے موسم پھلوں کا آنا کچھ بعید لگتا ہے۔ انھوں نے کہا: یہ اللہ تعالی کی طرف سے خلافت عادت ہے۔ ﴿أَنَّى يَكُوْنُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ﴾ میں بھی استفہام استبعاد کے لیے ہے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بعض اکابر صحابہ ابن زبیر کو بھی محللِ حرم سمجھتے تھے؛ اگر چہ وہ اپنے اجتہاد میں طالب حق تھے۔ جو لوگ صرف بنو امیہ کے لشکر کو محللِ حرم کہتے ہیں ان کو غور سے یہ روایت پڑھنا چاہیے۔ فتح الباری (۷/۳۲۷) اور عمدۃ القاری (۱۳/۲۶-۳۰) ملاحظہ کریں۔

صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں: "كتب ابن أبي مليكة وكان بينهما شيء: فغدوتُ على ابن عباس، فقلت: أتريد أن تقاتل ابن الزبير فتحل حرم الله؟ قال: معاذ الله، إن الله كتب ابن الزبير وبني أمية محلين، وإني والله لا أحله أبدًا. قال: قال الناس: بايعْ لابن الزبير، فقلتُ: وأين بهذا الأمر عنه ...". (صحيح البخاري، باب قوله: ﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ﴾، رقم: ٤٦٦٥)

اس روایت میں شارحین نے "وأين بهذا الأمر عنه" کے ذیل میں ليست الخلافة بعيدة عنه

Darul Uloom Zakariyya South Africa

لشرفه في الإسلام لکھا ہے۔ بندہ عاجز نے اس کا دوسرا مطلب بھی ماقبل میں لکھا۔ اس روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے دونوں فریق کو مبیح القتال فی الحرم فرمایا ہے۔ پھر آگے اس روایت میں عبدالملک بن مروان کی کامیابیوں اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی ناکامی کا ذکر ہے؛ "إن ابن أبي العاص بَرَزَ يمشي القُدَمِيَّةَ -يعني عبد الملك بن مروان- وإنَّه لَوَّى ذَنَبَه -يعني ابن الزبير-". یعنی عبدالملک بن مروان آگے بڑھ رہے ہیں اور ابن زبیر پیچھے ہٹ رہے ہیں۔

بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عبدالملک بن مروان کی خلافت کو پسند کرتے تھے، وہ فرماتے ہیں: "وإنْ كان لا بدَّ لأنْ يَرُبَّني بنو عمي أحبُّ إليه من أن يَرُبَّني غيرُهم". (صحيح البخاري، رقم: ٤٦٦٦)

یعنی اگر مجھے کسی کی حمایت کرنا ضروری ہو تو اپنے چچازادوں یعنی بنوامیہ کو والی اور حاکم ماننا دوسروں سے مجھے پسند ہے۔

نیز عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "يا ابن الزبير، إياك والإلحاد في حرم الله تبارك وتعالى". (مسند أحمد، رقم: ٦٢٠٠، قال الشيخ شعيب الأنؤوط: رجاله ثقات رجال الشيخين غير محمد بن كناسة، فقد روى له النسائي ووثَّقه علي ابن المديني، ويعقوب بن شيبة، وذكره ابن حبان في الثقات)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی لاش کے پاس کھڑے ہو کر کہا: "واللّٰهِ لَأُمَّةٌ أَنْتَ أَشَرُّهَا لَأُمَّةٌ خَيْرٌ". (صحيح مسلم، رقم: ٢٥٤٥) شیخ ابوفوزان نے اس کا ترجمہ یوں کیا: آپ بہترین امت کے خطا کار آدمی ہیں۔

ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے کہا: "وإن ذاك الذي بمكة واللّٰهِ إنْ يُقاتِلُ إلا على الدنيا". (صحيح البخاري: كتاب الفتن، باب إذا قال عند قوم شيئا ثم خرج فقال بخلافه، رقم: ٧١١٢)

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک اور روایت کی تحقیق بھی ضروری ہے جو بظاہر صحیح السند مرفوع ہے؛ لیکن اہل تحقیق نے اس کے مرسل ہونے کو ترجیح دی ہے اور جو مرفوع روایت ہے اس میں قریش کے آدمی کا ذکر ہے نام مذکور نہیں ہے۔

عن ابن أبزَى، عن عثمان بن عفان، قال: قال له عبد الله بن الزبير حين حُصِر: إن عندي نجائبَ قد أعددتُها لك، فهل لك أن تحوَّل إلى مكة فيأتيَك من أراد أن يأتيَك؟ قال: لا، إني سمعت رسولَ الله صلى الله عليه وسلم يقول: يُلحِد بمكةَ كَبْشٌ من قريش، اسمه عبد الله، عليه مثل نصف أوزار الناس". (مسند أحمد، رقم: ٤٦١. مسند البزار، رقم: ٣٧٥).

Darul Uloom Zakariyya South Africa

ابن عساکر نے مذکورہ روایت میں تھوڑی سی تبدیلی اور یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے:" **عليه مثل أوزار الناس، ولا أراك إلا إياه، أو عبد الله بن عمر**". (تاريخ دمشق ۲۱۹/۲۸)

ابن ابزی کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کے وقت ابن زبیر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور فرمایا: میں نے عمدہ اونٹنیاں تیار رکھی ہیں، اگر مکہ مکرمہ جانا چاہتے ہیں تو آپ کو لینے کے لیے کوئی آجائے گا؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، اس لیے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مکہ میں ایک آدمی مکہ کی بے حرمتی کا مرتکب ہوگا، اس کا نام عبداللہ ہوگا، اس پر لوگوں کا بوجھ ہوگا، میرے خیال میں وہ آپ ہیں یا ابن عمر۔

مسند احمد میں اس روایت کی سند یوں ہے: "**حدثنا إسماعيل بن أبان، حدثنا يعقوب، عن جعفر بن أبي المغيرة، عن ابن أبزى...**".

یہ سند اسماعیل بن ابان اور یعقوب القمی کے تشیع اور ابن ابزی کے ارسال کی وجہ سے ضعیف ہے۔ شیخ شعیب الارنؤوط مسند احمد کی تعلیق میں لکھتے ہیں: "**إسناده ضعيف، ومتنه منكر شبه موضوع. إسماعيل بن أبان الوراق، قال الحاكم في سؤالاته (۲۷۸): سألت الدار قطني عن إسماعيل بن أبان الوراق، فقال: قد أثنى عليه أحمد بن حنبل، وليس بالقوي عندي، قلت: من هذا المذهب (يعني ما عليه الكوفيون من التشيع) قال: المذهب وغيره، فإن أحاديثه ليست بالصافية**".

اور حافظ ابن کثیر اس روایت کو البدایہ والنہایہ (۳۳۹/۸) میں ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "**وهذا الحديث منكر جدًّا، وفي إسناده ضعف، ويعقوب هذا هو القمي وفيه تشيع، ومثل هذا لا يقبل تفرده به، وبتقدير صحته فليس هو بعبد الله بن الزبير، فإنه كان على صفات حميدة، وقيامه في الإمارة إنما كان لله عز وجل...**".

اور ابن عساکر کی سند میں اسماعیل بن ابان سے روایت کرنے والے احمد بن بکر البالسی ہیں جن کے بارے میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں: "**قال الأزدي: كان يضع الحديث. وقال ابن عدي: روى مناكير**". (المغني في الضعفاء ۳۵/۱)

مسند احمد کی ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حرم مکی میں پناہ لینے کی بات حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کی: "**عن محمد بن عبد الملك بن مروان أنه حدثه عن المغيرة بن شعبة أنه دخل على عثمان وهو محصور فقال: إنك إمام العامة، وقد نزل بك ما ترى، وإني أعرض عليك خصالا ثلاثًا، اختر إحداهن: إما أن تخرج فتقاتلهم، فإن معك عددا وقوة، وأنت على الحق، وهم على الباطل، وإما أن نخرق لك بابا سوى الباب الذي هم عليه**

Darul Uloom Zakariyya South Africa

فتقعد على رواحلك فتلحق بمكة فإنهم لن يستحلوك وأنت بها...، فقال عثمان:... وأما أن أخرج إلى مكة فإنهم لن يستحلوني بها، فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "يلحد رجل من قريش بمكة، يكون عليه نصف عذاب العالم" فلن أكون أنا إياه. الحديث.

(مسند أحمد، رقم: ٤٨١، وإسناده ضعيف لانقطاعه، محمد بن عبد الملك بن مروان قتل سنة ١٣٢، والمغيرة بن شعبة مات سنة ٥٠، فيبعد أن يسمع منه، ثم يعيش بعده ٨٢ سنة)

ایک دوسری روایت میں ہے: **"عن عبد الله بن عمرو، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "يلحد رجل بمكة يقال له عبد الله، عليه نصف عذاب العالم"**. (أخرجه البزار، رقم:٢٣٥٧، من طريق محمد بن كثير، عن الأوزاعي، عن يحيى بن أبي كثير، عن أبي سلمة بن عبد الرحمن، عن عبد الله بن عمرو، به)

ابن عساکر نے اور علامہ ذہبی نے مذکورہ سند کے ساتھ اس روایت میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے: **" فوالله لا أكونه، فتحول منها فسكن الطائف"**. (تاريخ دمشق ٢٨/ ٢٢٠. وتاريخ الإسلام للذهبي ٢/ ٨٢٩)

لیکن یہ سند ضعیف ہے، محمد بن کثیر المصیصی کو امام احمد نے **ضعيف جدًّا** کہا، اور امام بخاری نے **ليـن جدًّا** کہا اور امام ابوداود کہتے ہیں: **لم يكن يفهم الحديث**. (تحرير تقريب التهذيب ٣/ ٣١١)

البتہ دوسری صحیح مرفوع روایت میں قریش کے ایک آدمی کا ذکر ہے، نام مذکور نہیں؛ **حدثنا محمد بن كُناسة، حدثنا إسحاق بن سعيد، عن أبيه قال: أتى عبدُ الله بن عمر عبدَ الله بن الزبير، فقال: يا ابن الزبير! إياك والإلحاد في حرم الله تبارك وتعالى، فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "إنه سيلحد فيه رجل من قريش، لو وُزِنت ذنوبُه بذنوب الثَّقَلين لرجحت" قال: فانظر لا تكونه.** (مسند الإمام أحمد، رقم: ٦٢٠٠)

اے ابن زبیر آپ کو حرم میں الحاد سے بچنا چاہیے؛ اس لیے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: "عنقریب اللہ تعالی کے حرم میں قریش کا ایک آدمی الحاد کرے گا، اگر جن وانس کی خطاؤں کو اس کی خطاؤں کے ساتھ تولا جائے تو اس کی خطائیں بھاری ہوجائیں گی"، آپ سوچ لیجئے کہیں وہ آپ نہ ہوں!

اس سند کے سبھی روات ثقہ ہیں؛ البتہ ابن کناسہ کی بہت سے محدثین نے توثیق کی ہے؛ لیکن ابوحاتم فرماتے ہیں: **" كان صاحب أخبار يكتب حديثه ولا يحتج به**. (تعليق الشيخ شعيب الأرنؤوط على مسند أحمد)

اسی کے ہم معنی مسند احمد میں ایک دوسری حدیث بھی ہے: **عن عبد الله بن عمرو قال: أشهد بالله لسمعتُ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم يقول: "يُحِلُّها ويَحُلُّ به رجل من قريش، لو وُزِنَت ذنوبُه بذنوب الثقلين لوزنتها"**. (مسند أحمد، رقم:٦٨٤٧)

Darul Uloom Zakariyya South Africa

اس روایت میں امام احمد کے شیخ ابوالنضر ہاشم بن القاسم ہیں، جن کے بارے میں حافظ ابن حجر نے "ثقة ثبت" کہا ہے، اور راوی حدیث ابن عمر کے بجائے عبداللہ بن عمرو بن العاص ہیں۔ شیخ شعیب ارنؤوط اس روایت کی تعلیق میں لکھتے ہیں: "رجاله ثقات رجال الشيخين، لكن رفعه كما قال ابن كثير في النهاية (۸/۳٤٥) قد يكون غلطًا، وإنما هو من كلام عبد الله بن عمرو".

امام احمد نے اس روایت کو اسی سند کے ساتھ دوسری جگہ مفصل ذکر کیا ہے: "قال سعيد بن عمرو: أتى عبدُ اللّٰه بن عمرو ابنَ الزبير وهو جالس في الحِجْر، فقال: يا ابن الزبير! إياك والإلحاد في حرم اللّٰه، فإني أشهَد لَسمعت رسولَ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: "يُحِلُّها ويَحُلُّ به رجلٌ من قريش، لو وُزِنت ذنوبُه بذنوب الثقلين لوزنتها" قال: فانظر أن لا تكون هو يا ابنَ عمرو، فإنك قد قرأت الكتب وصحبت الرسول صلى اللّٰه عليه وسلم، قال: فإني أُشهِدك أن هذا وجهي إلى الشام مجاهدًا". (مسند أحمد، رقم:۷۰٤۳، ورجاله ثقات رجال الشيخين)

خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث ابوالنضر ہاشم بن القاسم اور بعض دوسرے طرق سے صحیح ہے، جس میں عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے۔

شیخ ابوفوزان نے اس سلسلے میں جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ابن زبیر رضی اللہ عنہ یزید کی مخالفت میں سرگرم ہیں تو دوسری طرف عبداللہ بن عباس، ابن عمر، ابو برزہ اسلمی، جندب بن عبداللہ، عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے موقف کے مخالف ہیں۔ (حادثہ کربلا اور سبائی سازش، ص۹۵)

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو کچھ مفسد لوگوں نے حکومت سے بہت بدظن کیا تھا، وہ اپنے اجتہاد کے پیش نظر یزید کے خلاف تھے؛ لیکن بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے موقف کو صحیح نہیں سمجھتے تھے۔

یزید کی ولیعہدی سنہ ۵۶ھ میں عمل میں آئی اور واقعہ حرہ اور حصار مکہ سنہ ۶۳ھ میں ہوا۔ اس آٹھ سال میں نہ حکومت نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے خلاف کوئی قدم اٹھایا اور نہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ عازم قتال ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ مفسد لوگ جو خلافت کے دشمن تھے انھوں نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو اتنا بدظن کیا کہ حضرت قتال پر آمادہ ہو گئے۔

واقعہ حرہ اور واقعہ کربلا کے اولین وثانوی مصادر اور ان کے مصنفین پر مختصر تبصرہ:

پہلا مصدر: تاریخ طبری:

ان واقعات کا اصل مصدر ابن جریر طبری (۲۲۴-۳۱۰ھ) کی "تاریخ الأمم والملوک" ہے۔ یہاں پر یہ ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے دو ابن جریر طبری کا ذکر کیا ہے، دونوں کا نام، ولدیت،

کنیت، نسبت اور زمانہ بھی ایک بتایا ہے؛ البتہ ایک کے دادا کا نام رستم اور دوسرے کے دادا کا نام یزید لکھا ہے۔

Darul Uloom Zakariyya South Africa

دو ابن جریر کا افسانہ:

ہمارے بعض محققین اساتذہ اور معاصر بعض اہل تحقیق ایک زمانے کے دو ابن جریر جو ہم نام، ہم وطن، ہم نسبت اور ہم عصر ہوں کو افسانہ قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک ہی ابن جریر ہیں جنھوں نے تاریخ الأمم والملوک، دلائل الامامۃ اور المسترشد میں شیعوں کا سیاہ لباس پہنا ہے اور اپنی تفسیر کی اکثر جگہوں میں سنیوں کا سفید لباس زیب تن کیا ہے۔

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر سے پہلے جو کتب رجال کے مولفین ہیں انھوں نے ایک ابن جریر کا ذکر کیا ہے: ۱-ابن یونس المصری (م:۳۴۷) فی التاریخ، ۲-ابن ندیم (م:۴۳۸) فی الفہرست، ۳-الخلیلی (م:۴۴۶) فی الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث، ۴-الخطیب (م:۴۶۳) فی تاریخ بغداد، ۵-ابن عساکر (م:۵۷۱) فی تاریخ دمشق، ۶-ابن الجوزی (م:۵۹۷) فی المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، ۷-یاقوت الحموی (م:۶۲۶) فی معجم الأدباء، ۸-ابن خلکان (م:۶۸۱) فی وفیات الأعیان۔ ان سب حضرات نے صرف ایک ابن جریر کا ذکر کیا ہے۔

علامہ ذہبی، حافظ ابن حجر اور ان کی اتباع میں دیگر مولفین دو ابن جریر کو ذکر کرتے ہیں۔ اور شیعہ مورخین بیک زبان دو یا تین ابن جریر کے وجود کے قائل ہیں۔ شیعہ مورخین کا مقصد یہ ہے کہ مشہور ابن جریر طبری مورخ کو سنی ثابت کیا جائے؛ تاکہ ان کی تاریخ میں بھرا ہوا زہر سنیوں کے حلق سے بآسانی اتارا جائے؛ ورنہ جب عوام وخواص کو طبری کے رفض وتشیع کا یقین ہو تو وہ کب جمل وصفین اور واقعۂ کربلا میں ان کے زہر کو ہضم کر سکیں گے۔

مورخ طبری نے تاریخ کی ابتدا میں یہ لکھا ہے کہ ''میں نے ذکر کردہ واقعات کی اسانید تحریر کی ہیں؛ تاکہ ناظرین اسانید کی روشنی میں واقعات کی صحت کا خود فیصلہ کریں''۔ اس جملے سے ابن جریر نے اپنے آپ کو رفض یا تشیع کی تہمت سے بری کرنے کی سعی فرمائی؛ لیکن محمد بن طاہر البرزنجی اور محمد صبحی حسن حلاق کی تحقیق کے ساتھ صحیح وضعیف تاریخ طبری چھپ چکی ہے، اس میں جمل وصفین کی مستند روایات کی تعداد بارہ ہے جو ۲۰ صفحات پر مشتمل ہے اور ضعیف وموضوع روایات دوسو صفحات پر مشتمل ہیں۔ بیس اور دوسو کا یہ تفاوت بتاتا ہے کہ کس طرح اس دور کے واقعات کو یک رخا پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

مشہور محدث احمد بن علی سلیمانی جو حفظ حدیث اور درایۃ الحدیث میں بے نظیر شخصیت تھے، انھوں نے ابن جریر طبری صاحب التاریخ کو رافضی لکھا۔ اور حافظ ابن حجر کی یہ تحریر کہ حافظ سلیمانی نے رافضی کے الفاظ ابن جریر شیعہ کے بارے میں لکھا ہے، کما فی لسان المیزان (۱۰۰/۵) درست معلوم نہیں ہوتی، جیسے حافظ ابن حجر نے مسح رجلین کو ابن جریر شیعہ کی طرف منسوب کیا؛ حالانکہ یہ مسئلہ تفسیر ابن جریر میں موجود ہے۔ حافظ صاحب لکھتے ہیں:

Darul Uloom Zakariyya South Africa

"ولعل ما حكي عن محمد بن جرير الطبري من الاكتفاء في الوضوء بمسح الرجلين إنما هو هذا الرافضي فإنه مذهبهم". (لسان الميزان ۱۰۳/۵)

حافظ احمد بن علی سلیمانی حافظ ہیں، قابل اعتماد ہیں، انھوں نے ابن جریر پر بے جا تنقید نہیں فرمائی۔

اور سلیمانی کے قول کو اگر چہ ذہبی اور ابن حجر نے بدگمانی پر محمول کیا ہے؛ لیکن ان حضرات کو بھی طبری میں فی الجملہ تشیع کا اقرار کرنا ہی پڑا؛ چنانچہ علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: **" فيه تشيع يسير وموالاة لا تضر"**. (ميزان الاعتدال ۳۹۸/۳. لسان الميزان ۱۰۰/۵)

علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر کی یہ بات کہ "ان میں فی الجملہ تشیع تھا؛ لیکن مضر نہیں تھا" سمجھ میں نہیں آتی؛ کیونکہ تشیع کے مفہوم اور متقدمین ومتاخرین کے نزدیک اس کے اطلاقات سے قطع نظر ابن جریر طبری جس زمانے کے ہیں، اس زمانے میں شیعہ بطور فرقہ کے ممتاز ہو چکا تھا؛ چنانچہ شیعہ اثنا عشریہ کی سب سے پہلی با قاعدہ کتاب "الکافی" کے مصنف محمد یعقوب الکلینی اور ابن جریر طبری کا زمانہ ایک ہے۔ ابن جریر کی وفات ۳۱۰ھ اور کلینی کی وفات ۳۲۹ھ میں ہوئی ہے۔ اس اعتبار سے دونوں ہم عصر قرار پاتے ہیں۔ تشیع ورفض کے شیوع کے زمانے سے تعلق رکھنے کی وجہ سے صرف تشیع کی جرح بھی کافی بڑی جرح ہے۔

علاوہ ازیں ابن جریر نے غدیر خم کے قصے پر دو ضخیم جلدیں مرتب کیں، وضو میں پاؤں پر مسح کرنے کے قائل تھے، اپنی تفسیر وتاریخ میں حضرت علی، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کے ساتھ علیہم السلام لکھا، اور حضرت معاویہ جیسے جلیل القدر صحابی پر لعنت کی؛ چنانچہ اپنی "تاریخ الأمم والملوک" میں (۱۱/ ۵۲۹، ط: دار سویدان، بیروت۔ و۱۳/۲۴، ط: ریاض) پر لکھتے ہیں: **"وتوفي جعفر في وسط خلافة معاوية لعنه الله"**. اور اسی جلد کے صفحہ ۵۳۵ پر لکھتے ہیں: **"وتوفي نوفل بالمدينة في خلافة يزيد بن معاوية لعنهما الله"**. (و۱۳/ ۲۸-۲۹، ط: ریاض)

اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر افترا پردازی کرتے ہوئے ابن جریر لکھتے ہیں کہ صحابہ نے مدینہ سے تمام شہروں میں خطوط لکھے جن میں لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف قتال پر اکسایا گیا۔ **" لما رأى الناسُ ما صنع عثمانُ كتب من بالمدينة من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم إلى من بالآفاق منهم، وكانوا قد تفرقوا في الثغور: إنكم إنما خرجتم أن تجاهدوا في سبيل الله عزَّ وجلَّ، تطلبون دين محمد صلى الله عليه وسلم؛ فإن دين محمد قد أفسد من خلفكم وترك، فهلموا فأقيموا دين محمد صلى الله عليه وسلم، فأقبلوا من كل أفق حتى قتلوه"**. (تاريخ الطبري ۳٦۹/٤)

ابن جریر کی یہ عبارت نقل کرنے کے بعد حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: **" وهذا كذب على الصحابة"**. (البداية والنهاية ۱۷۵/۷)

ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے ذہبیؒ اور ابن حجرؒ کا یہ کہنا کہ ''ان میں فی الجملہ تشیع تھا؛ لیکن مضر نہیں تھا'' کے کیا معنی ہیں؟ کیا صحابہ کرام پر لعنت اور ان پر افترا پردازی بھی مضر نہیں؟!

Darul Uloom Zakariya South Africa

یہی وجہ تھی کہ لوگ ان کے شیعی افکار کی وجہ سے ان کے مخالف ہو گئے تھے اور ان کی لاش کو ان کے رفض کی وجہ سے اہل اسلام کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا؛ چنانچہ ان کو ان کے گھر کے اندر ہی دفن کیا گیا۔ '' **ودُفِن في داره؛ لأن بعض العوام الحنابلة منعوا من دفنه نهارًا ونسبوه إلى الرفض**''. (البداية والنهاية ۱۴۶/۱۱) ''**ودفن ليلا خوفًا من العامة، لأنه يتهم بالتشيع**''. (معجم الأدباء ۲۴۴۱/۶)

چوتھی صدی ہجری کے معروف امام لغت اور شاعر ابوبکر محمد بن عباس الخوارزمی الطبرخزی جو ابن جریر طبری کے بھانجے ہیں، ابن فندمہ نے تاریخ بیہق (ص ۲۲۵) میں، ابن خلکان نے وفیات الأعیان (۴۰۰/۴) میں، علامہ سمعانی نے الأنساب (۲۱۳/۵) میں، یاقوت حموی نے معجم الادباء (۲۵۴۳/۶) اور معجم البلدان (۵۷/۱) میں، علامہ ذہبی نے سیر أعلام النبلاء (۵۲۶/۱۶) اور تاریخ اسلام (۶۹/۲۷) میں، یافعی نے مرآۃ الجنان (۳۱۳/۲) میں، صلاح الدین صفدی نے الوافی بالوفیات (۱۵۷/۳) میں، جلال الدین سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ (۱۲۵/۱) میں، زرکلی نے الأعلام (۱۸۳/۶) میں، ابن الاثیر نے اللباب فی تہذیب الأنساب (۴۶۷/۱) میں، اور ابو طیب نائف بن صلاح المنصوری نے ''الروض الباسم فی تراجم شیوخ الحاکم'' (۱۰۵۰/۲) میں ان کے تذکرے کے ساتھ ''**ابن اخت محمد بن جرير الطبري**'' لکھا ہے۔ محمد بن عباس اپنے ماموں ابن جریر کے بارے میں فرماتے ہیں:

بآمل مولدي و بنو جرير ❁ فأخوالي ويحكى المرء خاله
فها أنا رافضي عن تراث ❁ وغيري رافضي عن كلاله

آمل میری جائے پیدائش ہے اور جریر کے بیٹے میرے ماموں ہیں اور آدمی اپنے ننھال کے مشابہ ہوتا ہے۔ سنو! میں وراثتاً رافضی ہوں، جبکہ باقی لوگ دور کے رافضی ہیں۔

مذکورہ شعر ابن فندمہ نے تاریخ بیہق (ص ۲۲۵) میں، یاقوت حموی نے معجم الادباء (۲۵۴۳/۶) اور معجم البلدان (۵۷/۱) میں، علامہ ذہبی نے تاریخ اسلام (۶۹/۲۷) میں، صلاح الدین صفدی نے الوافی بالوفیات (۱۶۰/۳) میں اور ابوطیب نائف بن صلاح المنصوری نے ''الروض الباسم فی تراجم شیوخ الحاکم'' (۱۰۵۴/۲) میں ذکر کیا ہے۔

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ محمد بن عباس یہ ابن جریر طبری شیعہ کے بھانجے ہیں؛ لیکن آنے والی سطور سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ حقیقتاً ایک ہی ابن جریر ہے، باقی شیعوں کی وضع کردہ فرضی شخصیات ہیں۔

Darul Uloom Zakariyya South Africa

نیز بعض شیعہ کتب میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ ابوبکر محمد بن عباس خوارزمی مشہور مؤرخ ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ کے بھانجے ہیں اوران کے مذکورہ شعر میں ''خال'' سے مراد مشہور مؤرخ ابن جریر طبری ہیں۔آقا بزرگ طہرانی لکھتے ہیں: ''**أبوبكر محمد بن العباس الخوارزمي ابن أخت أبي جعفر محمد بن جرير الطبري المتوفى (٣١٠) . ولذا يقول الخوارزي:**

بآمل مولدي و بنو جرير ❁ فأخوالي ويحكى المرء خاله

فها أنا رافضي عن تراث ❁ وغيري رافضي عن كلاله

(الذريعة في أصول الفقه الإمامية ٤/٤٤٩)

حافظ ابن حجر نے فرماتے ہیں کہ ابن جریر طبری کے بارے میں ابوحیان الاندلسی نے اپنی تفسیر ''البحر المحیط'' میں:'' **هو إمام من أئمة الإمامية**''. لکھا ہے۔(لسان الميزان ٥/١٠٠)

لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ حافظ ابن حجر کا ابن جریر طبری کے بارے میں ابوحیان اندلسی کا مذکورہ قول نقل کرنا لغزش قلم کا نتیجہ ہے۔ابوحیان کا مذکورہ کلام ابوجعفر الطّوسی کے بارے میں ہے۔''**وقال أبو جعفر الطوسي في تفسيره، وهو إمام من أئمة الإمامية**''. (البحر المحيط ١/٤٥)

علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے محمد بن جریر بن یزید صاحب التاریخ کو سنی کہا اوران کے ہم عصر محمد بن جریر بن رستم الطبری کو شیعہ اور رافضی کہا، اورعلامہ ذہبی نے ان کی تصنیفات میں ''الرواۃ عن أہل البیت'' اور المسترشد فی الإمامۃ'' کا ذکر فرمایا۔

اس سلسلے میں حافظ صاحب کی پہلی دلیل یہ ہے کہ ابوالحسن بن بابویہ نے تاریخ الری میں شیعہ ابن جریر کا ذکر کیا ہے۔(لسان الميزان ٥/١٠٣)

شیعہ علما کے ہاں اس نام سے قم کے معروف عالم اور شیخ صدوق کے والد علی بن حسین بن موسی بابویہ القمی مراد لیے جاتے ہیں،لیکن اس نام سے ان کی کوئی کتاب شیعہ کتب رجال میں نہیں ملتی۔یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر کے مذکورہ حوالے سے متعلق محمد محسن عاملی شیعی نے ''**أعيان الشيعة**'' میں لاعلمی ظاہر کی ہے: ''**ولم يعلم أين ذكره**''.(أعيان الشيعة ٢/١١٠. ط: دارالتعارف، بيروت، سنة١٤٠٣هـ)

اور دوسری دلیل حافظ ابن حجر نے یہ لکھی ہے کہ شیعہ ابن جریر ابوعثمان مازنی کے شاگرد ہیں؛لیکن یہ حوالہ بھی درست نہیں؛اس لیے کہ یاقوت حموی نے معجم الادباء (۱۸۳/۴) میں ابوعثمان مازنی کے تلامذہ میں ابوجعفر احمد بن محمد بن رستم الطبری کا ذکر کیا ہے۔اورابن ندیم نے الفہرست میں احمد بن محمد بن رستم کی تصانیف: کتاب غریب القرآن، کتاب المقصور والممدود، کتاب المذکر والمؤنث، کتاب صورۃ الہمزۃ، کتاب التصریف اور کتاب النحو

Darul Uloom Zakariyya South Africa

لکھی ہے۔ان کی تصانیف میں کتاب المسترشد کا نام ونشان نہیں؛ بلکہ ابوجعفر احمد بن محمد علم قراءت وعلم لغت کے آدمی تھے،عقائد شیعہ میں ان کی تصانیف نہیں۔معلوم ہوا کہ حافظ صاحب کے یہ دونوں دلائل مشکوک ہیں۔

ہاں شیعوں نے سنیوں کو بغض یزید ومعاویہ میں شریک کرنے کے لیے زور وشور سے دو ابن جریر کا ذکر کیا ہے۔احمد بن علی النجاشی اپنی کتاب رجال النجاشی کے صفحہ ۳۷۸ پر لکھتے ہیں: **"محمد بن جرير بن رستم الطبري الآملي أبو جعفر جليل من أصحابنا، كثير العلم، حسن الكلام، ثقة في الحديث. له كتاب المسترشد في الإمامة"**.

عباس قمی نے اپنی کتاب الکنی والالقاب میں لکھا ہے: **"وأما ابن جرير الطبري الشيعي فهو أبو جعفر محمد بن جرير بن رستم الطبري الآملي من أعاظم علمائنا الإمامية في المئة الرابعة، ومن أجلائهم وثقتهم، صاحب كتاب دلائل الإمامة والإيضاح والمسترشد"**. (الكنى والألقاب للعباس القمي، ص ٢٤٣)

حسین عبداللہ الراضی تاریخ علم الرجال میں لکھتے ہیں: **"محمد بن جرير بن رستم الطبري الكبير يكني أبا جعفر دين فاضل، وليس هو صاحب التاريخ، فإنه عامي المذهب، والمترجم معاصر لسميه محمد بن جرير الطبري صاحب تاريخ الأمم والملوك وصاحب التفسير الكبير"**. (تاريخ علم الرجال، ص ٧٨)

پھر بعض شیعوں نے تین ابن جریر ایجاد کئے ایک صاحب التاریخ دوسرے ان کے معاصر ابن رستم جس نے کتاب المسترشد لکھی اور تیسرے ان کے ڈیڑھ سو سال کے بعد جس نے دلائل الإمامۃ لکھی۔اور آخری دونوں کو شیعہ کہا۔شیعہ مجتہد شیخ عبداللہ المامقانی تنقیح المقال فی علم الرجال میں لکھتے ہیں: **"فتحقق مما ذكرنا كله أن محمد بن جرير بن رستم الطبري من أصحابنا اثنان كبير وهو السابق، وصغير وهو هذا، وكلاهما ثقتان عدلان مرضيان، ولكل منهما كتاب في الإمامة فللأول كتاب المسترشد، وللثاني دلائل الإمامة"**. (تنقیح المقال، بحوالہ المسترشد فی الإمامۃ، ص ۴۰)

نیز شیعہ محقق آغا بزرگ طہرانی دوسرے شیعہ ابن جریر کو محمد بن الحسن الطّوسی (م: ۴۶۰ھ) اور ابوالعباس احمد بن علی النجاشی (م: ۴۵۰ھ) کا ہم عصر لکھا ہے۔آغا بزرگ طہرانی الذریعۃ إلی تصانیف الشیعۃ میں لکھتے ہیں: **"الإيضاح في الإمامة للشيخ أبي جعفر محمد بن جرير بن رستم بن جرير الطبري الآملي الموصوف بالكبير في فهرس الشيخ الطوسي تمييزًا له عن محمد بن جرير المتأخر الذي كان معاصرًا للشيخ الطوسي والنجاشي ومشاركا معهما في الرواية عن مشايخهما في كتابه**

Darul Uloom Zakariyya South Africa

دلائل الإمامة، وكان محمد بن جرير الإمامي المتقدم معاصرًا لسميه محمد بن جرير بن كثير بن غالب الطبري العامي صاحب التاريخ والتفسير الكبير الذي توفي سنة ٣١٠". (الذريعة إلى تصانيف الشيعة ٤٩٢/٢)

عجیب بات یہ ہے کہ شیعہ علما نے دو ابن جریر کا ذکر تو کیا ہے؛ لیکن کسی بھی شیعی عالم نے ان دونوں میں سے کسی کی بھی تاریخ ولادت وتاریخ وفات کا ذکر نہیں کیا؛ جبکہ انھوں نے طبری کبیر کے بارے میں "**من أعاظم علمائنا**" (الكنى والألقاب للقمي ٢٦٥/١) جیسے الفاظ لکھے ہیں۔ اور طبری صغیر کی طرف منسوب "**دلائل الإمامة**" چھپی ہوئی ہے اور شیعہ حلقوں میں متداول ہے۔

طبری کبیر کے بارے میں "**المسترشد**" کے محقق احمد المحمودی لکھتے ہیں: "**بقي هنا شيء وهو أني لم أشر إلى سنة ولادة المؤلف ولا عام وفاته إذ لم يتعرض أحد من المترجمين في رجالهم، وهذا أيضًا من حظ المؤلف، إذ ترجمه من هو أقرب العهد إليه كالنجاشي والشيخ الطوسي والمفيد، مع عنايتهم التامة بشأنه ومؤلفاته، ومع ذلك لم يتعرضوا لذكر عام ولادته وحتى وفاته شيئا**". (مقدمة المسترشد في الإمامة، ص ٨٦-٨٧)

اور طبری صغیر کے بارے میں علامہ مامقانی لکھتے ہیں: "**وليس له ذكر في كلمات أصحابنا الرجاليين**". (مقدمة المسترشد في الإمامة، ص ٣٩)

المسترشد اور دلائل الإمامۃ کے بارے میں المسترشد کے محقق احمد المحمودی نے المسترشد کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ دلائل الإمامۃ، المسترشد کی جلد ثانی ہے اور دونوں ایک ہی مصنف کی ہیں: "**أقول: ومن هذا الكلام أيضًا يستفاد أن دلائل الإمامة يعتبر الجلد الثاني للكتاب المسترشد**" (مقدمة المسترشد، ص ٨١) اس کے ناشر نے بھی یہ اعتراف کیا ہے کہ دونوں کا مصنف ایک ہے۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ ابن ندیم نے الفہرست (ص ٣٢٧) پر کتاب المسترشد اور کتاب الآثار کو ابن جریر بن یزید طبری کی تصنیف قرار دیا ہے۔

نیز اسماعیل بن محمد امین نے ہدیۃ العارفین (٢٦/٢-٢٧) میں، اور ابن ساعی نے الدر الثمین فی أسماء المصنفین (ص ٩٤) میں المسترشد کو سنی ابن جریر کی تصنیف بتایا ہے۔

ان حضرات کے نزدیک المسترشد اور دلائل الإمامہ جو خالص شیعہ عقائد کی حامل کتابیں یا کتاب کی دو جلدیں ہیں ابن جریر سنی جو درحقیقت شیعہ ہیں کی تصنیف ہے۔

اس موضوع پر معاصر عالم دین مولانا سمیع اللہ سعدی صاحب نے سہ ماہی رسالہ "المظاہر" کوہاٹ،

Darul Uloom Zakariyya South Africa

پاکستان میں مفصل مضمون لکھا ہے، جو صفحہ ۱۱ سے ص ۲۶ تک پھیلا ہوا ہے، جس کا خلاصہ انھیں کے الفاظ میں ہم نقل کرتے ہیں:

''۱- سنی ابن جریر کے ہم نام، عمر عصر، ہم ولدیت اور ہم وطن جس ابن جریر کا ذکر کیا جا رہا ہے، اس کا اولین ذکر ابن جریر کے تقریباً چار سو سال بعد علامہ ذہبی وعسقلانی کی بعض کتب میں ملتا ہے۔

۲- ہر دو حضرات سے قبل اہل سنت کے پورے ذخیرے میں، خواہ کتب رجال وتراجم ہوں، یا فہارس الکتب، کسی میں بھی شیعہ ابن جریر کا مستقلاً یا تبعاً تذکرہ نہیں ملتا۔

۳- ذہبی وعسقلانی نے شیعہ ابن جریر کے تذکرے میں ایک خاص بات یہ ذکر کی ہے کہ وہ ابوعثمان المازنی کے شاگرد ہیں۔

۴- ابوعثمان المازنی کے شاگردوں میں ابوجعفر محمد بن جریر بن رستم طبری کے نام سے تو کوئی شخص نہیں؛ البتہ ابو جعفر احمد بن محمد بن رستم بن یزدبان طبری ملتا ہے۔ جنھیں مختصراً ابوجعفر بن رستم کہا جاتا ہے۔

۵- متعدد قرائن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ابن جریر کے ہم نام شخصیت سے مراد یہی ابوجعفر بن رستم مراد ہیں، لیکن یہ شخص نام، ولدیت میں ابن جریر سنی کے مشابہ نہیں۔ نیز ابوجعفر بن رستم ایک خالص لغوی، نحوی اور قراءات قرآنیہ کے ماہر عالم ہیں، اور انہی موضوعات کے گرد ان کی تصنیفات گھومتی ہیں؛ جبکہ شیعہ ابن جریر کے بارے میں یہ ملتا ہے کہ وہ ایک خالص مسلکی عالم تھے اور مسلکی موضوعات پر ان کی کتب ہیں۔ نیز علامہ ذہبی وعسقلانی اور شیعہ کتب میں جن تصنیفات کو ان کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے، ان میں سے کسی بھی کتاب کا ذکر ابوجعفر بن رستم کے ترجمے میں نہیں ملتا۔

۶- مذکورہ شخص مراد لینے کا ابوعثمان المازنی کے شاگرد ہونے کے علاوہ سب سے بڑا قرینہ یہ ہے کہ شیعہ کتب میں ابن جریر شیعہ کے تذکرے میں یہ بات ملتی ہے کہ ابن ندیم نے ان کی ایک کتاب ''غریب القرآن'' کا ذکر کیا ہے؛ حالانکہ ابن ندیم نے ابوجعفر احمد بن محمد بن رستم کی غریب القرآن کا ذکر کیا ہے، شیعہ ابن جریر یعنی ابوجعفر محمد بن جریر بن رستم طبری کا ذکر ابن ندیم نے نہیں کیا ہے۔

۷- شیعہ کتب میں ابن جریر شیعہ کے تذکرے میں ایک تضاد تو یہ پایا جاتا ہے کہ بعض علمائے شیعہ نے اسے ابن جریر سنی کا ہم عصر اور چوتھی صدی ہجری کے علما میں سے بتایا ہے؛ جبکہ دوسرے کچھ شیعہ علما نے اسے پانچویں صدی ہجری یعنی سنی ابن جریر سے ایک یا ڈیڑھ صدی متاخر بتایا ہے۔

۸- اس تضاد کو معاصر شیعہ محققین نے یوں حل کیا ہے کہ خود شیعہ ابن جریر دو بنا لیے ہیں، جو دونوں ہم نام، ہم کنیت، ہم ولدیت، ہم وطن ہیں۔ طرفہ تماشا یہ کہ ان دونوں کے دادا کا نام بھی ایک ہے ان میں فرق صرف

کبیر وصغیر کا ہے۔ سنی ابن جریر کے ہم عصر کو ابن جریر کبیر اور پانچویں صدی کے ابن جریر کو صغیر کہا جاتا ہے۔

۹- ان دو میں سے کونسی تصنیف کس ابن جریر کی ہے؟ خود اس سلسلے میں علمائے شیعہ کے مختلف بیانات ہیں۔ عباس القمی کے نزدیک دلائل الإمامۃ، الإیضاح اور المسترشد ابن جریر کبیر کی تصنیفات ہیں؛ جبکہ محقق طہرانی کے نزدیک دلائل الإمامۃ ابن جریر صغیر کی تصنیف ہے؛ جبکہ بعض شیعہ علما کے نزدیک یہ دو کے بجائے ایک کتاب ہے، جسے کبھی المسترشد، کبھی المسترشد فی الإمامۃ اور کبھی دلائل الإمامہ کہا جاتا ہے۔

۱۰- ابن جریر شیعہ کے نام سے کبیر وصغیر دو شخصیات کا مسئلہ شیعہ علمائے تراجم میں متفقہ نہیں ہے، بعض صرف ایک ہی ابن جریر شیعہ کے قائل ہیں جو ابن جریر سنی کے ہم عصر ہیں؛ جبکہ کچھ شیعہ علما کے نزدیک ابن جریر شیعہ کے نام سے کبیر وصغیر دو شخصیات ہیں؛ چنانچہ عباس القمی نے الکنی والالقاب میں صرف ایک ابن جریر شیعہ کا ذکر کیا ہے اور دلائل الإمامۃ (جو دو ابن جریر شیعہ ماننے والوں کے نزدیک دوسرے ابن جریر کی تصنیف ہے) کو بھی ابن جریر کبیر یعنی سنی ابن جریر کے ہم عصر کی تصنیف قرار دیا ہے، جبکہ آقا بزرگ طہرانی کے نزدیک ایک کے بجائے دو ابن جریر شیعہ ہیں اور دلائل الامامۃ پہلے کی بجائے دوسرے متاخر ابن جریر کی تصنیف ہے۔" (سہ ماہی "المظاہر" کوہاٹ، ص ۲۰-۲۱- از مولانا سمیع اللہ سعدی، جلد ۲، شمارہ ۲، ربیع الثانی، جمادی الاولی، جمادی الثانیہ ۱۴۳۷ھ)

تاریخ طبری کی اکثر روایات اہل تشیع سے مروی ہیں:

علاوہ ازیں طبری نے اپنی تاریخ میں اکثر شیعہ راویوں کی روایات لی ہیں۔ صرف ابو مخنف سے ۵۸۷ روایات لی ہیں، جس کے بارے میں محدثین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ وہ کذاب اور کٹر شیعہ تھا۔ اسی طرح واقدی سے بھی کثرت سے روایات لی ہیں، جو مؤرخ عظیم ہونے کے ساتھ متروک ومتہم راوی ہے۔ محمد بن طاہر البرزنجی تاریخ طبری کے مقدمے میں لکھتے ہیں: "**أخرج الطبري من رواياته (الواقدي) فيما يقرب من (٣٠٠) موضع**". (مقدمة صحيح وضعيف تاريخ الطبري، ص ١٧)

اسی طرح محمد بن سائب کلبی اور اس کا بیٹا ہشام بن محمد سے بھی طبری نے کثرت سے روایات لی ہیں۔ یہ دونوں بھی سبائی اور مشہور کذاب راوی ہیں۔

عثمان الخمیس لکھتے ہیں: "**ولوط بن يحيى هذا روى عنه الطبري خمس مئة وسبعا وثمانين روايةً،... وليس أبو منخف وحده، أبو مخنف أشهرهم، وإلا فهناك غيره كالواقدى مثلًا، وهو متروك متهم بالكذب، ولا شك أنه مؤرخ كبير حافظ عالم بالتاريخ، ولكنه غير ثقة. والثالث سيف بن عمر التميمي وهو أيضًا مؤرخ معروف، ولكنه متروك متهم بالكذب أيضًا. وكذلك الكلبي (أي: محمد بن السائب الكلبي) وهو كذاب مشهور**". (حقبة من التاريخ، ص ٣٥-٣٦)

Darul Uloom Zakariyya South Africa

ابومخنف، کلبی اور واقدی پر مختصر تبصرہ:

ابومخنف لوط بن یحییٰ:

ابومخنف کے بارے میں علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر کہتے ہیں: ''أخباريٌّ تالف لا يوثَق به''. علامہ ذہبی دوسری جگہ لکھتے ہیں: ''الرافضي الأخباري''. ابوحاتم کہتے ہیں: ''متروك الحديث''. آجری کہتے ہیں: ''سألت أبا داود عنه، فنفض يده وقال: أحد يسأل عن هذا''. یعنی وہ اس لائق نہیں کہ اس کے بارے میں پوچھا جائے۔ ابن معین کہتے ہیں: ''ليس بثقة''. وقال مرة: ''ليس بشيء''. ابن عدی کہتے ہیں: ''شيعي محترق، صاحب أخبارهم''. ابن عراق کہتے ہیں: ''كذَّاب تالف''. ابن الجوزی کہتے ہیں: ''أبو صالح الكلبي وأبو مخنف كلهم كذابون''. سیوطی کہتے ہیں: ''لوط والكلبي كذابان''. زرکلی لکھتے ہیں: ''إماميٌّ من أهل الكوفة''. (انظر: ميزان الاعتدال ٣/٤١٩. تاريخ الإسلام للذهبي ٤/١٨٩. الجرح والتعديل ٧/١٨٢. لسان الميزان ٦/٤٣٠-٤٣١، تحقيق: عبد الفتاح أبو غدة. تنزيه الشريعة المرفوعة، ص٩٨. الموضوعات لابن الجوزي ١/٤٠٦. اللآلي المصنوعة ١/٣٥٥. الأعلام للزركلي ٥/٢٤٥.)

عثمان الخمیس ابومخنف کے بارے میں لکھتے ہیں: ''ولوط بن يحيى هذا روى عنه الطبري خمس مئة وسبعا وثمانين روايةً، وهذه الروايات تبدأ من وفاة النبي صلى الله عليه وسلم وتنتهي إلى خلافة يزيد، وهي الفترة التي سنتكلم عنها في كتابنا هذا، منها سقيفة بني ساعدة، قصة الشورى...، قتل الحسين، في كل هذه تجد لأبي مخنف رواية، وهذه هي التي يعتمدها أهل البدع ويحرصون عليها. وليس أبو منخف وحده، أبو مخنف أشهرهم، وإلا فهناك غيره كالواقدى مثلًا، وهو متروك متهم بالكذب، ولا شك أنه مؤرخ كبير حافظ عالم بالتاريخ، ولكنه غير ثقة. والثالث سيف بن عمر التميمي وهو أيضًا مؤرخ معروف، ولكنه متروك متهم بالكذب أيضًا. وكذلك الكلبي (أي: محمد بن السائب الكلبي) وهو كذاب مشهور''.

اس کے بعد لکھتے ہیں: ''وأبو مخنف هذا جمع بين البدعة والكذب وكثرة الرواية، مبتدع كذاب، مكثر من الرواية''. (حقبة من التاريخ، ص٣٦).

ابومخنف شیعہ مورخین کی نظر میں:

شیعہ مورخین خاص کر کتب رجال کے مصنفین: محسن امین، شرف الدین، آغا بزرگ طہرانی، عباس قمی، محمد

Darul Uloom Zakariyya South Africa

مہدی طباطبائی، خوئی، خاقانی، نجاشی، حلی، اور طوسی وغیرہ نے اس کا تذکرہ اپنی کتابوں میں بطور شیعہ مورخ کے کیا ہے؛ بلکہ اس کا شمار بڑے اور اکابر شیعہ مورخین میں کیا ہے۔(أعيان الشيعة، ص ١٢٧. أعلام الشيعة ١٦/١. الكنى والألقاب ١٤٨/١. . الفهرست للطوسي ٢٠/٢. الفوائد الرجالية لبحر العلوم ٣٧٥/١-٣٧٩. الكنى والألقاب ١٦٩/١. المراجعات ٢١/٢. حلية الأبرار ١٤٦/٤. رجال الخاقاني ١٧٧/١. رجال الطوسي ٤٥٩/١. رجال النجاشي ٣٢١/١. معجم رجال الحديث ١٣٦/١١-١٣٨. الاحتجاج للطبرسي ٤٥٦/١. خلاصة الأقوال ٣٨٩/١. نقد الرجال ١٤٠/٧-١٤٢).

مزید برآں صاحب ''الفوائد الرجالیہ'' طباطبائی نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ اس کے شیعہ ہونے میں کسی کو شک نہیں ہونا چاہیے، جیسا کہ اصحاب معاجم کی ایک جماعت نے اس کی تصریح کی ہے۔ (الفوائد الرجالية ٣٧٩/١)

حساس موضوعات پر ابومخنف کی جھوٹ پر مبنی کتابیں:

یہ ابومخنف وہ بدبودار شیعی مورخ ہے جس نے خیر القرون میں رونما ہونے والے تمام اہم واقعات پر جھوٹ پر بھری مستقل کتابیں لکھی ہیں، جیسے: سقیفۂ بنوساعدہ میں بیعت ابوبکرؓ، شوری، خلافت سے متعلق حضرت عمرؓ کی قائم کردہ شوری، مقتل عثمانؓ، مقتل علیؓ، جنگ جمل وصفین، مقتل حسینؓ، وفات معاویہؓ اور ولایت یزید، مقتل عبداللہ بن الزبیرؓ، سلیمان بن صردؓ اور عین وردہ، وغیرہ۔ (فوات الوفيات لمحمد بن شاكر، ص ٢٢٥. الأعلام للزركلي ٢٤٥/٥. الفهرست لابن النديم، ص ١٠٥-١٠٦. معجم الأدباء ٦٧٠/٦. معجم المؤلفين ١٥٧/٨)

عباس قمی شیعی نے ''الكنى والألقاب'' میں ابومخنف کے بارے میں لکھا ہے کہ ابومخنف بڑے شیعہ مورخین میں سے تھا، اس کے مشہور شیعہ ہونے کے باوجود طبری اور ابن اثیر وغیرہ نے اس سے روایات نقل کرنے میں اس پر اعتماد کیا ہے۔''**وكان أبو مخنف من أعاظم مؤرخي الشيعة ، ومع اشتهار تشيعه اعتمد عليه علماء السنة في النقل عنه كالطبري وابن الأثير وغيرهما**''. (الكنى والألقاب ١٦٩/١)

مشہور مستشرق (اے بیل) نے ''دائرہ معارف اسلامیہ'' میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ ابومخنف نے قرون اولی میں رونما ہونے والے واقعات کی تاریخ میں ''۳۲'' رسالے لکھے ہیں، جن کا اکثر حصہ طبری نے نقل کیا ہے؛ البتہ ابومخنف سے منسوب جو کتابیں ہم تک پہنچی ہیں وہ متاخرین (شیعہ) کی وضع کردہ ہیں۔ (ماہنامہ دارالعلوم، دیوبند، جون ۲۰۱۳ء)

ابوالمنذر ہشام بن محمد کلبی:

ابوالمنذر ہشام بن محمد بن السائب کے بارے میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں: ''**العلامة الأخباري النسابة**

Darul Uloom Zakariyya South Africa

الأوحد أبو المنذر هشام بن الأخباري الباهر محمد بن السائب بن بشر الكلبي الكوفي الشيعي أحد المتروكين كأبيه. قال أحمد: إنما كان صاحب سمر ونسب، ما ظننتُ أن أحدا يحدث عنه. وقال الدارقطني وغيره: متروك الحديث. وقال ابن عساكر: رافضي ليس بثقة". (سير أعلام النبلاء ۱۰/۱۰۱)

وقال ابن حبان: كان غاليا في التشيع أخباره في الأغلوطات أشهر من أن يحتاج إلى الإغراق في وصفها". (المجروحين ۳/۱۹)

محمد بن سائب کلبی:

محمد بن سائب کلبی کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: "محمد بن السائب بن بشر الكلبي، أبو النضر الكوفي، النسابة المفسر: متهم بالكذب، ورُمِي بالرفض". (تقريب التهذيب)

وقال الثوري: اتقوا الكلبي. فقيل له: فإنك تروي عنه؟ فقال: أنا أعرف صدقه من كذبه. وقال البخاري: أبو النضر الكلبي تركه يحيى وابن مهدي. وقال سفيان: قال لي الكلبي: كل ما حدثتك عن أبي صالح فهو كذب. وقال الأعمش: اتق هذه السبائية، فإني أدركت الناس وإنما يسمونهم الكذابين. وقال همام: سمعت الكلبي يقول: أنا سبائي. وقال الجوزجاني وغيره: كذاب. وقال الدارقطني وجماعة: متروك. وقال ابن حبان: مذهبه في الدين ووضوح الكذب فيه أظهر من أن يحتاج إلى الإغراق في وصفه". (ميزان الاعتدال ۳/۵۵۶)

محمد بن عمر الواقدی:

واقدی کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "متروك مع سعة علمه". (تقريب التهذيب)

اور علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں بعض محدثین سے ان کی توثیق اور متعدد محدثین سے ان کا متروک، کذاب اور واضع الحدیث ہونا نقل کیا ہے: "قال أحمد بن حنبل: هو كذاب. وقال البخاري وأبو حاتم: متروك. وقال أبو حاتم أيضًا والنسائي: يضع الحديث. وقال ابن المديني: الواقدي يضع الحديث. وقال ابن راهويه: هو عندي ممن يضع الحديث." علامہ ذہبی واقدی کے ترجمے کے آخر میں لکھتے ہیں: "واستقر الإجماع على وهن الواقدي". (ميزان الاعتدال ۳/۶۶۵-۶۶۶)

علامہ ابن تیمیہ انہیں راویوں کے متعلق اہل علم کا فیصلہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

Darul Uloom Zakariyya South Africa

" أبو مخنف لوط بن يحيى وهشام بن محمد بن السائب وأمثالهما من المعروفين بالكذب عند أهل العلم ". (منهاج السنة ۵۹/۱)

اب جب واضح دلائل کی روشنی میں یہ معلوم ہوگیا کہ طبری شیعہ تھا اور انھوں نے اپنی تاریخ میں شیعہ راویوں کی بے بنیاد روایات کثیر تعداد میں نقل کی ہیں تو ان روایات کو قرآن کریم اور حدیث کی صحیح روایات کے مقابلے میں کس طرح قبول کیا جاسکتا ہے؟

محمد بن طاہر البرزنجی لکھتے ہیں:"نقل (الطبري) كثيرًا من روايات الشيعة والرافضة والمعتزلة والقدرية " (مقدمة صحيح وضعيف تاريخ الطبري، ص۱۷)

اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ طبری شیعہ نہیں تھا پھر بھی اس میں تو کسی کو انکار نہیں کہ تاریخ طبری میں ہر قسم کی رطب ویابس روایات بھری ہوئی ہیں۔محمد بن طاہر البرزنجی تاریخ طبری کے مقدمے میں لکھتے ہیں:" أسرف الطبري بذكر الإسرائيليات والخرافات والأوهام والحكايات فيما يتعلق ببدء الخلق وقصص الأنبياء والتاريخ القديم، دون أن يمحص ذلك ويعرِضه على النقد والمنطق والعقل وما جاء في القرآن والسنة". (مقدمة صحيح وضعيف تاريخ الطبري، ص۱۰۸)

دوسری جگہ لکھتے ہیں: " الإكثار من الحكايات الخرافية وخاصة عند حديثه عن بدء الخليقة وقصص الأنبياء وتأريخ العرب قبل الإسلام، وأخذ كل ذلك من الإسرائيليات، وخالف أحيانا صريح الكتاب والسنة". (مقدمة صحيح وضعيف تاريخ الطبري، ص۳۷)

طبری نے اپنی تاریخ میں صرف تاریخ قدیم اور قصص الانبیا سے متعلق خرافات واوہام درج کرنے پر اکتفا نہیں کیا؛ بلکہ فتن جیسے اہم وحساس موضوع پر بھی کذاب ومتروک راویوں کی روایات کو کثرت سے نقل کیا ہے۔محمد بن طاہر البرزنجی لکھتے ہیں:"أكثر من الأخذ عن بعض المتروكين والتالفين ومن اتهموا بالكذب وذلك في وقائع وأحداث خطيرة كالفتن". (مقدمة صحيح وضعيف تاريخ الطبري، ص۳۸)

خصوصاً طبری نے بنی امیہ کی تاریخ جن روات کے اعتماد پر مرتب کی ہے، ان میں اکثر شیعہ اور متروک وکذاب راوی ہیں۔محمد بن طاہر البرزنجی تاریخ طبری کے مقدمے میں طبری کے مصادر وماخذ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"وفي العهد الأموي أخذ (أي: الطبري) تاريخ بني أمية من مدونات عوانة بن الحكم الكلبي، وأبي مخنف، والمدائني، والواقدي، وعمر بن شبة، وهشام الكلبي". (مقدمة صحيح وضعيف تاريخ الطبري، ص۸۷)

مذکورہ روات میں مدائنی اور عمر بن شبہ کے علاوہ تمام روات متروک وکذاب ہیں۔

Darul Uloom Zakariyya South Africa

۱- عوانہ بن حکم کو حافظ ابن حجر نے واضع الاخبار لکھا ہے۔(لسان الميزان ٤/٣٨٦).

۲- ابومخنف کو ابن عدی نے کٹر شیعہ اور ابن جوزی نے کذاب لکھا ہے۔ (ميزان الاعتدال ٣/٤١٩. الموضوعات لابن الجوزي ١/٤٠٦).

۳- واقدی کو امام بخاری، ابو حاتم اور ابن حجر نے متروک کہا ہے، اور امام احمد، امام نسائی، ابن مدینی اور ابن راہویہ نے کذاب کہا ہے۔ (ميزان الاعتدال ٣/٦٦٥-٦٦٦. وتقريب التهذيب)

۴- ابوالمنذر ہشام بن محمد بن السائب کلبی کو دارقطنی اور ذہبی نے متروک شیعہ، ابن عساکر نے رافضی اور ابن حبان نے غالی شیعہ کہا ہے۔(سير أعلام النبلاء ١٠/١٠١. المجروحين ٣/١٩)

ان رواۃ پر مفصل کلام آگے آرہا ہے۔

ایک طرف طبری نے بنی امیہ کی تاریخ مرتب کرنے کے لیے متروک وکذاب راویوں کا سہارا لیا ہے، تو دوسری طرف اندلس میں بنی امیہ کی خلافت اور اس جیسے بعض دوسرے اہم کارناموں کو اہتمام کے ساتھ ذکر نہیں کیا۔ محمد بن طاہر البرزنجی لکھتے ہیں: "**عدم التركيز أو الاهتمام اللازم بوقائع تأريخية هامة كبناء المسجد النبوي لأول مرة، وفتح الأندلس، والخلافة الأموية في الأندلس... وغير ذلك**". (مقدمة صحيح وضعيف تاريخ الطبري، ص٣٦-٣٧)

تاریخ طبری میں بے بنیاد روایات کے نقصانات:

ابن جریر نے اپنی تاریخ میں کثرت سے خرافات واوہام اور بے اصل وجھوٹی روایات کو ذکر کیا ہے۔ اور چونکہ ابن جریر بحیثیت امام تفسیر ومحدث مشہور تھے؛ اس لیے جب انھوں نے یہ ضخیم تاریخ لکھی تو لوگوں نے ان کی شہرت کے پیش نظر اس کتاب کی صحیح وغلط تمام روایات پر اعتماد کیا اور یہ ایسی مصیبت ہے کہ ان باطل وبے بنیاد روایات کے اثرات آج تک لوگوں کے ذہنوں پر نقش ہیں۔

محمد بن طاہر البرزنجی لکھتے ہیں: "**إن مجرد وجود الروايات المنكرة في تأريخ الطبري أو المستشنعة والتي لا أصل لها من الصحة حسب تعبير الطبري نفسه، وتراكمها لقرون طويلة دون تمييزها إلى صحيح وضعيف أدى بالنتيجة إلى ترسيخ أباطيل وأوهام وطاقات في أذهان الناس عن أحداث التأريخ الإسلامي، ولكن لا حقيقة لها في الأصل...، وأخذوا بعين الاعتبار أنه محدث ثقة حافظ فصدقوا كل ما في تأريخه، وتلك مصيبة تركت أثرها في كتابة التأريخ الإسلامي إلى يومنا هذا**". (مقدمة صحيح وضعيف تاريخ الطبري، ص٣٦)

Darul Uloom Zakariya South Africa

ہاں طبری نے صحیح روایات کو چھوڑ کر بے شمار ضعیف وموضوع روایات کا ایک ذخیرہ جمع کر دیا ہے اور ان پر جرح وتعدیل، ضعیف وقوی اور غلط وصحیح کے درمیان تمیز کا کام دوسرے اصحاب علم پر چھوڑ دیا ہے؛ چنانچہ ابن جریر اپنی اس کتاب ''تاریخ الأمم والملوک'' کے مقدمے میں لکھتے ہیں: ''**فما يكن في كتابي هذا من خبر ذكرناه عن بعض الماضين مما يستنكره قارئه، أو يستشنعه سامعه، من أجل أنه لم يعرف له وجهًا من الصحة، ولا معنى في الحقيقة، فليعلم أنه لم يؤت من قِبلنا، وإنما أتى من قِبل بعض ناقليه إلينا، وإنا إنما أدَّينا ذلك على نحو ما أُدِّي إلينا**''. (تاريخ الطبري ١/٥، ط:الرياض)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ طبری نے پوری کتاب میں اس کا اہتمام نہیں کیا، جیسے جیسے وہ آگے بڑھتے ہیں سند کو حذف کرتے جاتے ہیں۔ محمد بن طاہر البرزنجی لکھتے ہیں: ''**ولكن الإسناد يختفي تدريجيًّا كلما اقتربنا من نهاية كتابه**''. (مقدمة صحيح وضعيف تاريخ الطبري، ص ٣٢)

دوسرا اشکال یہ ہوتا ہے کہ اگر مصنف کا مقصد محض تاریخی روایات کی جمع وترتیب ہی تھا تو صدر اول کے واقعات میں غالی شیعہ وروافض کی روایات کے ذکر کرنے پر کیوں اکتفا کیا گیا، اور اس وقت کے اہل السنۃ والجماعۃ کے معتمد روات سے صدر اول کے واقعات کی صحیح نقل سے اعراض کیوں برتا گیا!؟ جمل وصفین دونوں کو ملا کر صحیح اور معتمد راویوں کی صرف بارہ روایات پر کیوں اکتفا کیا گیا؛ جبکہ غیر معتمد راویوں کی روایات کا حجم تقریباً دوسو صفحات ہیں!؟

ابن جریر طبری کی طرف مسح علی الرجلین کی نسبت:

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ ''جامع البیان'' اور ''تاریخ الأمم والملوک'' کے مصنف ابن جریر طبری کی طرف مسح علی الرجلین کے قائل ہونے کی نسبت صحیح نہیں؛ چنانچہ مفتی تقی عثمانی صاحب ''درس ترمذی'' میں فرماتے ہیں: ''اور جس ابن جریر طبری کی طرف یہ تیسرا مسلک (**التخيير بين الغسل والمسح**) منسوب ہے اس سے مراد اہل سنت کے مشہور عالم ابن جریر طبری نہیں، بلکہ ان سے مراد شیعہ ابن جریر طبری ہیں...ابن جریر طبری جن کی تفسیر ''جامع البیان'' اور ''تاریخ الأمم والملوک'' مشہور ہے وہ اہل سنت میں سے ہیں، اور وہ مسئلہ غسل رجلین میں جمہور اہل سنت کے ہمنوا ہیں۔...حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ میں نے ابن جریر طبری کی عبارت پر غور کیا تو یہ معلوم ہوا کہ وہ تخییر بین الغسل والمسح یا جمع بینہما کے قائل نہیں ہیں؛ بلکہ ان کا منشأ یہ ہے کہ رجلین کا وظیفہ غسل ہی ہے؛ لیکن اس میں دلک واجب ہے؛ کیونکہ پاؤں پر میل کا احتمال زیادہ ہے؛ البتہ انھوں نے دلک کے مفہوم کو لفظ مسح سے تعبیر کر دیا ہے اور اس سے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ جمع کے قائل ہیں؛ حالانکہ حقیقت وہی ہے جو ہم نے بیان کی کہ ان کا مسلک بھی جمہور اہل سنت سے مختلف نہیں۔'' (درس ترمذی ۱/۲۵۱-۲۵۲)

Darul Uloom Zakariyya South Africa

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: ”ومن نقل عن أبي جعفر بن جرير أنه أوجب غسلهما للأحاديث، وأوجب مسحهما للآية، فلم يحقق مذهبه في ذلك، فإن كلامه في تفسيره إنما يدل على أنه أراد أنه يجب دلك الرجلين من دون سائر أعضاء الوضوء؛ لأنهما يليان الأرض والطين وغير ذلك، فأوجب دلكهما ليذهب ما عليهما، ولكنه عبَّر عن الدلك بالمسح، فاعتقد من لم يتأمل كلامه أنه أراد وجوب الجمع بين غسل الرجلين ومسحهما، فحكاه من حكاه كذلك“. (تفسير ابن كثير، المائدة: ٦)

دونوں حضرات کی باتیں سر آنکھوں پر؛ لیکن تفسیر طبری کی عبارت سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہی ہے کہ ابن جریر مسح علی الرجلین کے قائل ہیں اور پورے پاؤں پر گیلے ہاتھ پھیرنے کو غسل کہتے ہیں۔ اور یہ قطعاً دلک نہیں۔ ابن جریر لکھتے ہیں: ” لأن غسلهما إمرار الماء عليهما، أو إصابتهما بالماء“. (جامع البيان في تأويل القرآن ٤/٤٧١، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

البتہ وہ پورے قدم پر مسح کو ضروری قرار دیتے ہیں اور وہ اسی کو غسل کہتے ہیں۔ یعنی پورے پاؤں پر گیلا ہاتھ پھیرنا غسل ہے اور بعض پر پھیرنا مسح ہے۔ اور ان کے نزدیک وضو میں پانی سے اسی طرح مسح علی الرجلین کا حکم دیا گیا ہے، جس طرح تیمّم میں مٹی سے مسح علی الوجہ کا حکم ہے۔ اس لیے لفظ ”مسح“ کو ”دلک“ پر محمول کرنا صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ آپ ابن جریر طبری کی عبارت خود ملاحظہ فرمائیں:

”قال أبو جعفر: والصواب من القول عندنا في ذلك، أنَّ اللّٰه عزَّ ذكره أمر بعموم مسح الرجلين بالماء في الوضوء، كما أمر بعموم مسح الوجه بالتراب في التيمم... ولذلك – من احتمال ”المسح“ المعنيين الذين وصفتُ من العموم والخصوص، اللذين أحدهما مسح ببعض، والآخر مسح بالجميع – اختلفت قراءة القراء في قوله: ﴿وَأَرْجُلَكُمْ﴾، فنصبها بعضهم، توجيهًا منه ذلك إلى أن الفرض فيهما الغسل، وإنكارًا منه المسح عليهما، مع تظاهر الأخبار عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بعموم مسحهما بالماء. وخفضها بعضهم، توجيهًا منه ذلك إلى أن الفرض فيهما المسح...، فأعجب القراءتين إليَّ أن أقرأها، قراءة من قرأ ذلك خفضًا، لما وصفت من جمع ”المسح“ المعنيين اللذين وصفت، ولأنه بعد قوله: ﴿وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ﴾، فالعطف به على ﴿الرُّؤُوْسِ﴾ مع قربه منه، أولى من العطف به على ”الأيدي“، وقد حيل بينه وبينهما بقوله: ﴿وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ﴾. (تفسير الطبري= جامع البيان ٤/٤٧٠–٤٧١، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

البتہ ابن جریر مسح رأس کی طرح بعض قدم کے مسح کو کافی نہیں سمجھتے؛ بلکہ پورے قدم پر مسح کو ضروری قرار دیتے ہیں؛ چنانچہ لکھتے ہیں: "**فإن قال قائل: وما الدليل على أنَّ المراد بالمسح في الرجلين العموم، دون أن يكون خصوصًا، نظير قولك في المسح بالرأس؟**

قيل: الدليل على ذلك، تظاهر الأخبار عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: "ويل للأعقاب وبطون الأقدام من النار". ولو كان مسح بعض القدم مجزئًا من عمومها بذلك، لما كان لها الويل بترك ما تُرك مسحه منها بالماء بعد أن يمسح بعضها". (تفسير الطبري= جامع البيان ٤/٤٧٢، ط:دار الكتب العلمية، بيروت)

تاریخ طبری میں واقعہ حرہ کا ذکر:

واقعہ حرہ سے متعلق ابن جریر طبری (۲۲۴-۳۱۰ھ) نے دو طرح کی روایات ذکر کی ہیں:

۱- ابومخنف، واقدی، کلبی کی روایت ہے، جس میں دس ہزار لوگوں کا قتل کیا جانا اور ایک ہزار عورتوں کا زنا سے حاملہ ہونا ذکر کیا گیا ہے۔

ابومخنف، واقدی اور کلبی یہ سب کذاب راوی ہیں؛ اس لیے ان کی روایات قابل اعتبار نہیں۔ تفصیل گزر چکی ہے۔ (وانظر: ميزان الاعتدال ٣/٤١٩ و٥٥٦ و٦٦٥-٦٦٦. الجرح والتعديل ٧/١٨٢. لسان الميزان ٤/٤٩٢. المجروحين ٣/١٩. منهاج السنة ١/٥٩. حقبة من التاريخ، ص٣٥-٣٦).

۲- دوسری روایت جویریہ بن اسماء کی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہزاروں کے قتل کی بات درست نہیں، کچھ لوگ قتل ہوئے اور کچھ خندق میں کودنے سے مر گئے۔ خلیفہ بن خیاط نے اپنی تاریخ میں اس واقعے میں ۳۰۶ مقتولین کی فہرست دی ہے؛ لیکن سند ندارد۔

جویریہ بن اسماء صحیحین کے راوی ہیں اور ان کے علاوہ اس سند کے دیگر روات بھی ثقہ ہے؛ ہاں اس کی سند میں بعض اشیاخ مدینہ مجہول ہیں۔ تفصیل گزر چکی ہے۔

دوسرا مصدر: الکامل فی التاریخ:

واقعہ حرہ اور واقعہ کربلا کا دوسرا مصدر ابن الاثیر (۵۵۵-۶۳۰ھ) کی "الکامل" ہے۔ آپ قدیم وجدید تاریخ کے حافظ اور حدیث اور اس کے متعلقات کے امام تھے؛ لیکن "الکامل فی التاریخ" میں ان کا ماخذ وہی طبری کی "تاریخ الأمم والملوک" تھی جس کی اکثر روایات ابومخنف، واقدی، محمد بن السائب کلبی اور اس کے بیٹے ہشام بن محمد کلبی وغیرہ کذاب راویوں کی ہیں؛ چنانچہ وہ اپنی اس کتاب کے مقدمے میں لکھتے ہیں: "ابتدأتُ

Darul Uloom Zakariyya South Africa

بالتاريخ الكبير الذي صنَّفه الإمام أبو جعفر الطبري، إذ هو الكتاب المعوَّل عند الكافة عليه والمرجوع عند الاختلاف إليه، فأخذتُ ما فيه من جميع تراجمه لم أُخِلَّ بترجمةٍ واحدةٍ منها، وقد ذكر هو في أكثر الحوادث رواياتٍ ذوات عددٍ كل رواية منها مثل التي قبلها أو أقل منها، وربما زاد الشيء اليسير أو نقصه، فقصدتُ أتمَّ الروايات فنقلتُها". (الكامل في التاريخ ٦/١)

محبّ الدین خطیب مورخین کے تین گروہوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تیسرا گروہ طبری، ابن عساکر، ابن الاثیر اور ابن کثیر جیسے ان اہل انصاف کا ہے، جن کی فکر میں انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر مذہب ومشرب کے اہل اخبار مثلاً لوط بن یحییٰ کٹر شیعہ اور اہل اعتدال میں سے سیف بن عمر عراقی کی خبریں جمع کردی جائیں۔ "**وطائفة ثالثة من أهل الإنصاف والدين كالطبري وابن عساكر وابن الأثير وابن كثير رأتْ أنَّ من الإنصاف أن تجتمع أخبار الأخباريين من كل المذاهب والمشارب كلوط بن يحيى الشيعي محترق، وسيف بن عمر العراقي المعتدل**". (تعليق العواصم من القواصم، ص١٧٩، ط: دار الجيل)

سیف بن بن عمر کے بارے میں عثمان الخمیس لکھتے ہیں: "**سيف بن عمر التميمي مؤرخ معروف، ولكنه متروك متهم بالكذب**". (حقبة من التاريخ، ص٣٦)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن الاثیر اگر چہ خود ثقہ ہیں؛ لیکن ان کی تاریخ اس قابل نہیں کہ بغیر کسی جرح ونقد کے اس کی ہر روایت کو صرف اس اعتماد پر کہ ابن الاثیر نے نقل کیا ہے قبول کرلی جائے۔

چنانچہ ابن الاثیر نے واقعہ حرہ سے متعلق ابومخنف کی موضوعی روایت کو اس واقعہ کی سب سے اتم روایت سمجھ کر اپنی تاریخ میں نقل کیا اور اسماء بن جویریہ کی روایت کو چھوڑ دیا۔

تیسرا مصدر: تاریخ یعقوبی:

واقعہ حرہ اور واقعہ کربلا کا تیسرا مصدر تاریخ یعقوبی ہے۔ اس کا مصنف احمد بن اسحاق (ابی یعقوب) بن جعفر بن وہب بن واضح الیعقوبی (م:۲۹۲) ہے۔ یعقوبی نے شیعہ عقائد میں پختگی کے ساتھ اپنی اس تاریخ میں شیعہ رُوات کی روایات کو ترجیح دی ہے اور شیعہ ائمہ کے کلام کو بکثرت نقل کیا ہے؛ اس لیے یعقوبی کی اس کتاب کی کسی روایت پر اعتماد-خصوصاً جبکہ اس کا تعلق عہد اموی اور یزید بن معاویہ سے ہو-انتہائی خطرناک ہے۔

یعقوبی کے بارے میں اکرم بن ضیاء العمری لکھتے ہیں: "**مؤرخ شيعي إمامي**". (عصر الخلافة الراشدة، ص١٩)

چوتھا مصدر: مروج الذہب:

واقعہ حرہ اور واقعہ کربلا کا چوتھا مصدر علی بن الحسین المسعودی معتزلی کی "مروج الذہب" ہے۔ علامہ ذہبی

فرماتے ہیں: ''كان أخباريًّا، صاحب مُلَحٍ وغرائبَ وعجائبَ وفُنون، وكان معتزليًّا''. (سير أعلام النبلاء ۵۶۹/۱۵) تاج الدین سبکی فرماتے ہیں:''وقيل: إنه كان معتزلي العقيدة''. (طبقات الشافعية الكبرى ۴۵۶/۳) میرے خیال میں اعتزال تشیع کی ایک شاخ ہے۔حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:''وكتبه طافحة بأنه كان شيعيًّا معتزليًّا، حتى أنه قال في حق ابن عمر: إنه امتنع من بيعة علي بن أبي طالب، ثم بايع بعد ذلك يزيد بن معاوية، والحجاج لعبد الملك بن مروان، وله من ذلك أشياء كثيرة. ومن كلامه في حق عليٍّ ما نصه: الأشياء التي استحق بها الصحابةُ التفضيلَ: السبقُ إلى الإيمان، والهجرة مع النبي صلى الله عليه وسلم، والنصر له، والقرابة منه، وبذل النفس دونه، والعلم، والقناعة، والجهاد، والورع، والزهد، والقضاء، والفتيا. وإنَّ لعليٍّ من ذلك الحظ الأوفر، والنصيب الأكبر، إلى ما ينضم إلى ذلك من خصائصه بأُخُوَّتِه، وبأنه أحب الخلق إليه، إلى غير ذلك''. (لسان الميزان ۵۳۲/۵، تحقيق: عبد الفتاح أبو غدة)

محبّ الدین خطیب لکھتے ہیں: ''يعده الشيعة من شيوخهم وكبارهم، ويذكر له المامقاني في تنقيح المقال (۲۸۲/۲-۲۸۳) مؤلفات في الوصاية، وعصمة الإمام، وغير ذلك مما يكشف عن عصبيته والتزامه غير سبيل أهل السنة المحمدية. ومن طبيعة التشيع والتحزب والتعصّب البعدُ بصاحبه عن الاعتدال والإنصاف''. (تعليق العواصم من القواصم، ص ۲۶۲)

مذکورہ عبارات کی روشنی میں مسعودی کی شیعیت کے واضح ہونے کے بعد بنوامیہ اور خصوصاً یزید بن معاویہ کے بارے میں اس کے کسی قول یا روایت کو بلا تحقیق قبول نہیں کیا جاسکتا ہے۔

پانچواں مصدر: الإمامة والسياسة:

واقعہ حرہ اور واقعہ کربلا کا پانچواں مصدر ''الإمامة والسياسة'' ہے، جو ابن قتیبہ دینوری کی طرف منسوب ہے؛ لیکن ابن قتیبہ کی طرف اس کتاب کی نسبت متعدد وجوہ سے صحیح نہیں:

۱- وفیات الأعیان لابن خلکان، لسان المیزان، تاریخ بغداد، شذرات الذہب وغیرہ میں ابن قتیبہ کی تصانیف کی فہرست موجود ہے؛ لیکن اس میں اس کتاب کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔

۲- ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ابن قتیبہ جیسا مشہور ومعروف شخص ایک ایسی کتاب لکھے جس میں صراحۃً صحابہ پر حملے کے گیے ہوں اور صحابہ کی عدالت وثقاہت کو مجروح کرنے کی کوشش کی گئی ہو اور ہمارے محدثین ومورخین اپنی کتابوں میں اس کا ذکر نہ کریں۔

۳- ابن قتیبہ ایک ادیب اور فاضل شخص تھے اور فنون ادب میں ایک ممتاز حیثیت کے حامل تھے؛ چنانچہ

Darul Uloom Zakariyya South Africa

Darul Uloom Zakariyya South Africa

آپ کی غریب القرآن، غریب الحدیث، تاویل مختلف الحدیث اور ادب الکاتب کی عبارت آپ کے ادبی ذوق کی بین مثال ہیں۔ کتاب الامامۃ والسیاسۃ کے مطالعہ سے صاف پتا چلتا ہے کہ اس کا مصنف علم وادب میں کوئی ممتاز درجہ نہیں رکھتا، اگر ہم اس کے غلط واقعات اور فضول روایات سے قطع نظر کر کے صرف اس کے ادبی معیار ہی کو دیکھیں تو ذوق سلیم صاف فیصلہ کرے گا کہ یہ کتاب ابن قتیبہ جیسے قادر الکلام شخص کی نہیں ہو سکتی۔

۴- جو واقعات کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں ان کا اجمالی تذکرہ ابن قتیبہ نے اپنی کتاب ''معارف'' میں کیا ہے، اور ظاہر ہے کہ ایک مصنف کے تفصیل واجمال میں روح واقعہ کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہوتا؛ مگر ان دونوں کتابوں کے مطالعہ سے ایک معمولی قاری بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں جن مباحث مثلاً مشاجراتِ صحابہ اور بنوامیہ کے مظالم ومثالب کو خاص اہمیت دی گئی ہے معارف میں اس کے متعلق کچھ ذکر ہی نہیں۔ مثال کے طور پر کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت جبری اور ظالمانہ رنگ میں پیش کی گئی ہے اور کتاب کی جلد ا کے صفحہ ۱۱ سے ۱۶ تک صفحات میں اس بیعت کو جبری ثابت کرنے کے لیے عجیب وغریب قسم کی روایات نقل کی ہیں؛ لیکن اسی بیعت کا تذکرہ جب وہ معارف (ص ۵۵) میں کرتے ہیں تو اس انداز میں کرتے ہیں کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس بارہ میں کوئی اختلاف ہوا ہی نہیں تھا۔

۵- کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں اکثر روایات شیعہ مذہب کی تائید میں ہیں؛ جبکہ ابن قتیبہ اہل تشیع کے سخت مخالف ہیں اوان کو ''تاویل مختلف الحدیث، ص ۸۶-۸۷) میں باطل فرقوں میں شمار کیا ہے۔ اور ابن قتیبہ کو تو اہل سنت کا خطیب کہا جاتا ہے۔ التحدیث بمناقب اہل الحدیث کے مصنف لکھتے ہیں: ''ابن قتیبہ اہل سنت کے لیے ایسے ہیں جس طرح معتزلہ کے لیے جاحظ؛ کیونکہ وہ خطیب اہل السنۃ ہیں جس طرح جاحظ خطیب المعتزلہ تھا''۔ (تفسیر المنار ۳/۱۴۶)

۶- اس کتاب کے مصنف نے اس کتاب میں مصر کے دو بڑے علما سے کثرت سے روایات لی ہیں اور ابن قتیبہ نہ تو مصر گئے اور نہ ہی ان دو علما سے علم حاصل کیا ہے؛ بلکہ ابن قتیبہ تو بغداد سے دینور کے علاوہ کہیں نہیں گئے۔

۷- اس کتاب کے مصنف ابن ابی لیلیٰ (م: ۱۴۸ھ) سے اس طرح روایت کرتے ہیں گویا کہ انھوں نے ابن ابی لیلیٰ سے ملاقات کی ہے؛ جبکہ ابن قتیبہ (م: ۲۱۳ھ) ابن ابی لیلیٰ کی وفات کے ۲۶ سال بعد پیدا ہوئے۔

۸- اس کتاب کے مصنف نے کثرت سے صیغۂ تمریض کے ساتھ روایات ذکر کی ہیں؛ جبکہ ابن قتیبہ کا یہ اسلوب نہیں۔

Darul Uloom Zakariyya South Africa

۹-اس کتاب کے مصنف نے خلفائے ثلاثہ حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے بارے میں صرف ۲۵ صفحات لکھے ہیں؛ جبکہ صحابہ کرام کے درمیان وقوع پذیر ہونے والے فتنوں کے بارے میں ۲۰۰ صفحات لکھے اور صحابہ کرام کی تاریخ کو مسخ کرنے کی پوری کوشش کی ہے جو کہ روافض کا طریقہ ہے۔

مذکورہ دلائل سے یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ''الامامۃ والسیاسۃ'' ابن قتیبہ کی کتاب نہیں؛ بلکہ یہ غلط طور پر ان کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ یہ کسی شیعہ فکر کے حامل مصری یا مغربی شخص کی کتاب ہے جو ابن قتیبہ کی زندگی میں لکھی گئی اور بعد میں ان کی طرف منسوب کردی گئی ہے۔ جیسا کہ دائرۃ المعارف الاسلامیۃ (۲۶۲/۱) سے معلوم ہوتا ہے؛ لہٰذا اس کے مصنف کے مجہول ہونے اور اس میں صحابہ کرام اور بنوامیہ سے متعلق بے بنیاد اور من گھڑت روایات کے درج ہونے کی وجہ سے اس کتاب کی کسی روایت کو لینا درست نہیں۔

محمود شکری آلوسی نے لکھا ہے: ''**ومن مكايدهم – يعني الرافضة– أنه ينظرون في أسماء الرجال المعتبرين عند أهل السنة، فمن وجدوه موافقًا لأحد منهم في الأسم واللقب أسندوا رواية حديث ذلك الشيعي إليه، فمن لا وقوف له من أهل السنة يعتقد أنه إمام من أئمته فيعتبر بقوله ويعتقد بروايته، كالسدى فإنهما رجلان أحدهما السدي الكبير والثاني السدي الصغير، فالكبير من ثقات أهل السنة ، والصغير من الوضاعين الكذابين وهو رافضي غال. وعبد الله بن قتيبة رافض غال وعبد الله بن مسلم بن قتيبة من ثقات أهل السنة، وقد صنف كتابًا سماه بالمعارف، فصنف ذلك الرافضي كتابًا سماه بالمعارف أيضًا قصدًا للإضلال**''. (مختصر التحفة الإثنا عشرية، ص ۳۲)

شیخ علی بن محمد صلابی نے محمود شکری آلوسی کی مذکورہ عبارت سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ''الامامۃ والسیاسۃ'' رافضی ابن قتیبہ کی تصنیف ہے؛ ''**وهذا ما يرجح أن كتاب الإمامة والسياسة لابن قتيبة الرافضي وليس لابن قتيبة السني الثقة، وإنماخلط الناس بينهما لتشابه الأسماء**''. (أمير المؤمنين الحسن بن علي بن أبي طالب، ص ۱۷۰)

چھٹا مصدر: البدایہ والنہایہ:

واقعہ حرہ اور واقعہ کربلا کا چھٹا مصدر ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ ہے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ تفسیر، حدیث اور تاریخ کے حافظ اور امام ہیں۔ آپ کی تفسیر کتب تفاسیر میں ایک خاص مقام کی حامل ہے۔ آپ نے اپنی تاریخ البدایہ والنہایہ میں ابتدائے آفرینش سے لے کر اپنی وفات تک کے واقعات درج کئے ہیں۔ حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ

Darul Uloom Zakariyya South Africa

وہ صحیح وناقص روایات میں تمیز کرتے ہیں۔ کتاب میں کئی جگہ شیعہ روایات کی تردید کی گئی ہے؛ لیکن ان سب باتوں کے باوجود وہ بھی اپنی تاریخ میں بعض ایسی باتیں درج کر گئے ہیں جن کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اوراس کے ساتھ ساتھ صرف طبری کے اعتماد پر ابومخنف وغیرہ جیسے کٹر شیعوں کی روایات سے اپنی کتاب کو نہ بچا سکے؛ بلکہ ایک جگہ تو صاف کھل کر لکھ گئے ہیں کہ: " **وللشيعة الرافضة في صفة مصرع الحسين كذب كثير وأخبار باطلة، وفيما ذكرنا كفاية، وفي بعض ما أوردناه نظر، ولولا أن ابن جرير وغيره من الحفاظ والأئمة ذكروه ما سُقْتُه، وأكثره من رواية أبي مخنف لوط بن يحيى، وقد كان شيعيًّا، وهو ضعيف الحديث عند الأئمة**". (البداية والنهاية ۲۰۲/۸)

یہ ہے تاریخ کی مشہور ترین کتابوں پر اجمالی تبصرہ۔

مذکورہ مصادر کے علاوہ اور بھی بعض قدیم مصادر میں واقعہ حرہ اور واقعہ کربلا کا ذکر ملتا ہے، مثلاً ابوالفرج الاصبہانی الاموی الشیعی کی ''الأغانی''، ابن عبد ربہ کی ''العقد الفرید'' اور ابن الطقطقی العلوی کی ''الفخری فی الآداب السلطانیۃ والدول الإسلامیۃ'' وغیرہ۔ لیکن ان کتابوں میں ان واقعات کو بلا سند ذکر کیا گیا ہے۔ نیز ان کے مصنفین کو روایت ودرایت کے معیار سے کوئی سروکار نہیں جو دل میں آیا لکھ دیا اور جس کے خلاف چاہا لکھ دیا۔ اس لیے ان کتابوں پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا ہے۔

العقد الفرید کے مصنف ابن عبد ربہ کے بارے میں حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ وہ بنوامیہ کے موالی (غلاموں) میں سے ہونے کے باوجود بنوامیہ کی تحقیر وتذلیل کا رجحان رکھتا تھا اور اس کا بیشتر کلام اس کے شیعہ ہونے پر دلالت کرتا ہے؛ "**يدلُّ كثير من كلامه على تشيُّعٍ فيه وميلٍ إلى الحطِّ على بني أمية، وهذا عجيب منه؛ لأنه أحد مواليهم، وكان الأولى به أن يكون ممن يواليهم لا ممن يعاديهم**". (البداية والنهاية ۱۹٤/۱۱)

موجودہ اور قریبی زمانے میں بھی بہت سے مصنفین نے اپنی کتابوں میں واقعہ حرہ اور واقعہ کربلا کو مستقلاً یا ضمناً، اجمالاً یا تفصیلاً ذکر کیا ہے؛ لیکن ان حضرات نے ان واقعات کو اُنہی مذکورہ قدیم مصادر سے لیا ہے، جن مصادر اور اُن کے مصنفین کے بارے میں کلام آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے دکتور احمد محمد العرینان کی کتاب "**إباحة المدينة وحريق الكعبة ...**" اور حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی کی کتاب ''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ شخصیت اور کردار'' کی طرف رجوع کریں؛ اگرچہ حکیم صاحب کی کتابوں کے سب مندرجات سے ہم کو اتفاق نہیں۔

Darul Uloom Zakariyya South Africa

یزید عادل تھا یا فاسق؟

جب عبداللہ بن حنظلہ نے مدینہ منورہ جا کر یزید کی مخالفت شروع کی اور لوگوں میں یہ بات پھیلائی کہ یزید شراب پیتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا، اور محمد بن حنفیہ کو یزید کی بیعت توڑنے پر ابھارا، تو محمد بن حنفیہ نے کہا: **"ما رأيتُ منه ما تذكرون، وقد حضرتُه وأقمتُ عنده فرأيتُه مواظبًا على الصلاة، متحرِّيًا للخير، يَسأل عن الفقه، ملازِمًا للسُّنة... أفأطلعكم على ما تذكرون من شرب الخمر؟ فلئن كان أطلعكم على ذلك إنكم لشركاؤه، وإن لم يكن أطلعكم فما يحل لكم أن تشهدوا بما لم تعلموا"**. (مختصر تاريخ دمشق لابن عساكر ۲۸/۲۸. البداية والنهاية ۲۳۳/۸)

یعنی جو تم کہہ رہے ہیں وہ چیزیں یزید میں نہیں، وہ نماز کے پابند ہیں، خیر کے کاموں کو تلاش کرتے رہتے ہیں، احکام شرعیہ کے بارے میں پوچھتے رہتے ہیں، سنت نبویہ کے مکمل پابند ہیں۔

محمد بن الحنفیہ کی بات معقول ہے۔ اور خاندان اہل بیت کے ایک ممتاز فرد کی یہ شہادت یزید کی زندگی کے عام گوشوں کو اجاگر کر دیتی ہے۔ اور محمد بن حنفیہ کا یہ بیان واقعۂ کربلا کے بعد کا ہے، جو اس بات پر شاہد ناطق ہے کہ یزید بن معاویہ کی اپنے معاصرین کے قلوب میں کس قدر محبت وعظمت تھی، اور اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ واقعۂ کربلا میں یزید کا کوئی دخل نہیں تھا، ورنہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی محمد بن حنفیہ یزید کی مخالفت کرنے والوں کو یہ جواب نہ دیتے۔

یزید کو شارب الخمر کہنا لوگوں کا ان کے بارے میں غلط شہرت کی وجہ سے تھا؛ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ تاریخ کبیر میں اپنی سند سے نہیک بن عمرو سے روایت کی ہے: نہیک بن عمرو کہتے ہیں: ہم یزید کے پاس گئے، صحرا میں ان کے لیے خیمہ لگایا گیا تھا۔ تین مرتبہ منادی نے اعلان کیا کہ اے اہل بصرہ! امیر المؤمنین آپ کو بخشش دینا چاہتے ہیں۔ تو ہم آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ شاید یزید شراب پی رہا ہے، اچانک ہوا نے خیمہ کا پردہ اٹھایا تو وہ قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے۔

"عن نهيك بن عمرو القيسي قال: وفدنا إلى يزيد بن معاوية وقد ضُرِبَ له رِواقٌ بالبرية، فنادى مناديه: أين وفد أهل البصرة؟ قد أمر لكم أمير المؤمنين بكذا، وأمر لكم بكذا، ثم نادى مناد ثاني: أين وفد أهل البصرة؟ قد أمر لكم – ثلاثا، قال بعضنا لبعض: ما نراه إلا قاعدًا يشرب، فجاءتْ ريح فرفعت طرف الرِّواق فإذا هو قاعد يقرأ في المصحف". (التاريخ الكبير ٤/ ٢٧٠، تحقيق: محمود محمد خليل)

Darul Uloom Zakariyya South Africa

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی یزید کی صالحیت وقابلیت، بلکہ اہلیت کے بھی معترف تھے، خود بھی ان کی بیعت فرمائی اور لوگوں سے بھی کہتے تھے کہ تم یزید سے بیعت کرلو۔ عامر بن مسعود جمحی فرماتے ہیں کہ جب قاصد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر لے کر آیا تو ہم اس وقت مکہ مکرمہ میں تھے، ہم عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہ بھی اس وقت مکہ مکرمہ میں تھے، ان کے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور دسترخوان بچھ چکا تھا، لیکن ابھی کھانا نہیں آیا تھا، ہم نے ان سے کہا: اے ابن عباسؓ! قاصد معاویہؓ کی وفات کی خبر لے کر آیا ہے۔ اس پر وہ کافی دیر خاموش رہے، پھر فرمایا: اے اللہ! معاویہؓ کے لیے اپنی رحمت کو وسیع فرمادے، بخدا! وہ پہلوں کی طرح نہیں تھے اور ان کے بعد ان جیسا کوئی نہیں آئے گا، اور بلاشبہ یزید ان کے خاندان کے صالحین میں سے ہے؛ لہٰذا تم اپنی جگہ بیٹھے رہو اور اپنی اطاعت اور بیعت اُسے دے دو۔ (أنساب الأشراف للبلاذري، ٥/ ٢٩٠، أمر يزيد بن معاوية).

حالانکہ یہی عبداللہ بن عباسؓ ہیں کہ مروان کے زمانے میں عبداللہ بن زبیرؓ نے ان سے اپنی بیعت لینی چاہی اور بے حد اصرار کیا؛ لیکن پھر بھی آپ رضی اللہ عنہ نے بیعت سے انکار کردیا۔ (تاريخ دمشق ٧٣/ ٢١٦. أسد الغابة ٣/ ١٩٤)

اسی طرح عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت میں کس قدر مخلص اور اس کی بیعت توڑنے والوں کے کس قدر مخالف تھے، اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ مدینہ منورہ میں عبداللہ بن مطیع اور عبداللہ بن حنظلہ یزید کے خلاف بغاوت کرنے والوں کی قیادت کررہے تھے، جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو پتا چلا تو آپ نے عبداللہ بن مطیع کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ یزید کی بیعت کو مت توڑو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس کا انتقال بغیر بیعت کے ہوا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

عن نافع قال: جاء عبد اللّٰه بن عمرؓ إلى عبد اللّٰه بن مطيع حين كان من أمر الحرة ما كان زمن يزيد بن معاوية، فقال: اطرحوا لأبي عبد الرحمن وسادة. فقال: إنّي لم آتك لأجلس، أتيتُك لأحدثك حديثًا سمعتُ رسولَ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: "من خلع يدًا من طاعةٍ لقي اللّٰه يوم القيامة لا حُجَّةَ له، ومن مات وليس في عنقه بيعةٌ مات ميتةً جاهليةً". (صحيح مسلم، باب وجوب الملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن، رقم: ١٨٥١).

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خدام اور رشتہ داروں کو جمع فرما کر یہ نصیحت فرمائی کہ یزید کی بیعت پر قائم رہو۔

عن نافع قال: لما خلع أهلُ المدينة يزيدَ بن معاوية جمع ابن عمر حشمَه وولَده فقال: إني سمعتُ رسولَ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: "يُنصَب لكل غادر لواءٌ يوم القيامة"،

Darul Uloom Zakariyya South Africa

وإنَّا قد بايعنا هذا الرجل على بيع اللّٰه ورسوله، وإنّي لا أعلم غدرًا أعظم من أن يبايع رجل على بيع اللّٰه ورسوله، ثم يُنصَب له القتال، وإني لا أعلم أحدًا منكم خلعه، ولا بايع في هذا الأمر إلا كانت الفيصل بيني وبينه". (صحيح البخاري، باب إذا قال عند قوم شيئا ثم خرج، رقم: ۷۱۱۱)

وقال صخر بن جويرية، عن نافع قال: لما خلع أهل المدينة يزيد جمع ابن عمر بنيه وأهله، ثم تشهد وقال: أما بعد، فإنا قد بايعنا هذا الرجل على بيع اللّٰه ورسوله، وإني سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: "إن الغادر ينصب له لواء يوم القيامة يقال: هذه غدرة فلان، وإن من أعظم الغدر – إلا أن يكون الإشراك باللّٰه – أن يبايع رجل رجلا على بيع اللّٰه ورسوله ثم ينكث" فلا يخلعن أحد منكم يزيد. (مسند أحمد، رقم:۵۰۸۸. تاريخ الإسلام للذهبي ۲۷٤/۵، واللفظ للذهبي)

مسند احمد کی یہ سند صحیح ہے، بلکہ علی شرط الشیخین ہے، جیسا کہ شیخ شعیب ارناؤط نے تعلیق میں لکھا ہے۔

محمد بن حنفیہ نے یزید کی توثیق کی اور شراب نوشی کا انکار کیا، یہ صحیح سند سے ثابت ہے:

مذکورہ بالا روایت میں صخر بن جویریہ سے روایت کرنے والے راوی اسماعیل ہیں، صخر بن جویریہ کے ایک دوسرے شاگرد شعیب بن الحرب المدائنی ہیں جیسا کہ تہذیب الکمال (۱۱۶/۱۳-۱۱۷) میں مذکور ہے، جنھوں نے اسماعیل کی روایت کے ساتھ یہ اضافہ کیا:

" وزاد فيه المدائني، عن صخر، عن نافع : فمشى عبد اللّٰه بن مطيع وأصحابه إلى محمد ابن الحنفية، فأرادُوه على خلع يزيد، فأبى، وقال ابن مطيع : إن يزيد يشرب الخمر، ويترك الصلاة، ويتعدَّى حكم الكتاب، قال: ما رأيتُ منه ما تذكرون، وقد أقمت عنده، فرأيته مواظبًا للصلاة، متحرِّيًا للخير، يَسأل عن الفقه". (تاريخ الإسلام للذهبي ۲۷٤/۵)

تو سند یوں ہے: قال الإمام أحمد: حدثني شعيب بن حرب المدائني، عن صخر، عن نافع ...

اور شعیب بن حرب المدائنی ثقہ راوی ہیں، جیسا کہ سیر أعلام النبلاء (۱۸۸/۹) میں مذکور ہے، اور مدائنی سے آگے سند مسند احمد کی طرح ہے جو کہ صحیح ہے؛ لہٰذا جو لوگ کہتے ہیں کہ مدائنی کی انکارِ شربِ خمر کی روایت ثابت نہیں، یا اس کی سند صحیح نہیں، یا سند ہی نہیں، یہ بات درست نہیں۔

معلوم ہوا کہ یزید احکام اسلام کی رعایت کرتے تھے؛ اس لیے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا فرمایا اور اس کو

Darul Uloom Zakariyya South Africa

بڑی غداری قرار دیا کہ کسی کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد اس کو توڑ دیا جائے۔

اور یہ معاملہ صرف عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص نہیں تھا، بلکہ اہل بیت النبوۃ کے تمام لوگ یزید کی بیعت پر قائم رہے اور بیعت توڑنے والوں کی برابر مخالفت کرتے رہے۔ نیز آل ابی طالب اور بنو عبدالمطلب میں سے کسی نے بھی ایام حرہ میں یزید کے خلاف خروج نہیں کیا؛ چنانچہ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

"وقد كان عبد الله بن عمر بن الخطاب وجماعات أهل بيت النبوة ممن لم ينقض العهد، ولا بايع أحدًا بعد بيعته ليزيد... ولم يخرج أحد من آل أبي طالب ولا بني عبد المطلب أيام الحرة". (البداية والنهاية ۸/۲۳۲-۲۳۳)

ابن خلدون لکھتے ہیں: **"فلو قد عهد (معاوية) إلى غيره (أي: يزيد) اختلفوا عليه، مع أنّ ظنهم كان به صالحًا، ولا يرتاب أحدٌ في ذلك".** (تاريخ ابن خلدون ۱/۲۵۷)

عبداللہ بن مطیع اور محمد بن الحنفیہ کے درمیان جو بات چیت ہوئی اس کی پوری عبارت پڑھنے کے بعد یزید پر الزامات کافور ہوجاتے ہیں۔ **يقول الحافظ ابن كثير: "إن عبد الله بن مطيع داعية عبد الله بن الزبير مشى في المدينة هو وأصحابه إلى محمد بن علي بن أبي طالب المعروف بابن الحنفية، فأرادوه على خلع يزيد فأبى عليهم، فقال ابن مطيع: إن يزيد يشرب الخمر ويترك الصلاة ويتعدى حكم الكتاب. فقال لهم: ما رأيتُ منه ما تذكرون، وقد حضرته وأقمت عنده فرأيته مواظبًا على الصلاة متحريًا للخير يسأل عن الفقه ملازمًا للسنة. قالوا: ذلك كان منه تصنعًا لك. فقال: وما الذي خاف مني أو رجا حتى يظهر لي الخشوع، أفأطلعكم على ما تذكرون من شرب الخمر؟ فلئن كان أطلعكم على ذلك إنكم لشُركاؤه، وإن لم يكن أطلعكم فما يحل لكم أن تشهدوا بما لم تعلموا. فقالوا: إنه عندنا لحق وإن لم نكن رأيناه. فقال لهم: أبى الله ذلك على أهل الشهادة، فقال: ﴿إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ ولستُ من أمركم في شيء. قالوا: فلعلك تكره أن يتولى الأمر غيرك، فنحن نوليك أمرنا. قال: ما استحل القتال على ما يريدونني عليه تابعًا ولا متبوعًا".** (أباطيل يجب أن تمحى من التاريخ، ص۲۲۷. وانظر: البداية والنهاية ۸/۲۳۳)

ان سب روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جلیل القدر صحابہ کرام نے یزید کی بیعت کی ہوئی تھی اور یہ بیعت جبری بیعت نہیں تھی، بلکہ یزید کو صحیح معنوں میں امیر المؤمنین سمجھ کر بیعت کی گئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جب ایام حرہ میں کچھ لوگوں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے ورغلانے پر یزید کی بیعت توڑی تو حضرت عبداللہ بن

Darul Uloom Zakariyya South Africa

عمر رضی اللہ عنہ، خاندان ابی طالب، بنوعبدالمطلب اور خاندان نبوت کے دوسرے افراد نے لوگوں کو بیعت توڑنے سے روکا بھی اور خود بھی اس بیعت پر قائم رہے؛ حالانکہ اس وقت ان کے لیے بیعت توڑنے کا سنہری موقع تھا؛ لیکن چونکہ انھوں نے دلی خلوص سے بیعت کی ہوئی تھی؛ اس لیے خود بھی یزید کی بیعت پر قائم رہے اور دوسروں کو بھی یزید کی بیعت توڑنے سے روکتے رہے۔ اور خود سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے بھی مجمع عام میں یزید کی بیعت کا وعدہ فرمایا تھا؛ لیکن عبداللہ بن زبیر کے سلسلے میں مشغولی کی وجہ سے حکام آپ سے بیعت نہ لے سکے اور پھر آپ مکۃ المکرّمہ چلے گئے۔ اور میدان کربلا میں بھی آپ نے جو تین شرائط پیش کی تھیں ان میں ایک شرط یہ تھی کہ انھیں شام جاکر یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے دیا جائے، جیسا کہ اہل سنت اور شیعہ علما کی متعدد کتابوں میں لکھا ہے۔ خود ابومخنف شیعہ کا اقرار ہے کہ حضرت حسین کربلا سے واپسی چاہتے تھے؛

"قال أبو مخنف: وأما ما حدثنا به المجالد بن سعيد، والصقعب بن زهير الأزدي وغيرهما من المحدثين، قالوا: إنه قال: اختاروا مني خصالا ثلاثا: إما أن أرجع إلى المكان الذي أقبلت منه، وإما أن أضع يدي في يد يزيد بن معاوية فيرى فيما بيني وبينه رأيه، وإما أن تثيروني إلى أي ثغر من ثغور المسلمين شئتم، فأكون رجلا من أهله، لي ما لهم، وعليَّ ما عليهم". (تاريخ الطبري ٥/٤٣١. الكامل في التاريخ ٤/١٦٤. مقتل الحسين لأبي مخنف ١/١٤٢. كلمات الإمام الحسين لمحمود شريفي ٢/١١٢. تنزيه الأنبياء للشريف المرتضى، ص ٢٦١)

گزشتہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید کو شارب الخمر یا فاسق وفاجر کہنا درست نہیں۔ نیز وہ خیر القرون کا زمانہ تھا، اگر مسلمانوں کے سربراہ اور لیڈر شراب پیتے ہوں تو پھر امت کا کیا حال ہوگا؟! نیز یزید تابعی ہے اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **"سمعتُ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: "لا تمَسُّ النارُ مسلمًا رآني، أو رأى مَن رآني"**. (سنن الترمذي، باب ما جاء في فضل من رأى النبي صلى الله عليه وسلم، رقم: ٣٨٥٨)

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **"لا يزال الإسلام عزيزًا إلى اثني عشر خليفة، كلهم من قريش"**. (صحيح مسلم، رقم: ١٨٢١)

اور یزید بھی ان بارہ خلفا میں داخل ہے۔ (فتح الباري ١٣/٢١٢)

نیز ابن کثیر رحمہ اللہ نے **"مٰلِك يوم الدين"** کی قراءت میں یزید کو بطور حجت ذکر کیا ہے: **"عن ابن شهاب أنه بلغه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وأبا بكر وعمر وعثمان ومعاوية وابنه يزيد بن معاوية كانوا يقرأون ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾"**. (تفسير ابن كثير ١/٢٧)

Darul Uloom Zakariyya South Africa

نیز الترغیب والترہیب للمنذری میں بحوالہ مراسیل ابی داود یزید بن معاویہ سے یہ مرسل روایت مروی ہے:

عن يزيد بن معاوية أنه كتب إلى أهل البصرة سلام عليكم أما بعد: فإن رجلا سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم زمامًا من شعر من مغنم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: سألتني زمامًا من نار لم يكن لك أن تسألنيه، ولم يكن لي أن أعطيه". (الترغيب والترهيب ۲/۲۰۳)

اس پر شیخ یونس صاحب نے تبصرہ کیا کہ شاید یہ بعض نسخوں میں ہو؛ اس لیے کہ موجودہ مراسیل ابی داود میں نہیں اور لکھا ہے کہ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں یزید کو رجال مراسیل میں شمار کیا ہے۔ (اليواقيت الغالية في تحقيق الأحاديث العالية ۱/۳۸٦، للشيخ محمد يونس محدث مظاهر العلوم سهارنفور)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "**ثم وجدت له (أي: يزيد بن معاوية) رواية في مراسيل أبي داود، وقد نبهت عليها في الاستدراك على الأطراف".** (تهذيب التهذيب ۱۱/۳٦۰)

خلیفہ بن خیاط نے لیث بن سعد سے نقل کیا: "**قرء على ابن بكير وأنا أسمع عن الليث قال: توفي أمير المؤمنين يزيد في سنة أربع وستين ".** (تاريخ خليفة بن خياط، ص۲۵۳)

اس روایت میں لیث بن سعد نے یزید کو امیر المومنین کے لقب سے ملقب کیا۔

امام غزالی فرماتے ہیں: "**أما الترحم عليه فجائز، بل هو مستحب، بل هو داخل في قولنا في كل صلاة "اللّٰهم اغفر للمؤمنين والمؤمنات"، فإنه كان مؤمنًا".** (وفيات الأعيان ۳/۲۸۹. فوات الوفيات ٤/۳۳۰)

یعنی ان کو رحمۃ اللہ علیہ کہنا جائز؛ بلکہ مستحب ہے؛ بلکہ وہ "**اللّٰهم اغفر للمؤمنين والمؤمنات**" میں داخل ہیں۔

ابن عساکر کے استاذ ابو الفضل محمد بن محمد فرماتے ہیں: "**رأيتُ يزيدَ بن معاوية في النوم فقلتُ له: أنت قتلتَ الحسينَ؟ فقال: لا! فقلتُ له: هل غفر الله لك؟ قال: نعم، وأدخلني الجنة".** (البداية والنهاية :۸/۲۳٦).

ابو الفضل کہتے ہیں: میں نے یزید کو خواب میں دیکھا اور ان سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے حسین کو قتل کیا؟ کہا: نہیں، پس میں نے کہا: کیا اللہ تعالی نے آپ کی مغفرت فرمائی؟ کہا: جی اور مجھے جنت میں داخل کیا۔

ابو بکر ابن العربی العواصم من القواصم میں لکھتے ہیں: "**فإن قيل: كان يزيد خمارًا. قلنا: لا يحل إلا بشاهدين، فمن شهد بذلك عليه؟ بل شهد العدول بعدالته".** (العواصم من القواصم، ص۲۳۳-۲۳٤)

اگر کوئی کہے کہ یزید شرابی تھا۔ ہم جواب میں کہتے ہیں کہ اس الزام کے لیے دو گواہ چاہئیں، دو گواہ کہاں

Darul Uloom Zakariyya South Africa

ہیں؟!؛ بلکہ ان کی عدالت پر عادل گواہ موجود ہیں۔

حافظ عبدالغنی مقدسی فرماتے ہیں: ''**خلافته صحيحة. وقال بعض العلماء: بايعه ستون من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم منهم ابن عمر**''. (ذيل طبقات الحنابلة ۳/۵۵)

یزید کی خلافت صحیح تھی اور بعض علما نے کہا کہ ساٹھ صحابہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی جن میں ابن عمر شامل ہیں۔

بلکہ خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کو امیر المؤمنین کے معزز لقب سے ملقب فرمایا؛ ''**وكان بعث إليه عمرَ بن سعد وشمر بن ذي الجوشن وحصين ابن نمير، فناشدهم الحسين الله والإسلامَ أن يسيروه إلى أمير المؤمنين يزيد فيضع يده في يده**''. (تاريخ الطبري ۵/۳۹۲. البداية والنهاية ۸/۱۷۰. ورجال إسناد الطبري ثقات)

عبیداللہ بن زیاد نے حضرت حسین کے پاس عمر بن سعد، شمر اور حصین کو بھیجا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان سے اللہ اور اسلام کے واسطے مطالبہ کیا کہ مجھے امیر المؤمنین یزید کے پاس جانے دو؛ تاکہ میں اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں رکھ دو۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بھی یزید کے لیے رحمۃ اللہ علیہ کا لفظ استعمال کیا؛ **قال ابن شوذب سمعت إبراهيم بن أبي عبد يقول: سمعت عمر بن عبد العزيز يترحم على يزيد بن معاوية**''. (لسان الميزان ٦/٢٩٤)

اشکال: عمر بن عبدالعزیز نے اس شخص کو ۲۰ کوڑے لگوائے جنھوں نے یزید کو امیر المؤمنین کہا؛ ''**فذكر رجل يزيد فقال: قال أمير المؤمنين يزيد بن معاوية، فقال (أي: عمر بن عبد العزيز): تقول أمير المؤمنين، وأمر به فضرب عشرين سوطًا**''. (تاريخ الإسلام للذهبي ۵/۲۷۵)

جواب (۱): ذہبی نے یہ حکایت محمد بن متوکل المعروف بابن السری سے نقل کی۔ محمد بن المتوکل کی وفات ۲۳۸ھ میں ہے اور ذہبی کی ولادت ۶۷۳ھ میں ہے، درمیان میں ساڑھے چار سو سال ہیں۔

(۲) ابن ابی السری کو معدودے چند افراد نے ثقہ کہا؛ لیکن ابو حاتم، ابن عدی، ابو علی غسانی، ابن القیسرانی، ابن جوزی اور حافظ ابن رجب وغیرہ نے ان پر کلام کیا۔

اس کی تفصیل شیخ ابوفوزان کی کتاب ''یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ'' کے صفحہ ۶۸۸ سے ۶۹۹ تک دیکھ لیں۔

یاد رکھیں کہ ابوفوزان صاحب کی سب تحریرات سے ہم متفق نہیں۔ یہاں بھی انھوں نے مالک الدارؒ کو

Darul Uloom Zakariyya South Africa

بلا وجہ درمیان میں گھسیٹ کر خواہ مخواہ مجہول کہا؛ حالانکہ خلیلی نے الارشاد (۳۱۳/۱) میں لکھا ہے: "**تابعيٌّ، قديمٌ، متّفَقٌ عليه، أثنى عليه التابِعون**".

بعض اکابر کا یزید کو عاصی اور فاسق کہنا:

مولانا امین اکاڑوی رحمہ اللہ نے تجلّیات صفدر میں لکھا ہے کہ ہمارے اکابر جیسے حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ نے یزید کو عاصی اور فاسق لکھا ہے۔

جواب: یہ بات ٹھیک ہے کہ انھوں نے کہا؛ لیکن انھوں نے کس بنیاد پر نقل کیا؟ ان کی بنیاد تاریخی روایات ہیں، جو واقدی، کلبی اور ابومخنف کے واسطے سے ہیں۔ اور جب بنیاد ہی کمزور ہے تو بات ہی ختم ہوگئی۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے حضرت گنگوہیؒ اور حضرت مدنیؒ وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**علماء أُمّتي كأنبياء بني إسرائيل**" (باقیات فتاوی رشیدیہ، ص۵۲۶۔ شہاب ثاقب، ص۲۰).

یہ مشہور روایت موضوع ہے۔ حافظ ابن حجر، دمیری، زرکشی، سیوطی، سخاوی اور شوکانی نے "**لا أصل له**" کہا ہے۔ (المقاصد الحسنة، رقم: ۷۰۲. الدرر المنتثرة، رقم: ۲۹٤. الفوائد المجموعة، رقم: ٤٧). اور محمد بن محمد درویش نے موضوع کہا ہے۔ (أسنى المطالب، رقم: ۸۸۹)

حضرت گنگوہیؒ اور حضرت مدنیؒ نے روایت مشہورہ لیا، اور جب اس مشہور روایت کی بنیاد ہی نہیں، تو حضرت گنگوہیؒ اور حضرت مدنیؒ کی تغلیط بھی نہیں؛ بلکہ اس روایت کی تغلیط ہوگی۔

"حکایات اولیا" میں ہے کہ ایک مرتبہ مولانا گنگوہی نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ مولانا قاسم کو گلاب سے زیادہ محبت تھی، جانتے بھی ہو کیوں تھی؟ ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے کہ گلاب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرق مبارک سے بنا ہوا ہے۔ فرمایا: ہاں، اگرچہ حدیث ضعیف ہے؛ مگر ہے تو حدیث۔ (حکایات اولیاء، ص۲۴۹)

محدثین نے اس حدیث کو موضوع لکھا ہے۔ ملا علی قاری موضوعات صغیر میں لکھتے ہیں: "**الورد الأبيض خلق من عرقه صلى الله عليه وسلم، والأحمر من عرق جبريل، والأصفر من عرق البراق. مذكور في مسند الفردوس وغيره. قال النووي: لا يصح. وقال آخرون: موضوع**". (المصنوع في معرفة الحديث الموضوع، ص۲۰۳)

اس کی تعلیق میں شیخ عبدالفتاح ابوغدہ لکھتے ہیں کہ نووی کے **لا يصح** اور دوسروں کے موضوع کہنے کا مطلب ایک ہے۔

سخاوی نے المقاصد الحسنہ، ص۱۳۰ میں حافظ ابن حجر سے "**إنه موضوع**" نقل کیا۔ مختصر المقاصد الحسنہ میں

Darul Uloom Zakariyya South Africa

علامہ زرقانی لکھتے ہیں:"إن الورد الأبيض خلق من عرقي" إلى آخر الحديث موضوع. (ص ۹۱)

اب اگر کوئی اس روایت کو موضوع کہہ دے تو یہ اکابر کی نقل کی تغلیط نہیں؛ کیونکہ انھوں نے تو کسی کتاب سے نقل کیا ہوگا؛ بلکہ بنیاد کی تغلیط یا بیخ کنی ہے۔

اسی طرح عقیقہ کی ہڈیوں کی بارے میں حضرت گنگوہی نے تحریر فرمایا کہ نہ توڑنے کی کوئی روایت نہیں۔ (باقیات فتاوی رشیدیہ ۲۳۷)

حالانکہ ابوداود کی مراسیل (رقم: ۳۷۹) میں مرسل روایت ہے۔ اسی طرح مستدرک حاکم (رقم: ۷۵۹۵) میں بھی ضعیف روایت ہے؛ لہٰذا حضرت گنگوہی کا مطلب یہ ہوگا کہ صحیح مرفوع روایت نہیں ہے۔ فتاوی دار العلوم زکریا ۶/ ۴۹۷ ملاحظہ کیجئے۔

اسی طرح حضرت گنگوہی نے باقیات فتاوی رشیدیہ میں ہاروت ماروت کے قصے کے ثبوت کی طرف میلان ظاہر فرمایا۔ (باقیات فتاوی رشیدیہ ۵۱۴) لیکن حضرت تھانوی اور بیضاوی وغیرہ اس کا انکار فرماتے ہیں، تو اس میں بھی قصے کی تغلیط ہوتی ہے اکابر کی تغلیط نہیں کہ انھوں نے کتابوں سے نقل فرمایا۔

اسی طرح حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فضائل نماز میں یہ روایت نقل فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا کہ جو شخص نماز کو قضا کر دے گو بعد میں پڑھ بھی لے پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک حقب جہنم میں جلے گا اور حقب کی مقدار اسی (۸۰) برس کی ہوتی ہے اور ایک برس تین سو ساٹھ دن اور قیامت کا ایک دن ایک ہزار برس کے برابر ہوگا، تو ایک حقب کی مقدار دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس ہوئی۔ (فضائل نماز، ص ۳۳۰)

علمائے حدیث کو اس حدیث کا اَتا پتا نہیں ملا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو مجالس الابرار سے نقل فرمایا جو وعظ و نصیحت کی کتاب ہے۔ اگر کوئی اس حدیث کو موضوع کہے گا تو یہ مجالس الابرار کی روایت کا رد ہوگا۔

نیز حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فضائل نماز (ص ۳۸۱) پر حضرت علی کی نماز کا قصہ لکھا ہے کہ ان کے پاؤں میں تیر پھنس گیا تھا، حالت نماز میں وہ نکالا گیا اور ان کو پتا بھی نہیں چلا۔

یہ واقعہ شیعوں کی کتابوں میں مرقوم ہے، اہل سنت کی کتابوں میں ہمیں نہیں ملا؛ بلکہ علامہ ابن تیمیہ نے منہاج السنہ میں اس واقعے کی تردید کی ہے۔ حسن بن ابی الحسن الدیلمی الشیعی نے لکھا ہے:"وكان إذا توجه إلى الله تعالى توجه بكليته وانطع نظره عن الدنيا وما فيها حتى لا يبقى يدرك الألم، لأنهم كانوا إذا أرادوا إخراج الحديد والنشاب من جسده الشريف تركوه حتى يصلي، فإذا اشتغل بالصلاة وأقبل على الله أخرجوا الحديد من جسده ولم يحس به". (إرشاد القلوب ۲/ ۲۲) نیز سید ہاشم بحرانی نے حلیۃ الأبرار (۲/ ۱۸۰) پر اور عباس قمی نے منتہی الآمال (ص ۲۱۷) پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ منقبت لکھی ہے۔

Darul Uloom Zakariyya South Africa

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ”**وما ذكر من إخراج الحديد من جسده فكذب، فإن عليًّا لم يعرف أنه دخل فيه حديد**“. (منها السنة ٤/١٣٤)

تو اس واقعہ کی تردید درحقیقت کتب شیعہ کی تردید ہے، حضرت شیخ نے اس کی شہرت کی وجہ سے اس واقعہ کو نقل فرمایا۔

یزید پر فسق وفجور کے اتہامات کا جائزہ:

یزید پر فسق وفجور کے اتہامات ثابت نہیں، یہ سب چیزیں کچھ تو سبائیوں نے مشہور کیں اور کچھ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے دعوئے خلافت کے وقت ان کے داعیوں نے یزید کی پوزیشن اور وقار کو کم کرنے کے لیے پھیلائیں جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ کے حوالے سے ذکر کیا جاچکا ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے داعی عبداللہ بن مطیع وغیرہ نے یزید پر شراب پینے کا الزام لگایا؛ لیکن اپنے ذاتی علم کی بنا پر نہیں؛ بلکہ سنی سنائی باتوں سے۔

یزید کے نیک سیرت ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے علاوہ اکثر صحابہ نے ان کی بیعت کی، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی کربلا میں آپ کی بیعت کے لیے راضی ہو چکے تھے؛ بلکہ مدینہ منورہ میں یزید کے لیے بیعت لینے والے جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بیعت کے لیے پہنچے تو آپ نے آئندہ کل مجمع عام میں بیعت کا وعدہ فرمایا اور آپ اس روز مدینہ میں موجود بھی رہے؛ لیکن بیعت لینے والے عبداللہ بن زبیر کے سلسلے میں مشغول رہے اور اس کے بعد والی رات کو آپ مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوگئے؛ اس لیے رسمی بیعت کا عمل نہ ہوسکا۔ اگر یزید کا ذاتی کردار یہی ہوتا جو تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فسق وفجور کی زندگی بسر کرتے تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ جماعت کبھی بھی ان کے ہاتھ پر بیعت خلافت نہ کرتی اور کبھی بھی ان کو قرون مشہود لہا بالخیر میں مسلمانوں کا امام اور خلیفہ نہ ہونے دیتی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کبھی بھی ان کو کتاب اللہ اور سنت رسول کی اتباع کرنے والا پابند صلاۃ اور صالحین میں شمار نہ کرتے۔

اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی اور بہنوئی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی سیدنا جعفر طیار کے صاحبزادے عبداللہ بن جعفر اپنی صاحبزادی ام محمد کا نکاح کبھی بھی یزید بن معاویہ سے نہ کرتے۔ (جمهرة أنساب العرب لابن حزم، ص ٦٩)

اور نہ ہی خود سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر جلیل القدر صحابہ یزید کی زیر قیادت جہادِ قسطنطنیہ میں شمولیت فرماتے۔

کسی بات کے ثبوت کے لیے دو گواہوں کی گواہی ضروری ہے۔ عبداللہ بن مطیع نے جب یزید پر شرب خمر کا

الزام لگایا تو محمد بن حنفیہ نے ان سے کہا: کیا آپ نے انھیں شراب پیتے ہوئے دیکھا ہے؟ تو ابن مطیع نے نہ تو یہ کہا کہ انھوں نے شراب پیتے ہوئے دیکھا ہے اور نہ ہی اس بات پر کسی ایک کو بھی گواہی کے لیے پیش کر سکے۔ (البدایۃ والنہایۃ ۲۳۳/۸) محمد بن حنفیہ کے قول کا خلاصہ یہ ہے: ''شنیدہ کے بود مانند دیدہ''۔

Darul Uloom Zakariyya South Africa

ابن عربی لکھتے ہیں: ''**فإن قيل: كان يزيد خمارًا. قلنا: لا يحل إلا بشاهدين، فمن شهد بذلك عليه؟ بل شهد العدول بعدالته: فروى يحيى بن بكر عن الليث ابن سعد، قال الليث: "توفي أمير المؤمنين يزيد في تاريخ كذا" فسماه الليث "أمير المؤمنين" بعد ذهاب ملكهم وانقراض دولتهم، ولولا كونه عنده كذلك ما قال إلا "توفي يزيد"**''. (العواصم من القواصم، ص۲۳۳-۲۳٤)

محبّ الدین خطیب فرماتے ہیں: یزید سے متعلق خبروں کی جس روز تحقیق کی جائے گی، اور لوگوں کو اس کی زندگی کے حقیقی حالات معلوم ہوں گے، تو ان پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ وہ ان بہت سے لوگوں سے کمتر نہیں تھا، تاریخ جن کی مدح سرائی کرتی اور ان کی خوبیوں کے گن گاتی ہے۔

''**إن يزيد يوم تمحص أخباره، ويقف الناس على حقيقة حاله كما كان في حياته، يتبين من ذلك أنه لم يكن دون كثيرين ممن تغني التاريخ بمحامدهم، وأجزل الثناء عليهم**''. (حاشية العواصم من القواصم، ص ۲۲۱)

یزید میں صالحیت اور خدمت خلق کا جذبہ تھا، نہ کہ حکومت کا نشہ۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ اگر کبھی زمام خلافت میرے ہاتھ میں آئی تو میں بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح عادلانہ اور صالحانہ حکومت چلاؤں گا؛ چنانچہ علامہ ابن کثیر نے ابن ابی الدنیا سے سند نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید سے پوچھا کہ اگر تمہیں والی بنا دیا جائے تو تم کس طرح حکومت کرو گے؟ - باپ کا سوال یہ معلوم کرنے کے لیے تھا کہ بیٹے کے قلب میں قیصر وکسریٰ کی اتباع کا جذبہ ہے یا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہ کی پیروی کا - بیٹے نے جواب دیا کہ خدا کی قسم! میں بھی وہی عمل کروں گا جو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔

''**أن معاوية قال ليزيد: كيف تُراك فاعِلًا إنْ وُلِّيتَ؟ قال: يُمتِع اللّٰه بك يا أمير المؤمنين، قال: لَتُخبِرنّي، قال: كنتُ واللّٰه يا أبهْ عاملًا فيهم عمل عمر بن الخطاب. فقال معاوية: سبحان اللّٰه يا بنيَّ واللّٰه لقد جهدت على سيرة عثمان بن عفان فما أطقتها، فكيف بك وسيرة عمر؟**''. (البداية والنهاية ۲۲۹/۵)

یہ جواب یزید کی صفائی قلب اور نیک نیتی کی غمازی کرتا ہے اور ان لوگوں کی پرزور تردید کرتا ہے جو ان پر

Darul Uloom Zakariyya South Africa

فسق وفجور میں مبتلا ہونے کے اتہامات لگاتے ہیں۔

حدیث:" أعوذ باللّٰه من رأس الستين ..." کی تحقیق:

اشکال: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:" أعوذ باللّٰه من رأس الستين وإمارة الصبيان ". میں ۶۰ھ کی ابتدا اور بچوں کی حکمرانی سے پناہ مانگتا ہوں۔ ۶۰ھ یزید کی حکومت کی ابتدا ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعا قبول ہوئی اور ۵۹ھ میں وفات پا گئے۔ (یزید کی شخصیت، بحوالہ فتح الباری ۱/۲۱۶)

جواب: تلاش بسیار کے بعد بھی ہمیں یہ الفاظ احادیث کے مآخذ میں نہیں ملے۔ ہاں یہ الفاظ ملتے ہیں: "تعوذوا باللّٰه من رأس السبعين وإمارة الصبيان". أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف ٥/٤٩، رقم: ١٩٠٨٢. وأحمد، رقم: ٨٣١٩ و ٨٣٢٠ و ٨٦٥٤. والبزار، رقم: ٣٣٥٨. وابن عدى في الكامل ٨/٨١ من طرق عن كامل أبي العلاء قال : سمعت أبا صالح مؤذنا كان يؤذن لهم قال سمعت أبا هريرة يقول: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: فذكره. وقال البزار: لا نعلم رواه عن أبي هريره إلا أبو صالح هذا ولا نعلم رواه عنه إلا أبو كامل .

اس روایت کی سند میں کامل بن العلاء ہے، امام عجلی اور یحییٰ بن معین اور یعقوب بن سفیان نے ان کی توثیق کی ہے۔ امام نسائی نے تضعیف کی ہے اور ایک جگہ لا بأس به کہا۔ ابن عدی نے کہا: "رأيتُ في بعض رواياته أشياء أنكرتها، وأرجو أنه لا بأس به". (تحرير تقريب التهذيب في ترجمة كامل ٣/١٩١)

کامل کے شیخ ابوصالح مولی ضباعہ ہیں جن کو تحریر تقریب التہذیب میں مجہول لکھا ہے؛ "بل مجهول فقد تفرد بالرواية عنه كامل أبو العلاء، وذكره ابن حبان وحده في الثقات، ولم نفهم لم لينه المؤلف، والأعجب منه توثيق الذهبي له في الميزان". (تحرير تقريب التهذيب ٤/٢١٧)؛ تاہم شیخ ناصر الدین البانی نے سلسلة الأحاديث الصحيحه (٧/٥٨٠) میں لکھا ہے کہ سعید بن سمعان، ابوصالح کے متابع ہیں اور وہ ثقہ ہیں، سعید بن سمعان روایت کرتے ہیں: "سمعتُ أبا هريرة يتعوَّذ من إمارة الصبيان والسُّفهاء، فقال سعيد بن سمعان: فأخبرني ابن حسنة الجهني أنه قال لأبي هريرة: ما آية ذلك؟ قال: أنْ تقطع الأرحام، ويُطاع المُغوِي، ويُعصَى المرشِدُ". (الأدب المفرد، رقم: ٦٦)

ماقبل کلام سے معلوم ہوا کہ حدیث میں ۶۰ کی ابتدا اور امارۃ الصبیان سے پناہ کا حکم ہے، یزید کی حکومت سے- جو ۶۰ھ میں تھی اور خلافت کے وقت ان کی عمر ۳۵ سال تھی- اس کا تعلق نہیں۔ سبعین والی روایت مشکوۃ ص ۳۲۳، البدایہ والنہایہ ۸/۶۲۹، اور مجمع الزوائد کتاب الفتن وغیرہ میں بھی موجود ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روایت میں رأس السبعین اور إمارۃ الصبیان سے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا۔

Darul Uloom Zakariyya South Africa

شیخ علامہ محمد عوامہ مصنف ابن أبي شیبہ کی تعلیق میں تحریر فرماتے ہیں کہ ۷۰ھ کے قرب وجوار میں جو افسوسناک واقعات رونما ہوئے اس حدیث میں ان کی طرف اشارہ ہے اور امارۃ الصبیان کی تشریح اُس حدیث میں موجود ہے جس میں قریش کے نوجوانوں کے ہاتھ پر امت کی ہلاکت کی خبر ہے، وہ لکھتے ہیں: "**وكانت في السبعين من الهجرة أحداث ابن الزبير والحجاج إلى أن كان استشهاده رضي الله عنه سنة ٧٣، وأما التعوذ من إمارة الصبيان فيشهد له حديث غلمة من قريش**". (تعليق على حديث: ٣٨٣٩٠)

علامہ سیوطی نے جامع الاحادیث (رقم:۱۰۸۶۶)، خصائص کبری (۲/۲۰۹) میں اور علی متقی نے کنز العمال (رقم:۳۰۸۵۴) میں "**تعوذوا بالله من رأس الستين**" نقل فرمایا ہے۔ اس میں "**الستين**" کا لفظ "**السبعين**" سے محرف ہے؛ اس لیے کہ انھوں نے مسند احمد، مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند ابی یعلی کا حوالہ دیا ہے؛ لیکن مسند ابی یعلی میں یہ حدیث موجود نہیں اور مسند احمد و مصنف ابن ابی شیبہ میں سبعین کا لفظ ہے، ستین نہیں ہے۔

بعض موقوف روایات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "**ويل للعرب من شر قد اقترب على رأس الستين، تصير الأمانة غنيمة، والصدقة غرامةً، والشهادة بالمعرفة، والحكم بالهوى**". (رواه الحاكم في المستدرك، رقم: ٨٤٨٩).

امام احمد، ابوزرعہ دمشقی، امام نسائی اور حافظ ابن حجر وغیرہ نے لکھا ہے کہ امام عبد الرزاق آخر عمر میں مختلط ہو گئے تھے۔ لہٰذا جن لوگوں نے ان سے اختلاط کے بعد روایت کی ہے وہ حجت نہیں۔ اور مذکورہ روایت کو اسحاق دبری نے ان سے اختلاط کی بعد روایت کیا ہے۔ اسحاق بن ابراہیم الدبری عبد الرزاق کے پاس کم عمری میں آئے تھے، جب یہ **قرأنا على عبد الرزاق** کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دوسرے نے پڑھا۔ نیز انھوں نے عبد الرزاق سے منکر روایات بیان کی ہیں۔ کذا فی الکامل لابن عدی (۱/۵۶۱)۔

امام ذہبی نے بھی اسحاق دبری کے بارے میں لکھا ہے: "**سمع من عبد الرزاق تصانيفه، وهو ابن سبع سنين أو نحوها، لكن روى عن عبد الرزاق أحاديث منكرة**". (ميزان الاعتدال ١/١٨١)

دارقطنی نے "**العلل الواردة في الأحاديث النبوية**" میں اس روایت کو مرفوعاً ذکر کیا ہے؛ لیکن موقوف کو اشبہ بالصواب کہا ہے۔ (۱۰/۳۷۱) اور محدثین کے بقول یہ روایت غیر مدرک بالقیاس ہونے کی وجہ سے مرفوع کے حکم میں ہے۔

نیز یہ روایت منکر بھی ہے؛ اس لیے کہ یہی روایت دیگر متعدد صحیح طرق سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے؛ لیکن ان میں سن ساٹھ کا ذکر نہیں۔ ملاحظہ کیجیے مسند احمد، حدیث نمبر: ۹۰۷۳، و۱۰۹۲۶۔ سنن ابی داود، حدیث نمبر: ۴۲۴۹۔ صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۶۷۰۵۔ مستدرک حاکم، حدیث نمبر: ۸۳۵۷۔

Darul Uloom Zakariyya South Africa

اور اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو ماقبل میں سبعین والی روایت کے ساتھ ملانے سے یہ خلاصہ نکلتا ہے کہ ۶۰ اور ۷۰ کے درمیان ایسے فتنے اور حادثات سر اٹھائیں گے جو امت کو لہولہان کردیں گے۔ اور دار قطنی کی روایت میں "**ويل للعرب من شر قد اقترب إلى رأس الستين، تكون الصدقة مغرمًا، والأمانة غنيمةً، والشهادة بالمعرفة والحكم بالهوية**" کے الفاظ آئے ہیں۔ (العلل الواردة في الأحاديث النبوية (۳۷۱/۱)

۶۰ اور ۷۰ کے درمیان افسوسناک واقعات رونما ہونے کے ساتھ ساتھ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صدی ختم ہونے کی طرف بھی اشارہ کرتی ہیں؛ چونکہ ایک روایت میں قرن ۱۲۰ سال ہے۔ ہجرت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۵۳ سال تھی، ۶۰ اور ۷۰ کے درمیان ۱۲۰ سال پورے ہوجاتے ہیں، جس کے بعد تنزل شروع ہوجائے گا اور لوگ صدقہ کو بوجھ اور امانت کو خوان یغما اور گواہیوں کو گاجر کا حلوہ سمجھیں گے، اور گواہیاں اور فیصلے پہچان، دوستی اور اپنی خواہش کی بنیاد پر ہوں گے۔ حضرت زرارہ بن اوفی فرماتے ہیں: "**القرن عشرون ومئةُ سنةٍ، فبُعِث رسولُ الله صلى الله عليه وسلم في قرن وكان آخره موتُ يزيد بن معاوية**". (البداية والنهاية ۲۲۹/۸)

طبرانی کی **المعجم الأوسط** (رقم: ۱۳۹۷) میں مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے تھیلے میں ایک حدیث ہے اگر میں بیان کروں تو تم مجھے سنگسار کروگے، پھر کہا: "**اللّٰهم لا أبلغن رأس الستين، قالوا: وما رأس الستين؟ قال إمارة الصبيان**". اس کی سند میں علی بن زید بن جدعان ہے جو شیعہ اور ضعیف ہے۔ تہذیب التہذیب میں علامہ ابن حجر لکھتے ہیں: "**وفيه ضعف لا يحتج به**". (۳۲۷/۷) ذہبی نے سیر أعلام النبلاء (۲۰۷/۵) میں لکھا ہے: "**وقال البخاري وغيره لا يحتج به**". عجلی نے کہا: "**كان يتشيع، ليس بالقوي**".

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس میں انھوں نے یہ فرمایا کہ میرے پاس علم کے دو تھیلے ہیں، علم کا ایک تھیلا میں نے آپ کے سامنے پھیلا دیا، اگر دوسرے کو پھیلا دوں تو میرا گلا کاٹ دیا جائے گا۔ اس کے بارے میں شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ اس میں بعض منافقین کے نام، حضرت عثمان کی شہادت، نوجوان حکمرانوں کے ہاتھوں امت کی بربادی **كما قال: "هلاك أمتي على يدي غلمةٍ من قريش"** وغیرہ مراد ہیں، جس میں آپس کی لڑائیاں اور وہ افسوس ناک واقعات شامل ہیں، جنھوں نے امت کو بہت نقصان پہنچایا تھا۔ انظر عمدة القاری للحافظ العینی (۳۶۴/۳)۔ اور بخاری میں ہے: "**لو شئتُ أن أقول بني فلان وبني فلان**" یعنی دو قبیلے آپس میں مدمقابل ہوں گے، صرف بنو امیہ نہیں۔

Darul Uloom Zakariyya South Africa

خلاصہ یہ ہے کہ ۶۰ اور ۷۰ کے درمیان جو واقعات پیش آئے وہ افسوس ناک ہیں؛ لیکن یزید کو ان کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاسکتا؛ بلکہ فریق مخالف یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر بالفرض سن ۶۰ ہجری کا فتنہ مراد ہو تو اس کو یزید کے مخالفین نے برپا کیا تھا اور وہی اس کے ذمہ دار ہیں۔ اور "رأس السبعين" میں تو یزید زندہ ہی نہیں تھے۔

نیز یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ جن روایات میں ۶۰ یا ۷۰ سال کا ذکر ہے ان سے مراد ہجری تاریخ ہے، یا اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حدیث پاک کو بیان فرمانے کے بعد سے شمار کیا جائے گا، یا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ۶۰ یا ۷۰ ستر سال مراد ہوں گے؟ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ ان روایات میں ہجری تاریخ مراد نہیں ہے؛ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہجری تاریخ کا رواج ہی نہ تھا؛ اس لیے ان روایات میں ۶۷ یا ۷۷ ہجری یا اس کے بعد کا زمانہ مراد ہونا چاہیے؛ کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ۷ ہجری میں اسلام قبول کیا۔ اور یزید تو سن ۶۴ ہجری میں اس دنیا سے کوچ فرما چکے تھے۔

نیز سبعۃ اور سبعون کا استعمال کثرت کے لیے قرآن وحدیث اور کلامِ عرب میں بکثرت آیا ہے، جیسے: ﴿إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾. (التوبة: ۸۰)، ﴿ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ﴾. (الحاقة: ۳۲) "من صام يومًا في سبيل الله بَعَّد اللّٰهُ وجهَه عن النارِ سبعين خريفًا". (صحيح البخاري، رقم: ۲۸۴۰) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ نبوت سے دور کا زمانہ مراد ہے۔

اور اگر سنہ ۶۰ ہجری ہی مراد لیا جائے تو بھی اس سے یقینی طور پر یزید بن معاویہ کی حکومت مراد نہیں ہوسکتی؛ کیونکہ یزید کی حکومت سے پہلے اور بعد میں بھی بہت سے فتنے رونما ہوئے ہیں۔ ہاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت یزید کے زمانہ حکومت میں ہوئی؛ لیکن آپ کی شہادت نہ تو یزید کے حکم سے ہوئی اور نہ ہی یزیدی فوج کے ہاتھوں؛ بلکہ ان کو شہید کرنے والے کوفی شیعہ ہیں۔ تفصیل گزر چکی ہے۔

قریش کے چند بچوں یا نوجوانوں کے ہاتھوں امت کی ہلاکت اور سن ۶۰ یا ۷۰، اور امارۃ الصبیان سے پناہ کا مطلب:

حضرت سعید بن عمرو فرماتے ہیں: "كنتُ جالسًا مع أبي هريرة في مسجد النبي صلى الله عليه وسلم بالمدينة، ومعنا مروان، قال أبو هريرة: سمعتُ الصادق المصدوق يقول: "هَلَكَةُ أمتي على يدَي غلمة من قريش" فقال مروان: لعنة الله عليهم غلمة، فقال أبو هريرة: لو شئت أن أقول بني فلان وبني فلان، لفعلتُ". (صحيح البخاري، رقم: ۷۰۵۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی ہلاکت قریش کے نوجوانوں کے ہاتھ پر ہوگی۔

Darul Uloom Zakariyya South Africa

مروان نے کہا: یہ تو قابل لعنت لوگ ہیں۔ ابو ہریرہ نے کہا: اگر میں چاہوں تو بتلا سکتا ہوں کہ بنی فلان اور بنی فلان ہیں۔

شارحین اس روایت کو بنو امیہ کی مذمت پر محمول کرتے ہیں؛ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے اور ایک ''بنی فلان'' کی جگہ بنو ہاشم اور دوسرے ''بنی فلان'' کی جگہ بنو امیہ رکھ لیں تو یہ معنی ہوں گے کہ بنو امیہ اور بنو ہاشم کی آپس کی چپقلش کے نتیجے میں امت کی بربادی ہوگی۔ اور اس بربادی پر مصلح الامۃ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے نظر فرمائی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کا دسترخوان بچھا دیا اور امت محمدیہ اس خوان سے خوب متمتع ہوئی اور مسلمانوں کی فتوحات کا ستارہ پھر چمکا۔ **فجزاه الله تعالى عن جميع الأمة.**

اور غلمۃ جوانوں کے معنی میں سنن ابی داود میں آیا ہے: ''**قرئ علينا كتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم بأرض جهينة وأنا غلام شاب**''. (سنن أبي داود، رقم:٤١٢٧)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس سلسلے میں مختلف الفاظ کے ساتھ متعدد احادیث مروی ہیں، مثلاً ایک حدیث میں آپ مرفوعاً روایت کرتے ہیں: ''**تعوذوا بالله من رأس السبعين وإمارة الصبيان**''. (مسند أحمد، رقم: ٨٣١٩)

دوسری حدیث میں آپ فرماتے ہیں: ''**اللّٰهم لا أبلغن رأس الستين، قالوا: وما رأس الستين؟ قال إمارة الصبيان**''. (المعجم الأوسط، رقم:١٣٩٧)

تیسری حدیث میں آپ فرماتے ہیں: ''**ويل للعرب من شر قد اقترب على رأس الستين**''. (مستدرك حاكم، رقم: ٨٤٨٩)

ان روایت کی اسانید پر کلام چند صفحات پہلے گزر چکا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس معنی کی اور بھی روایات حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں، مثلاً ایک اور حدیث میں آپ فرماتے ہیں: ''**اللّٰهم لا تدركني سنة ستين، ويحكم تمسكوا بصدغي معاوية، اللّٰهم لا تدركني إمارة الصبيان**''. (دلائل النبوة للبيهقي ٤٦٦/٦)

اگر ان تمام روایات کو جمع کیا جائے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور اس کے بعد وقوع پذیر ہونے والے فتنوں پر غور کیا جائے تو تین باتیں سامنے آتی ہیں:

۱- بچوں کی امارت سے پناہ مانگنے کی ترغیب۔

۲- قریش کے چند بچوں یا نوجوانوں کے ہاتھوں امت کی ہلاکت۔

۳- سن ۶۰ اور ۷۰، یا اس کے درمیان اور قرب وجوار میں ہونے والے فتنوں اور حوادث سے پناہ مانگنے کی

Darul Uloom Zakariyya South Africa

ترغیب۔

صبیان اور غلمۃ کے دو معنی ہو سکتے ہیں: ۱-حقیقی معنی، یعنی بچے۔ ۲-مجازی معنی یعنی نوجوان۔

اگر پہلا معنی مراد لیا جائے تو پھر اس کی دو صورتیں ہوں گی:

۱-وہ لوگ مراد ہوں جو امیر بننے کے وقت بچے ہوں؛ لیکن یہ معنی مراد نہیں ہوسکتا؛ اس لیے کہ بنی امیہ کے آخری خلیفہ مروان بن محمد تک کسی کی بھی عمر خلیفہ بننے کے وقت ۳۳ سال سے کم نہیں تھی؛ البتہ اگر اسے کسی زمانہ کے ساتھ مقید نہ مانا جائے تو یہ معنی بالکل واضح ہے کہ بچوں کی امارت ان کے ناتجربہ کار ہونے کی وجہ سے مضر ہے اور ہلاکت کا باعث ہے خواہ وہ کسی بھی زمانے میں ہو، اور ان احادیث میں بلا قید زمانہ بچوں کی امارت سے پناہ مانگنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

۲-دوسری صورت یہ ہے کہ اس سے مراد ان لوگوں کی امارت ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان احادیث کے ارشاد فرمانے کے وقت بچے تھے۔ اگر اس صورت کو مراد لیا جائے اور سن ۶۰ و ۷۰ اور اس کے قرب وجوار میں رونما ہونے والے فتنوں پر غور کیا جائے تو بظاہر تین حضرات ان احادیث کا مصداق معلوم ہوتے ہیں:

(۱) عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ جو ۴ ہجری میں پیدا ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حدیث پاک کے ارشاد فرمانے کے وقت آپ کی عمر ۴ سے ۷ سال کے درمیان ہوگی؛ کیونکہ اس حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے ۷ ہجری میں اسلام قبول کیا ہے۔ (بعض حضرات نے عبداللہ بن حنظلہ کو کبار تابعین میں شمار کیا ہے۔)

(۲) عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حدیث پاک کے ارشاد فرمانے کے وقت بچے تھے۔

"يقال: إنه (أي: عبد اللّٰه بن مطيع) ولد في حياة النبي صلى اللّٰه عليه وسلم، وكان رئيس قريش في وقعة الحرة، اجتمع عليه جمع من أهل المدينة لخلع يزيد بن معاوية، فلما انهزم أصحابه توارى في المدينة، ثم سكن مكة، واستعمله ابن الزبير على الكوفة، فأخرجه المختار بن أبي عبيدة منها، فعاد إلى مكة، فلم يزل فيها إلى أن قُتِل مع ابن الزبير في حصار الحجاج". (تكملة فتح الملهم ۳/۳۴۸. وانظر: تاريخ الإسلام للذهبي ۲/۸۵۳)

عبداللہ بن مطیع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں پیدائے ہوئے، واقعہ حرہ میں قریش کے امیر تھے، ساتھیوں کی شکست کے بعد مدینہ میں چھپ گئے، پھر مکہ منتقل ہوئے، عبداللہ بن زبیر نے ان کو کوفہ کا گورنر بنایا، پھر مختار نے جب کوفہ پر قبضہ کیا تو یہ مکہ آ گئے اور عبداللہ بن زبیر کے ساتھ حجاج بن یوسف کے محاصرہ میں راہی

Darul Uloom Zakariyya South Africa

آخرت بن گئے۔

۶۰ ہجری میں جب یزید خلیفہ بنے اور سوائے عبداللہ بن زبیر کے سبھی صحابہ وتابعین کے ان کی بیعت تسلیم کر لینے کے بعد سبائی سازش سے متاثر ہو کر عبداللہ بن حنظلہ اور عبداللہ بن مطیع نے یزید کے خلاف مدینہ میں بغاوت کر دی، عبداللہ بن مطیع قریش کے امیر بنے اور عبداللہ بن حنظلہ انصار کے امیر ہوئے، اور یہ دونوں حضرات اہل مدینہ سے یزید کے خلاف موت پر بیعت لینے لگے، اور ابن حنفیہ، ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم جیسے اکابر صحابہ کے سمجھانے پر بھی باز نہ آئے۔ ان دونوں حضرات کی امارت اور بغاوت کی خبر سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے قوم کی بربادی کی پیشین گوئی فرمائی۔ (تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص ۲۳۷) چنانچہ سبائی سازش کے نتیجے میں ان دونوں حضرات کی بغاوت نے اہل مدینہ کے چین وسکون کو خوف ودہشت میں بدل دیا اور بہت سی جانیں تلف ہوئیں۔

اہل مدینہ کی ہلاکت اور مدنیہ کی حرمت کی پامالی کے اصل ذمہ دار تو سبائی پارٹی کے لوگ ہیں جنھوں نے یہ سازش رچی؛ لیکن یہ لوگ خود سامنے نہیں آئے؛ بلکہ انھوں نے یزید کے بارے میں غلط سلط افواہیں پھیلا کر عبداللہ بن مطیع اور عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہما اور دوسرے بہت سے اہل مدینہ کو اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر لیا۔ اور یہ وہی سبائی پارٹی ہے جس نے اکابر صحابہ کے نظریاتی اختلاف کو جمل وصفین جیسے جنگی معرکوں میں بدل دیا تھا، بالآخر بہت سے اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی اور یہ ان کی اجتہادی خطا تھی۔ یاد رہے کہ اکابر صحابہ کرام اس سبائی سازش کو سمجھ رہے تھے، وہ یزید کی بیعت پر باقی رہے اور انھوں نے عبداللہ بن مطیع اور عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہما کو سمجھانے کی بھی کوشش کی۔ تفصیل واقعہ حرہ کے تحت گزر چکی ہے۔

(۳) عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ایک ہجری میں پیدا ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مبارک ارشاد کے وقت یہ بھی بچے تھے اور ان کی عمر ۷ سے ۱۱ سال کے درمیان تھی۔

صحابہ وتابعین کے یزید کی بیعت پر متفق ہونے کے بعد بھی آپ نے یزید کی بیعت نہیں کی اور حرم مکی کو اپنی جائے پناہ بنایا۔ آپ نے ابتداء اسلامی حکومت کی مخالفت نہیں کی؛ کیونکہ آپ کا اختلاف صرف باپ کی جگہ بیٹے کے خلیفہ بننے سے تھا، آپ کو یزید کی شخصیت سے کوئی اختلاف نہیں تھا، آپ کا اختلاف تو ان تمام صحابہ کرام سے تھا جو باپ کی جگہ بیٹے کے خلیفہ بننے پر راضی تھے۔ ابن عباس، ابن عمر، ابو برزہ اسلمی، جندب بن عبداللہ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم نے آپ کے اس طرز عمل کی مذمت کی؛ لیکن یہ ایک سیاسی اختلاف تھا، حق وباطل کی لڑائی نہیں تھی، یہی وجہ ہے کہ یزید کے خلیفہ بننے بعد سے ایک طویل عرصے تک نہ تو آپ نے اسلامی حکومت کے خلاف کوئی مزاحمت کی اور نہ ہی اسلامی حکومت نے آپ کے خلاف کوئی کاروائی کی۔

Darul Uloom Zakariyya South Africa

واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ کے بعد جب خوارج اور سبائی پارٹی نے اسلامی حکومت کے خلاف ایک بار پھر سازش کا ارادہ کیا اور مسلمانوں کو پھر آپس میں ٹکرانا چاہا تو ان کی نظر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پر پڑی؛ اس لیے کہ یہی ایک واحد شخصیت تھی جس نے اب تک یزید کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی؛ چنانچہ انھوں نے آپ کے اس سیاسی اختلاف کو اسلامی حکومت کے مقابلے مین ایک تحریک کی شکل دے دی اور آپ کو اپنا امیر ظاہر کیا اور آپ کا یہ سیاسی اختلاف مزاحمتی تحریک کی صورت میں نمودار ہوا، اور مخالفت بڑھتی گئی، بالآخران خوارج اور سبائی پارٹی کے لوگوں نے ۷۳ھ میں عبداللہ بن زبیر کی امارت میں حکومت کا مقابلہ کیا جس کے نتیجے میں بے شمار جانیں تلف ہوئیں اور حرم مکی کی بے حرمتی ہوئی، جسے دیکھ کر عبداللہ بن عمرو بن العاص نے فرمایا: ”**يا ابن الزبير، إياك والإلحاد في حرم الله تبارك وتعالى، فإني أشهَد لسمعتُ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم يقول: يُحِلُّها ويَحُلُّ به رجلٌ من قريش**“. (مسند أحمد، رقم: ٦٢٠٠، وإسناده صحيح)

اور آپ کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی لاش کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا:: ”**واللّٰهِ لَأُمَّةٌ أَنْتَ أَشَرُّهَا لَأُمَّةٌ خَيْرٌ**“. (صحيح مسلم، رقم: ٢٥٤٥) آپ بہترین امت کے خطا کار آدمی ہیں۔

یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی نظر میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنے اس اقدام میں خطا کار تھے؛ لیکن اس کے باوجود آپ کے بہت سے فضائل ومحاسن کے حامل ہیں، اور آپ کا یہ اقدام اگر چہ غیر محمود تھا؛ لیکن آپ کی نیت نیک تھی، آپ باپ کی جگہ بیٹے کے خلیفہ بننے کے مخالف تھے اور اس آئین کو بدلنا چاہتے تھے؛ لیکن اکابر صحابہ اور جمہور امت کی رائے آپ کی رائے کے موافق نہیں تھی؛ اس لیے یہ آپ کا اجتہادی اقدام تھا، جس پر آپ اجر کے مستحق ہیں۔

نیز امارۃ الصبیان میں اگر امارت بمقابلہ خلافت لی جائے، یعنی چھوٹی سی حکومت، تو یہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی حکومت کی طرف مزید ایک اشارہ ہوگا کہ وہ مکہ میں محصور تھے۔

اور اگر صبیان اور غلمۃ کا مجازی معنی یعنی نوجوان مراد لیا جائے تو اس صورت میں بظاہر واقعہ جمل وصفین کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے؛ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر اس ارشاد مبارک کے وقت ۳۰ سے ۳۴ کے درمیان تھی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت ۲۷ سے ۳۱ کے درمیان تھی اور واقعہ جمل وصفین میں امت کو جو نقصان پہنچا ہے وہ کسی پر پوشیدہ نہیں۔ اور غلمۃ جوانوں کے معنی میں سنن ابی داود میں آیا ہے: ”**قرئ علينا كتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم بأرض جهينة وأنا غلام شاب**“. (سنن أبي داود، رقم: ٤١٢٧)

اور ان دونوں واقعات میں حق پر کون تھا، دونوں حضرات، یا ان میں سے کوئی ایک؟ تفصیل شعر نمبر ۳۸

Darul Uloom Zakariyya South Africa

میں گزر چکی ہے۔

اور غلمۃ من قریش والی روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول "**لو شئت أن أقول بني فلان وبني فلان**" (صحيح البخاري) سے اس بات کی تائید بھی ہوتی ہے کہ ایک بنی فلان سے بنی ہاشم اور دوسرے بنی فلان سے بنی امیہ مراد ہوں۔

صحیح بخاری کی دوسری روایت (رقم: ۷۰۵۸) میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے راوی عمرو بن سعید نے غلمۃ کا مصداق بنی مروان کو قرار دیا ہے؛ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی؛ کیونکہ عبد الملک بن مروان ۵۵ سال کی عمر میں خلیفہ بنے، وہ کیسے غلمۃ کا مصداق ہو سکتے ہیں؟!

بعض حضرات نے صبیان اور غلمۃ کا معنی ناتجربہ کار لیا ہے اور اس کا مصداق یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کو قرار دیا ہے؛ لیکن یہ بات اس لیے صحیح نہیں معلوم ہوتی ہے کہ یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں موجود صحابہ وتابعین میں سے کسی سے بھی ان کے بارے میں ناتجربہ کار ہونے کا ثبوت نہیں ملتا؛ البتہ اس کے برعکس غزوہ قسطنطنیہ جیسے عظیم غزوہ میں آپ کا امیر ہونا اور اس میں حضرت ابن عمر، حضرت ابو ایوب انصاری اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم جیسے بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام کا شریک ہونا آپ کے تجربہ کار ہونے کی بین شہادت ہے۔

اب رہی ان احادیث سے معلوم ہونے والی تیسری بات کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن ۶۰ یا ۷۰ سے پناہ مانگنے کے لیے فرما رہے ہیں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس سے پناہ مانگ رہے ہیں، تو اس میں کوئی شک نہیں کہ ۶۰ اور ۷۰ کے درمیان ایسے فتنے اور افسوسناک واقعات رونما ہوئے ہیں جنھوں نے امت کو لہولہان کر دیا۔ اور ان فتنوں کے ذمہ دار وہ لوگ ہیں جنھوں نے یہ فتنے برپا کیے، نہ وہ لوگ جنھوں نے ان فتنوں کا مقابلہ کیا۔

عمرو بن سعید کی ثقاہت اور حرم میں پناہ لینے والے کا حکم:

بعض حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یزید نے مدینہ منورہ پر عمرو بن سعید کو گورنر مقرر کیا جس کے بارے میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: "**كان متألها متكبرا**". (البداية والنهاية ۱۱۹/۸) یعنی یہ اپنے آپ کو خدا کی جگہ پر سمجھنے والا بڑا ہی مغرور تھا۔ جب ابو شریح رضی اللہ عنہ نے اس کو مکہ پر چڑھائی سے منع کیا تو اس نے کہا: "**أنا أعلم بذلك منك يا أبا شريح، إن الحرم لا يعيذ عاصيًا ولا فارًّا بدم ولا فارًّا بخربة**". (صحيح البخاري، رقم: ۱۸۳۲)

جواب: عمرو بن سعید صحیح مسلم کے راوی ہیں۔ تقریب التہذیب میں ہے: "**وليست له في مسلم إلا رواية واحدة**". (ص ۹۳) البتہ اس مسئلے میں احناف کے نزدیک عمرو بن سعید غلطی پر تھے اور احناف کا یہی مسلک ہے کہ حرم میں پناہ لینے والے قاتل کو حرم میں قتل نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ نکلنے پر مجبور کیا جائے گا۔ اور محدثین نے ان کو تابعی ثقہ کہا ہے۔

Darul Uloom Zakariyya South Africa

یزید کے بارے میں حدیث کی روشنی میں مغفورلہ ہونے کی بشارت:

یزید کے بارے میں حدیث کی روشنی میں مغفورلہم کی بشارت ہے۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **حدثني أم حرام أن النبي صلى الله عليه وسلم قال يومًا في بيتها، فاستيقظ وهو يضحك، قالت: يا رسول الله! ما يُضحِكك؟ قال: "عجبتُ من قوم من أُمتي يركبون البحر كالمُلوك على الأسِرَّة". فقلتُ: يا رسول الله! أدعوا الله أن يجعلني منهم، فقال: "أنتِ منهم". ثم نام فاستيقظ وهو يَضحَك، فقال مثل ذلك مرتين أوثلاثًا. فقلتُ: يا رسول الله! ادع الله أن يجعلني منهم، فيقول: "أنتِ من الأوّلين"، فتزوَّج بها عبادة بن الصامت فخرج بها إلى الغزو، فلما رجعت قُرِّبَتْ دابةٌ لتركبها فوقعت، فاندَقَّتْ عنقُها.** (صحيح البخاري، باب ركوب البحر، رقم: ٢٨٩٤).

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھ سے ام حرام نے بیان کیا کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاں قیلولہ کیا اور ہنستے ہوئے بیدار ہوئے، ام حرام نے پوچھا: یارسول اللہ آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنی امت کے کچھ لوگوں کو اس حال میں دیکھ کر تعجب ہوا کہ وہ سمندر پر اس طرح سوار ہیں جیسے بادشاہ تخت پر ہوتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالی سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان میں شامل کردے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو انہی میں سے ہوگی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور ہنستے ہوئے بیدار ہوے۔ غرضے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو تین بار قیلولہ فرمایا اور ہنستے ہوئے اٹھے۔ ام حرام نے کہا: یارسول اللہ دعا فرمایئے اللہ مجھے ان میں شامل کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا: تو پہلے لوگوں میں شامل ہوچکی۔ پھر ایسا ہوا کہ عبادہ بن صامت نے ام حرام سے عقد نکاح کیا اور وہ انھیں جہادِ (روم) میں لے گئے، جب وہ جہاد سے لوٹ کر آرہی تھیں اس وقت انھیں بطور سواری جانور پیش کیا گیا، مگر وہ سوار ہوتے وقت گر پڑیں اور ان کی گردن ٹوٹ گئی (اور انتقال کر گئیں)۔

وعن خالد بن معدان أنَّ عمير بن الأسود العنسيَّ حدَّثه أنه أتى عبادة بن الصامت وهو نازل في ساحة حمص، وهو في بناء له، ومعه أُم حرام، قال عمير: فحدَّثتنا أُمّ حرام أنَّها سمعت النبيَّ صلى الله عليه وسلم يقول: "أوّل جيش من أُمّتي يغزون البحر قد أوجبوا". قالت أُمّ حرام: قلت: يا رسول الله أنا فيهم؟ قال: أنتِ فيهم. ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أوّل جيش مِن أُمّتي يغزون مدينة قيصر مغفور لهم". فقلتُ: أنا فيهم يا رسول الله! قال: "لا". (صحيح البخاري، باب ما قيل في قتال الروم، رقم: ٢٩٢٤).

Darul Ilm Zakariyya Kandhla

خالد بن معدان کہتے ہیں کہ عمیر بن اسود عنسی نے ان سے بیان کیا کہ وہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ اس وقت حمص کے ساحل پر ایک مکان میں اترے ہوئے تھے۔ ام حرام (جو ان کی زوجہ تھیں) ان کے ساتھ تھیں۔ عمیر کہتے ہیں: ام حرام نے ہم سے حدیث بیان کی کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کا پہلا لشکر جو جہاد کے لیے سمندر پر سوار ہوگا اس پر بہشت واجب ہوگی''۔ ام حرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں بھی ان میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کروں گی؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں تو بھی ان میں شامل ہوگی''۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر روم کے شہر (قسطنطنیہ) میں جہاد کرے گا وہ مغفور ہوگا''۔ (ام حرام کہتی ہیں) میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں بھی ان میں شامل ہوں گی؟ فرمایا: ''نہیں''۔

قال محمود بن الربيع: فحدثتُها قومًا فيهم أبو أيوب صاحبُ رسول الله صلى الله عليه وسلم في غزوته التي توفي فيها، ويزيد بن معاوية عليهم بأرض الروم''. (صحيح البخاري، رقم: ١١٨٦)

محمود بن ربیع کہتے ہیں: میں نے یہ حدیث ایک مجلس میں بیان کی جس کے شرکا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ابوایوب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ روم کے اس غزوہ کا واقعہ ہے جس میں آپ کی وفات ہوئی تھی۔ فوج کے سردار یزید بن معاویہ تھے۔

اس روایت سے واضح ہوا کہ غزوۂ روم کے جس جہاد کے امیر یزید بن معاویہ تھے اس کے منظر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا اور خوش ہوئے۔ اگر یزید کا انجام برا ہوتا، تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اظہارِ خوشی کے ساتھ غم بھی ظاہر کرتے اور روتے؛ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی والی مسکراہٹ ضحک اور ہنسنے تک پہنچ گئی اور نہیں روئے۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال کے دن پیر کی صبح کو صحابہ کرام کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور خوش ہوئے مسکرائے اور ہنسے، اسی طرح یزید کی امارت میں مجاہدین کی فوج کو دیکھنے پر خوش ہوئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ قبرس گئے اور فتح ہوئی، دوسری مرتبہ خواب والے لشکر کے امیر یزید تھے، اور اس غزوہ میں عبداللہ بن عمر، ابوایوب انصاری، ابن عباس اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے علاوہ اور بھی بہت سے صحابہ شریک تھے۔ اور کسی نے بھی یزید کی قیادت پر اعتراض نہیں کیا۔ دکتور علی محمد صلابی لکھتے ہیں: ''**ولم يعترض أحد من الصحابة أو غيرهم على قيادة يزيد في تلك المرحلة، كما أن هذا التصرف من معاوية رضي الله عنه في توليه يزيد هذا الجيش – والذي يضم**

Darul Uloom Zakariyya South Africa

أكابر الصحابة وأبنائهم وفقهائهم وسادات المسلمين فيه– دلالة على أن معاوية رضي الله عنه يرى في ولده يزيد ملامح النجابة والكفاءة التي تؤهله لقيادة هذا الجيش". (الدولة الأموية ٤٥١/١)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیمار ہوگئے اور وفات پاگئے۔ یزید بن معاویہ نے ان کا جنازہ حسب وصیت پڑھایا۔ تدفین کے لیے قلعے کی دیوار کے پاس اٹھا کر لے جارہے تھے، اوپر سے قیصر دیکھ رہا تھا، اس نے یزید کے پاس سفیر بھیجا کہ میں یہ کیا ماجرا دیکھ رہا ہوں؟ لوگ حالت قتال میں ہیں اور چارپائی کو اٹھا کر لے جارہے ہیں؟ یزید نے کہا: یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، ان کی فرمائش تھی کہ ہم ان کے جسد کو آپ کے شہر کی فصیل کے پاس دفنا دیں۔ قیصر نے کہا: جب آپ واپس چلے جائیں گے تو ہم ان کی لاش کو نکال کر کتوں کے سامنے ڈالدیں گے۔ یزید نے کہا: میں آپ کے ملک کے چھوڑنے سے پہلے آپ کے کانوں میں ایک بات ڈالنا چاہتا ہوں۔ عربی کے الفاظ عجیب ہیں: " إني والله ما أردتُ إيداع بلادكم حتى أودع كلامي آذانكم، فإنك كافر بالذي أكرمت هذا له، لئن بلغني أنه نبش قبره أو مثل به لما تركتُ بأرض العرب نصرانيًّا إلا قتلتُه، ولا كنيسة إلا هدمتها، فبعث إليه قيصر: أبوك أعلم بك، فوحق المسيح لأحفظنه بيدي". اگر مجھے یہ خبر ملی کہ آپ نے ان کی قبر کی بے حرمتی کی تو میں سرزمین عرب میں نہ کسی مسیحی کو چھوڑوں گا اور نہ کسی چرچ کو۔ قیصر نے کہا: واقعی آپ کے والد آپ کی صلاحیتوں کو خوب سمجھتے تھے، اور مجھے مسیحیت کی قسم! میں اپنی نگرانی میں اس کی حفاظت کروں گا۔ (العقد الفريد ١١٧/٥، الدولة الأموية للصلابي ٤٥٢/١. وانظر: الاستبصار في نسب الصحابة من الأنصار للمقدسي، ص ٧٠–٧١)

حافظ ابن عساکر لکھتے ہیں: "قال أبو ظبيان: غزا أبو أيوب الروم فمرِض، فلما حضر قال: إذا أنا مِتُّ فاحملوني، فإذا صاففتم العدو فادفنوني تحت أقدامكم. (تاريخ دمشق لابن عساكر ٥٨/١٦).

قال أبو سعيد المطيعي وغيره: إنَّ أهل القسطنطينية قالوا ليزيد ومن معه: ما هٰذا؟ ننبشه غدًا. قال يزيد: ذا صاحب نبيّنا صلى الله عليه وسلم أوصَى بهذا لئلا يكون أحد من المجاهدين ومن مات في سبيل الله أقرب إليكم منه. (تاريخ دمشق لابن عساكر: ٦٢/١٦).

جب انھوں نے کہا ہم ان کی لاش کو اکھاڑ دیں گے، تو یزید نے کہا: لإن فعلتم لأنزلنّ كلّ جيش بأرض العرب ولأهدمنّ كلّ كنيسة. (تاريخ دمشق لابن عساكر: ٦٢/١٦).

وفي البداية والنهاية: "وكان في جيش يزيد بن معاوية، وإليه أوصَى، وهو الذي صلَّى عليه". (٦٤/٨)

Darul Uloom Zakariyya South Africa

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: " قال ابن عساكر: حدثنا أبو الفضل محمد بن محمد بن الفضل بن المظفر العبدي قاضي البحرين من لفظه وكتبَه لي بخطِّه قال: "رأيتُ يزيدَ بنَ معاوية في النوم فقلتُ له: أنت قتلتَ الحسينَ؟ فقال: لا! فقلتُ له: هل غفر اللّٰه لك؟ قال: نعم، وأدخلني الجنة". (البداية والنهاية :۲۳۶/۸).

اس پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ غیر نبی کے خواب کو حجت کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ خوشخبری اور بشارت کے طور پر پیش کر سکتے ہیں۔

حدیث ام حرام میں مدینہ قیصر سے مراد حمص ہے، یا قسطنطنیہ؟

اشکال: مدینہ قیصر سے مراد حمص ہے، قسطنطنیہ یعنی استنبول مراد نہیں۔

جواب: محققین علما کے نزدیک اس سے مراد استنبول ہے۔مدینۃ الروم اور مدینہ قیصر ایک ہے۔علامہ عینی فرماتے ہیں: "مطابقته للترجمة في قوله "يغزون البحر" لأن المراد من غزو البحر هو قتال الروم الساكنين من وراء البحر الملح. وفي قوله "يغزون مدينة قيصر" لأن المراد بها القُسطنطينيَّة، والمشهور عندهم أنها تسمى اصطنبول". (عمدة القاري ۲۴۳/۱۰)

فیض الباری میں ہے: "وقسطنطينية، وقد يُطلَق على مطلق النصارى أيضًا، ثم إيطالية وقسطنطينية كانتا بمنزلة واحدة، فلما جرت بينهما ريح الاختلاف جعل الملك العظيم دار مملكته القسطنطينية، وكان مَلِكُهم في زمنه صلى اللّٰه عليه وسلم هرقل، وكان نصرانيا". (فيض الباري شرح صحيح البخاري ۵۰/۱)

اکمال المعلم میں ہے: "وتخلى قيصر عن الشام، ورجع القهقري إلى داخل بلاده وقواعدها من قسطنطينية ورومية، وافتتحت بلادهما، واحتوى على ملكهما وكنوزهما، كما أخبر عليه السلام" (إكمال المعلم شرح صحيح مسلم ۲۳۰/۸)

اس کتاب کی تعلیق میں دکتور یحییٰ اسماعیل لفظ قسطنطينية کے تحت لکھتے ہیں: "ويقال: قسطنطينة بإسقاط ياء النسب كان اسمها بيزنطية، فنزلها قسطنطين الأكبر وبنى عليها سوارا، فسماها باسمه، وصارت دار ملك الروم، واسمها الحالي استانبول عاصمة تركيا". (حاشية إكمال المعلم شرح صحيح مسلم ۴۶۱/۸)

فتح الباری میں حافظ ابن حجر مدینہ قیصر سے حمص مراد لینے کی تردید کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: "وهذا يندفع بأنَّ في الحديث أن الذين يغزون البحر قبل ذلك وأن أم حرام فيهم وحمص كانت قد

Darul Uloom Zakariyya South Africa

فتحت قبل الغزوة التي كانت فيها أم حرام . والله أعلم. قلتُ: وكانت غزوة يزيد المذكورة في سنة اثنتين وخمسين من الهجرة، وفي تلك الغزوة مات أبو أيوب الأنصاري فأوصى أن يُدفَن عند باب القسطنطينية، وأن يُعفَى قبره، ففُعِل به ذلك، فيقال: إن الروم صاروا بعد ذلك يستسقون به". (فتح الباري ٦/١٠٣)

فتوح الشام (۱/۱۰۹) پر، البدایہ والنہایہ (۷/۲۵) پر، جوامع السیرہ لابن حزم الاندلسی القرطبی الظاہری کے (۱/۳۴۲) پر مذکور ہے کہ حمص کی فتح سنہ ۱۴ ہجری یا سنہ ۱۵ ہجری میں ہوئی اور غزوہ قبرص سنہ ۲۸ ہجری یا سنہ ۲۷ ہجری میں ہوا۔

قال ابن كثير: "وقال ابن اسحاق وغيره: وفي سنة أربع عشرة فُتِحت حمصُ وبعلبكُّ صلحًا على يدي أبي عبيدة في ذى القعدة. قال خليفة: ويقال في سنة خمس عشرة". (البداية والنهاية ٧/٢٥)

اور تاریخ اسلام میں ہے: "وورد أنَّ حمص وبعلبك فتحتا صلحًا في أواخر سنة أربع عشرة، وهرب هرقل عظيم الروم من أنطاكية إلى قسطنطنية. وقيل: إنَّ حمص فتحت سنة خمس عشرة". (تاريخ الإسلام ٣/١٢٨)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: "وقال خليفة بن خياط في تاريخه في حوادث سنة ثمان وعشرين: وفيها غزا معاوية البحر ومعه امرأته فاختة بنت قرظةَ، ومع عبادة بن الصامت امرأته أم حرام، وأرَّخها في سنة ثمان وعشرين غير واحد، وبه جزم ابن أبي حاتم، وأرَّخها يعقوب بن سفيان في المحرم سنة سبع وعشرين. قال: وكانت فيه غزاة قبرس الأولى". (فتح الباری ۱۱/۷۵)

یہی بات تقی الدین مقریزی نے "إمتاع الأسماع" میں (۱۲/۲۱۵) پر اور تمیمی نجدی نے "مختصر سيرة الرسول صلى الله عليه وسلم" (۱/۳۰۷) پر لکھی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مدینہ قیصر والی حدیث کی روشنی میں جو صحیح بخاری میں (رقم: ۲۹۲۴) باب ما قيل في قتال الروم میں مذکور ہے مدینہ قیصر کا جہاد ام حرام کی شرکت اور شہادت والے جہاد کے بعد ہے، تو اگر حمص کا جہاد مراد ہوتا تو حمص کی فتح ام حرام والے غزوہ کے بعد ہونا چاہئے، جبکہ غزوہ حمص ام حرام والے غزوہ کے بعد نہیں؛ بلکہ اس سے چودہ (۱۴) سال پہلے ہے، اور مغفور لہ والی حدیث سنانے کے وقت حضرت ام حرام حمص کے ساحل پر موجود تھیں اور حمص فتح ہو چکا تھا۔

صحیح البخاری (رقم: ۲۹۲۴) میں ہے: "أتى عبادة بن الصامت وهو نازل في ساحة حمص، وهو

Darul Uloom Zakariyya South Africa

في بناء له ومعه أم حرام".

ان حوالوں سے واضح ہوا کہ حمص والا غزوہ مراد نہیں۔

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں: "إن الروايات وإن اختلفت في تعيين أول جيش غزوا القسطنطينية، وفيها مجال الاحتمالات؛ لكن معظمها تدل على أن أول جيش غزاها كان تحت إمارة يزيد، وهو مؤيد بروايات في مسند أحمد (٥/٥٢٣) وطبقات ابن سعد (٣/٤٨٥) والبداية والنهاية (٨/٥٩) وكثير من التواريخ". (تكملة فتح الملهم للمفتي محمد تقي ٣/٤٥٧)

اطلس الحدیث میں ہے: "القسطنطينية (مدينة قيصر) حاضرة الدولة البيزنطيَّة (دول الروم الشرقية) بناها قسطنطين الأكبر، وانتقل إليها من رومة التي أضحت حاضرة الروم الغربية. بُنِيتْ على مضيق البوسفور الواصل بين البحر الأسود وبحر مرمرة، تشتهر بمتانة أسوارها، وهي اليوم إسطنبول بعد أن فتحها محمد الفاتح العثماني في سنة ١٤٥٣م". (اطلس الحدیث، ص۳۰۹ بحوالہ معجم البلدان ۴/۳۴۷)

اور یہی بات یوسف بن عبداللہ الوابل نے اپنی کتاب "أشراط الساعة" کی تعلیق میں صفحہ ۲۱۴ پر لکھی ہے۔

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے: "فقال (النبيُّ صلى الله عليه وسلم): "أنت من الأولين" يعني جيش معاوية حين غزا قبرص ففتحها في سنة سبع وعشرين أيام عثمان بن عفان، وكانت معهم أم حرام فماتت هنالك بقبرص، ثم كان أمير الجيش الثاني ابنه يزيد بن معاوية، ولم تدرك أم حرام جيش يزيد هذا. (البداية والنهاية ٨/٢٢٩)

مولانا سلیم اللہ خان صاحب فرماتے ہیں: حدیث باب میں مدینہ قیصر سے مراد قسطنطنیہ ہے جو قیصر کا دار الخلافہ اور پایہ تخت تھا۔ (کشف الباری، کتاب الجہاد، ص ۶۸۴/۱)

بعض حضرات نے قیصر کا دار الخلافہ حمص کو قرار دیا ہے۔ یہ اس پر محمول ہے کہ جب وہ شام آتا تھا تو اس کا مستقر حمص ہوتا تھا؛ لیکن اصل دار الخلافہ استنبول تھا۔ اور عام طور پر بلاد روم استنبول اور اس کے نواحی کو کہتے تھے۔ مولانائے روم کو اس لیے مولانائے روم کہتے ہیں کہ وہ قونیہ میں قیام پذیر تھے جو ترکی میں ہے۔ اور مسلم کی روایت میں قسطنطنیہ کے متعلق یہ الفاظ آتے ہیں: "جانب منها في البر، وجانب منها في البحر" (صحيح مسلم، رقم: ۲۹۲۰) اور معجم کبیر للطبرانی کی روایت میں "أول جيش من أمتي يغزون جزيرة قيصر مغفور لهم" (۱۳۳/۲۵) آیا ہے۔ اور یہ کیفیت استنبول کی ہے جس کا ایک حصہ سمندر کے جزیرہ کے اندر ہے اور ایک حصہ باہر ہے۔ سل السنان فی الذب عن معاویۃ بن أبی سفیان، ص ۲۷۲ لسعد السبیعی ملاحظہ کیجئے۔

Darul Uloom Zakariyya South Africa

مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ لکھتے ہیں: ''اوران سب شہادتوں سے اونچی اور واجب القبول شہادت حضرت محمود بن الربیع صحابی کی ہے جس کو امام بخاری نے اصح الکتب بعد کتاب اللہ میں اپنی متصل سند سے ذکر کیا ہے: ''**فحدثتُها قومًا فيهم أبو أيوب صاحبُ رسول الله صلى الله عليه وسلم في غزوته التي توفي فيها، ويزيد بن معاوية عليهم بأرض الروم**''. (صحيح البخاري، رقم:١١٨٦) ناظرین اس بات کو خوب دھیان میں رکھیں کہ یہ شہادت چشم دید اور ایک صحابی رسول کی شہادت ہے اور اصح الکتب میں صحیح و متصل اسناد سے مذکور ہے؛ لہٰذا اس کے بعد بھی مہتمم صاحب یہ کہنے کی جرأت کریں گے کہ یزید کی امارت وقیادت کا دعوی یقینی طور پر ثابت شدہ نہیں''! (تبصرہ بر شہید کربلا، ص۱۰۳)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یزید کو قسطنطنیہ بھیجنا بجبر واکراہ نہیں تھا:

بعض علما فرماتے ہیں کہ یزید لہو ولعب میں مبتلا آدمی تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو زبردستی قسطنطنیہ بھیجا۔ (یزید کی شخصیت اہل سنت کی نظر میں، ص۳۴)

جواب: یہ واضع الاخبار اور مجہول راویوں کی تاریخی روایت ہے۔ اس روایت کو ابن الاثیر نے ''الکامل'' (۵۷/۳) میں بلا سند ذکر کیا ہے؛ البتہ بلاذری نے انساب الأشراف (۹۳/۵-۹۴) میں مندرجہ ذیل سند کے ساتھ ذکر کیا ہے:

''**حدثني أبو مسعود الكوفي عن عوانة عن أبيه قال: اغزى معاوية الناس في سنة خمسين وعليهم سفيان بن عوف، وأمر يزيد بالغزو فتثاقل واعتلَّ...**''. (أنساب الأشراف ٩٣/٥-٩٤، ط:دار الفكر)

عوانہ کا باپ الحکم بن عوانہ بن عیاض مجہول ہے۔ ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل (۱۲۶/۳) میں بلا کسی تبصرے کے ذکر کیا ہے۔ اور ابن حجر نے صرف اتنا کہا ہے: ''**كان عبدًا خيَّاطًا**''. (لسان الميزان ٣٨٦/٤).

اور عوانہ بن حکم کے بارے میں حافظ ابن حجر اور صلاح الدین صفدی لکھتے ہیں: ''**أنه كان عثمانيا فكان يضع الأخبار لبني أمية**''. (لسان الميزان ٣٨٦/٤. نكث الهميان في نكت العميان، ص٢٠٧) اور خیر الدین زرکلی نے لکھا ہے: ''**اتهم بوضع الأخبار لبني أمية**''. (الأعلام ٩٣/٥)

اور ابو مسعود کوفی عمر بن عیسی بھی مجہول راوی ہے۔ طبقات وتراجم اور تاریخ کی کتابوں میں ہمیں اس کا کوئی ذکر نہیں ملا؛ البتہ بلاذری نے انساب الاشراف میں پندرہ مقامات پر ابو مسعود الکوفی عن عوانہ کی سند سے روایات نقل کی ہیں، اور عوانہ کا واضع الاخبار ہونا گزر چکا ہے، اسی طرح متعدد مقامات پر ابو مسعود الکوفی عن ابن الکلبی کی سند سے بھی روایات نقل کی ہیں اور ہشام بن محمد کلبی اور محمد بن سائب کلبی دونوں باپ بیٹے متہم بالکذب والرفض

Darul Uloom Zakariyya South Africa

ہیں، جس سے ابومسعود کوفی میں بھی مجہول ہونے کے ساتھ شیعیت کی بو محسوس ہوتی ہے۔

تاریخی روایات میں تو اس بیچارے کی طرف بندروں کا نچانا، بندر کو گدھی پر چڑھانا اور شراب کے نشے میں مخمور رہنا منسوب کیا گیا ہے، تارک صلاۃ اور شہوت پرست بتایا گیا ہے۔ ان الزامات کے لیے أنساب الأشراب (۲۸۶/۵-۳۰۰، ط: دارالفکر)، البدایۃ والنہایۃ (۲۳۵/۸-۲۳۶، ط: دارالفکر) دیکھ لیں۔

بلاذری انساب الأشراف میں لکھتے ہیں: "**حدثني العمري، عن الهيثم بن عدي، عن ابن عياش وعوانة، وعن هشام ابن الكلبي عن أبيه وأبي مخنف وغيرهما قالوا: كان يزيد بن معاوية أول من أظهر شرب الشراب والاستهتار بالغناء والصيد واتخاذ القينان والغلمان والتفكه بما يضحك منه المترفون من القرود والمعاقرة بالكلاب والديكة**". (أنساب الأشراف ۲۸۶/۵)

بلاذری کی یہ عبارت البدایہ والنہایہ کے اکثر نسخوں میں بھی بلا سند مذکور ہے۔ (البداية والنهاية ۲۳۵/۸، ط: دار الفكر)

اس روایت کی سند میں الہیثم بن عدی الطائی کو امام بخاری، یحیی بن معین اور امام ابوداود نے کذاب کہا ہے۔ (میزان الاعتدال ۳۲۴/۴) عجلی لکھتے ہیں: "**الهيثم بن عدي الطائي كذَّاب، وقد رأيتُه**". (الثقات للعجلي ۳۳۷/۲)

اور ہشام بن محمد کلبی کے بارے میں علامہ ذہبی نے لکھا ہے: "**شيعي أحد المتروكين كأبيه**". اور ابن عساکر فرماتے ہیں: "**رافضي ليس بثقة**". (سير أعلام النبلاء ۱۰۱/۱۰) اور ابن حبان نے لکھا ہے: "**كان غاليا في التشيع**". (المجروحين ۱۹/۳)

ہشام کا باپ محمد بن سائب کلبی بھی کذاب اور رافضی ہے۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: "**متهم بالكذب، ورمي بالرفض**". (تقريب التهذيب)

اور ابومخنف تو کذاب اور کٹر جلا بھنا شیعہ تھا۔ **قال ابن عدي: شيعي محترق**. (ميزان الاعتدال ۴۲۰/۳) "**أبو مخنف لوط بن يحيى وهشام بن محمد بن السائب وأمثالهما من المعروفين بالكذب عند أهل العلم**". (منهاج السنة ۵۹/۱ لابن تيمية)

ان رواۃ کے بارے میں ماقبل میں تفصیل گزر چکی ہے۔

یزید بن معاویہ کا بحری جہاد موقوف کرنا:

اشکال: یزید نے بادشاہ بنتے ہی رومیوں کے مقابلے میں بحری جہاد موقوف کیا تھا۔ وہ رنگ رلیوں میں مشغول تھا، اس کو جہاد سے کیا سروکار؟

Darul Uloom Zakariyya South Africa

جواب: دراصل بغض یزید کا زنگ آلودہ دھبہ بہت دیر سے صاف ہوتا ہے۔ درحقیقت انھوں نے رومیوں سے بحری سرمائی جہاد کو موقوف کیا تھا کہ عرب کے گرم علاقوں کے صحرانشین سخت سردی سے بیمار اور معذور ہوجائیں گے اور بجائے لینے کے دینا پڑ جائے گا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: "**وإن معاوية كان يُشتِّيكم بأرض الروم ولست مُشَتِّيًا أحدًا بأرض الروم**". (البداية والنهاية ۱۴۳/۸)

نیز اگر کسی مصلحت سے کافروں کے کسی خاص ملک کے جہاد کو موقوف کیا جائے تو یہ گناہ کی بات نہیں۔ آخر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے کافروں سے سلسلہ جہاد کو موقوف کردیا تھا اور حضرت عمرؓ سے حضرت معاویہؓ نے بحری جہاد کی اجازت طلب فرمائی تو حضرت عمرؓ نے اجازت نہیں دی۔

غزوۂ قسطنطنیہ کے امیر یزید بن معاویہ تھے، یا عبدالرحمٰن بن خالد؟:

اشکال: سنن ابی داود کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوہ قسطنطنیہ کے امیر عبدالرحمٰن بن خالد تھے، نہ کہ یزید بن معاویہ؟ **عن أسلم بن أبي عمران قال: غزونا من المدينة نريد القسطنطينية وعلى الجماعة عبد الرحمن بن خالد بن الوليد.** (سنن أبي داود، باب في قوله تعالى: ﴿وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾، رقم: ۲۵۱۲)

جواب: وہ ایک جماعت کے امیر تھے، خود روایت میں جماعت کا لفظ موجود ہے۔ اور اگر بالفرض وہ امیر نہ ہوں تو یہ بشارت اس جہاد کی شرکت پر ہے، امیر ہو یا نہ ہو۔ اور شرکت کو یزید کے مخالفین بھی مانتے ہیں۔

بذل المجہود میں ہے کہ مصر کے امیر عقبہ بن عامر تھے اور اہل شام کے امیر فضالہ بن عبید تھے۔ (بذل المجهود ۶۵/۹، تحت قوله: وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ) اور سنن ابی داود کی تعلیق میں شیخ شعیب اَرنؤوط نے لکھا ہے کہ ترمذی میں ہے کہ ایک جماعت کے امیر فضالہ تھے۔ (۱۶۶/۴) مولانا عاقل صاحب نے الدر المنضود میں لکھا ہے: "دراصل مختلف ملکوں کے اعتبار سے یہ امارت ہے، اہل مدینہ کی جماعت کے امیر عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید تھے اور امارت عامہ پورے لشکر کی وہ یزید بن معاویہ کے لیے تھی"۔ (الدر المنضود ۳۱۴/۴)

جن حضرات نے عبدالرحمٰن کو امیر عام فرمایا ہے، یہ ان کا مسامحہ ہے۔ عبدالرحمٰن کے لیے جماعت کے امیر کا لفظ آیا ہے، **أمير جميع الجيش** کا لفظ نہیں۔

بشارات کا تعلق ماقبل و مابعد دونوں سے ہوتا ہے:

اشکال: مغفور لہ کی حدیث کا تعلق یزید سے ہے؛ لیکن مغفرت کا تعلق سابقہ گناہوں سے ہے، لاحقہ گناہوں سے نہیں۔ جیسے: "**من قام رمضان إيمانًا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه**" کا تعلق سابقہ

Darul Uloom Zakariyya South Africa

صغائر سے ہے۔یعنی جہاد کفارات میں سے ہے، بشارات میں سے نہیں۔

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ بہت سے اعمال خیر پر مغفرت کی بشارت ہے اور اس کا مطلب آج تک کسی عالم کے ذہن میں یہ نہیں آیا کہ بس اس عمل خیر کے بعد جنتی ہونا لازمی ہے اور اب ظلم کی کھلی چھٹی ہے۔یعنی یزید بھی غزوۂ روم کے بعد فاسق بن گئے تھے۔

جواب: بعض علمانے اس اشکال کے دو جوابات دئے ہیں:

پہلا جواب: اگر امیر یزید کی زیر امارت جہاد میں اس جہاد کا امیر بعد میں فاسق وفاجر بنتا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب سے اٹھنے اور ہنسنے کے بعد رو بھی لیتے، جیسے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کی خبر سنائی تو روئیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہونے کی خبر سنائی تو ہنس پڑیں۔(صحيح البخاري، رقم:٣٦٢٣) ؛لیکن اس حدیث میں صرف ضحک پر اکتفا سے پتہ چلتا ہے کہ امیر لشکر میں قابل بکار، بات نہیں پائی جائے گی، پس معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یزید کی امارت والے جہاد سے خوش ہیں؛لیکن افسوس کہ ہمارے دوست واحباب ناخوش ہیں۔

دوسرا جواب: یہ خواب بشارات کے قبیل سے ہے، جب کسی جہاد میں شرکت اور حاضری پر جنت یا مغفرت کی نوید سنائی جاتی ہے تو وہ بشارت دائمی ہوتی ہے۔جہاد بیشک مکفرات صغائر کے قبیل سے ہے؛لیکن کسی خاص جہاد میں شرکت پر مغفرت کی خوشخبری دائمی ہے۔حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ نے بے احتیاطی کر کے مشرکین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی نقل وحرکت اور مکہ مکرمہ کی جانب پیش قدمی کی خبر بذریعہ خط بھیجی، وہ خط راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلانے پر پکڑا گیا اور حاطب رضی اللہ عنہ کو حاضر کیا گیا۔اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"**دعني أضرب عنق هذا المنافق**" اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**إنه قد شهِد بدرًا وما يُدرِيك لعل اللّٰهَ أن يكون قد اطلع على أهل بدر فقال: اعملوا ما شِئتُم فقد غفرتُ لكم**". (صحيح البخاري، رقم:٣٠٠٧) یہاں یہ نہیں فرمایا کہ بدر کی شرکت بدر سے پہلے گناہوں کے لیے کفارہ بن گئی؛ بلکہ بدر کی حاضری بشارت کاملہ بن گئی۔یہاں بھی **مغفور لهم** کی بشارت دائمی ہونی چاہیے۔صحابۂ کرام ایسی بشارت کو دائمی اور کامل مغفرت سمجھتے تھے،صرف سابقہ گناہوں کے ساتھ مخصوص نہیں سمجھتے،اور "**مغفور لهم**" کے لفظ میں "**يغفر**" یا" **غفر له**" سے زیادہ قوت ہے۔یعنی ان کی مغفرت کا فیصلہ ہو چکا ہے،تم خوش ہو یا ناخوش۔درج ذیل روایت کو پڑھئے:

عن أبي عبد الرحمن –وكان عُثمانِيًّا– فقال لابن عطية:–وكان عَلَوِيًّا– إني لأعلم ما الذي جرأ صاحبكم أي عليًّا على الدماء، سمعتُه يقول: بعثني النبي صلى اللّٰه عليه وسلم

Darul Ilm Zakariyya South Africa

والزبيرَ فقال: "ائتوا روضة كذا، وتجدون بها امرأة أعطاها حاطب كتابًا"، فأتينا الروضة فقلنا: الكتاب؟ قالت: لم يُعطِني. فقلن: لتُخرِجنّ أو لأُجرِّدنكِ، فأخرجتْ من حُجزَتها، فأرسل إلى حاطب، فقال: لا تعجل، والله ما كفرتُ ولا ازددتُ للإسلام إلا حبًّا. وفي آخر الحديث: "لعل الله اطلع على أهل بدر، فقال: اعملوا ما شئتم"، فهذا الذي جَرَّأه. (صحيح البخاري، باب إذا اضطر الرجل إلى النظر في شعور أهل الذمة، رقم: ۳۰۸۱)

ابوعبدالرحمٰن عثمانی نے ابن عطیہ علوی سے کہا: میں جانتا ہوں کہ کس چیز نے حضرت علی کو قتل وقتال پر دلیر بنایا، وہ یہ ہے کہ میں نے حضرت علی سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور زبیر کو روضہ تک جانے کے لیے فرمایا، اور فرمایا کہ وہاں آپ کو ایک عورت ملے گی جس کو حاطب نے خط دیا ہے۔ ہم پہنچے، ہم نے کہا: خط دو۔ اس نے کہا: میرے پاس نہیں، مجھے نہیں دیا۔ ہم نے کہا: دے دو، ورنہ ہم تم کو برہنہ کردیں گے۔ اس نے خط ازار بند سے نکالا۔ حاطب کو بلایا گیا، اس نے کہا: جلدی نہ کرو میں نے کفر نہیں کیا، اسلام کی محبت میرے دل میں بڑھتی رہتی ہے۔ حدیث کے آخر میں ہے: "شاید اللہ تعالی نے اہل بدر پر نظر فرمائی اور فرمایا: جو چاہو کرو"۔ پس اس بات نے حضرت علی کو جری بنادیا۔

یہاں بدر کی شرکت بشارتِ کاملہ ہے۔ اسی طرح یزید کی شرکت؛ بلکہ امارت بھی بشارت کاملہ ہے۔

دوسری روایت جس سے یزید کا مغفور اور نجات یافتہ ہونا معلوم ہوتا ہے یہ ہے:

عن جابر بن سمرة قال: انطلقت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ومعي أبي، فسمعته يقول: "لا يزال هذا الدين غزيزا مَنيعًا إلى اثني عشر خليفة" فقال كلمةً صَمَّنِيها الناسُ، فقلتُ لأبي: ماقال؟ قال: "كلهم من قريش". (صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب الناس تبع لقريش والخلافة في قريش، رقم: ۱۸۲۱. ومثله في صحيح البخاري، رقم: ۷۲۲۲)

یہ دین بارہ خلفا تک معزز اور مضبوط رہے گا، پھر ایک بات فرمائی، میں نے لوگوں کے شور کی وجہ سے نہیں سنی، میں نے والد سے پوچھا، تو انھوں نے کہا کہ سب قریش میں سے ہوں گے۔

بارہ خلفا کے بارے میں شارحین کے متعدد اقوال ہیں؛ لیکن اگر ہم ترتیب کے ساتھ خلفا لیں تو بارہ یوں بنتے ہیں:

۱-ابوبکر صدیق۔ ۲-عمر فاروق۔ ۳-عثمان غنی۔ ۴-علی المرتضی۔ ۵-حضرت حسن۔ ۶-حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم۔ ۷-یزید بن معاویہ۔ ۸-مروان بن الحکم۔ ۹-عبدالملک بن مروان۔ ۱۰-ولید بن عبد الملک۔ ۱۱-سلیمان بن عبدالملک۔ ۱۲-عمر بن عبدالعزیز رحمہم اللہ۔

اس میں معاویہ بن یزید کو نہیں گنا کہ وہ خلافت نہیں چاہتے تھے اور ۴۰ دن کے بعد مستعفی ہو گئے۔

اور ترمذی کی حدیث: **عن سفينة مرفوعًا: "الخلافة في أمتي ثلاثون سنة، ثم مُلْكٌ بعد ذلك"**. (سنن الترمذي، رقم: ۲۲۲۶) کی سند میں حشرج بن نباتہ اور سعید بن جمہان پر بعض ناقدین نے کلام کیا ہے۔

حشرج بن نباتہ کے بارے میں میزان الاعتدال میں ہے: **"قال أبو حاتم: صالح الحديث لا يحتج به. وقال النسائي: ليس بالقوي. وقال مرة: ليس به بأس. وذكره ابن عدي في كامله وسرد له عدة أحاديث مناكير وغرائب. وقال البخاري: لا يتابع في حديثه- يعني وضعهم الحجارة في أساس مسجده وقال: هؤلاء الخلفاء بعدي"**. (ميزان الاعتدال ۱/۵۵۱)

سعید بن جمہان کے بارے میں تہذیب الکمال میں حافظ مزی لکھتے ہیں: **"وقال أبو حاتم: يكتب حديثه ولا يحتج به. وقال ابن معين: يروي عن سفينة أحاديث لا يرويها غيره، وأرجو أنه لا بأس به"**. (تهذيب الكمال (۱۰/۳۷۷)

لیکن بعض حضرات حدیث کی تصحیح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان دونوں راویوں کی بعض ناقدین نے توثیق کی ہے؛ چنانچہ شیخ بشار عواد اور شعیب ارنووط نے "تحریر تقریب التہذیب" میں متعدد محدثین سے ان دونوں راویوں کی توثیق نقل کی ہے۔

اور حضرت سفینہ نے حضرت معاویہ سے بیعت کی تھی تو پھر ترمذی کی روایت میں **"كذبوا بنو الزرقاء، بل هم ملوك من شر الملوك"** کیسے صحیح ہوگا؟ یہ روایت سعید بن جمہان کے منکرات میں سے ہے۔ شیخ البانی لکھتے ہیں: **"وزاد الترمذي: "قال سعيد: فقلت له: إن بني أمية يزعمون أن الخلافة فيهم، قال: كذبوا بنو الزرقاء، بل هم ملوك من شر الملوك". قلت: وهذه الزيادة تفرد بها حشرج بن نباتة عن سعيد بن جهمان، فهي ضعيفة، لأن حشرجًا هذا فيه ضعف أورده الذهبي في الضعفاء، وقال: قال النسائي: ليس بالقوى، وقال الحافظ في التقريب: صدوق يهم. قلت: وأما أصل الحديث فثابت"**. (سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها ۱/۸۲۱)

اور اگر بنو امیہ غلط کار لوگ ہوں تو کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی نعوذ باللہ ان غلط کاروں میں شامل ہوں گے؟! وہ تو ہدایت یافتہ تھے، وہ کیسے قابلِ مذمت ہیں۔

اگر بالفرض روایت ثابت ہو تو کبھی کبھی جوش میں ایسے الفاظ منہ سے نکلتے ہیں جن کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا؛ مسلم شریف، کتاب الجہاد (رقم: ۱۷۵۷) میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے کاذب، آثم، غادر اور خائن کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ان الفاظ سے وعید مراد ہوتی ہے۔

Darul Uloom Zakariyya South Africa

یا پھر اس کے معنی یہ ہیں کہ خلافت علی منہاج النبوۃ ۳۰ سال ہے۔

نیز حدیث "الخلافة في أمتي ثلاثون سنة" کے علاوہ دوسری احادیث بھی اس باب میں وارد ہیں، جو خلافت کو ۳۰ سال تک محدود رکھنے کے خلاف ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں: "كانت بنو إسرائيل تَسُوسُهم الأنبياءُ، كلّما هَلك نبيٌّ خلَفه نبيٌّ، وإنّه لا نبي بعدي، وسيكون خلفاء فيكثُرون". (صحيح البخاري، رقم: ٣٤٥٥)

اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو ان بارہ خلفا میں اس لیے شمار نہیں کیا گیا کہ ان کے دعوئے خلافت سے پہلے یزید سے عام لوگ اور صحابہ بیعت کر چکے تھے: "والحقيقة أن بيعة يزيد قد قبلها الكثير حتى الصحابة رضوان الله عليهم، فقد بايعه ستون من أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم". (الدولة الأموية ٤٦٣/١)

اور جب مدینہ منورہ میں قریش کے قائد عبداللہ بن مطیع نے یزید کی بیعت توڑی اور ابن الزبیر سے بیعت کی تو ابن عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور ان کو بیعت توڑنے کی وعید سنائی۔ صحیح مسلم میں ہے: جاء عبد الله بن عمر إلى عبد الله بن مطيع حين كان من أمر الحرة ما كان زمن يزيد بن معاوية فقال: اطرحوا لأبي عبد الرحمن وسادة، فقال: إني لم آتك لأجلس، أتيتك لأحدثك سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "من خلع يدا من طاعة لقي الله يوم القيامة لا حجة له، ومن مات وليس في عنقه بيعة مات ميتة جاهلية". (صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب الأمر بلزوم الجماعة عند ظهور الفتن، رقم: ١٨٥١)

تکملہ فتح الملہم میں ہے: "واعتزل الناس علي بن الحسين زين العابدين، وكذلك عبد الله بن عمر أنكر على أهل المدينة في مبايعتهم لابن مطيع وابن حنظلة على الموت، وكذلك لم يخلع يزيد أحد من بني عبد المطلب، وقد سئل محمد بن الحنفية في ذلك فامتنع أشد الامتناع وناظرهم وجادلهم في يزيد، وردَّ عليهم ما اتهموا يزيد به من شرب الخمر وتركه بعض الصلوات". (تكلمة فتح الملهم ٣٥٠/٣)

درج ذیل وجوہات کی بنا پر یزید فاسق وفاجر اور لعنتی نہیں ہے:

۱- عام مورخین کے ہاں مغفور لہم لشکر کے امیر یزید تھے۔

۲- ان کی قیادت میں غزوہ روم میں جلیل القدر صحابہ: ابوایوب انصاری، ابن عمر، حسنین کریمین شریک تھے۔ یہ حدیث بخاری میں (۱۵۸/۱، ۳۱۰، ۵۳۰)، (۱۰۵۳/۲، ط: ہند) پر مذکور ہے۔

Darul Uloom Zakariyya South Africa

۳- سنہ ہجری ۵۱، ۵۲، اور ۵۳ میں یزید امیر الحج تھے اور غالباً حسین رضی اللہ عنہ بھی قافلہ حج میں شامل تھے۔ البدایہ والنہایہ میں ہے: "عن زُرارةَ بن أوفى قال: القرنُ عشرون ومئة سنةٍ، فبُعِثَ رسولُ الله صلى الله عليه وسلم في قرن، وكان آخِره موتُ يزيد بن معاوية. قال أبو بكر بن عياش: حجَّ بالناس يزيدُ بن معاوية في سنة إحدى وخمسين، وثنتين وخمسين، وثلاث وخمسين". (البداية والنهاية ۲۲۹/۸، ترجمة يزيد بن معاوية)

۴- میزبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ حسب وصیت یزید نے پڑھایا۔

۵- بے شمار صحابہ وتابعین نے ان سے بیعت، یا ان کی اطاعت کی تھی؛ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے: "فبايع له الناس في سائر الأقاليم". (البداية والنهاية ۷۹/۸) جن میں حضرت جابر بن عبداللہ (م:۷۸ھ)، جابر بن سمرہ (م:۷۴ھ)، عبد اللہ بن عمر (م:۷۳ھ)، عبداللہ بن عمرو بن العاص (م:۶۵ھ)، عبد اللہ بن عباس (م:۶۸ھ)، ابوامامہ باہلی (م:۸۱ھ)، براء بن عازب (م:۷۱ھ)، انس بن مالک (م:۹۳ھ)، ابوسعید خدری (م:۷۴ھ)، سلمہ بن اکوع (م:۷۴ھ)، معقل بن یسار (م:۶۵ھ)، معقل بن سنان (م:۶۳ھ)، نوفل بن معاویہ (م:۶۰ھ)، عوف بن مالک (م:۷۳ھ)، عبداللہ بن بسر المازنی (م:۸۸ھ)، جابر بن عتیک انصاری (م:۶۱ھ)، عبد اللہ بن سعد بن خیثمہ انصاری (م: بعد ۷۱ھ)، بریدہ بن الحصیب اسلمی (م:۶۳ھ)، مسور بن مخرمہ (م:۶۴ھ)، مالک بن حویرث (م:۷۴ھ)، عبد المطلب بن ربیعہ (م:۶۲ھ)، عمر بن ابی سلمہ (۸۳ھ)، ابو واقد لیثی (م:۸۵ھ)، رافع بن خدیج (م:۷۴ھ)، عبداللہ بن ابی اوفی (م:۸۷ھ)، زید بن ارقم (م:۶۸ھ)، عدی بن حاتم (م:۶۸ھ)، ولید بن عقبہ (م:۶۱ھ)، نعمان بن بشیر (م:۶۵ھ)، وغیرہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یزید کی بیعت سے انکار کرنے والے صرف دو صحابہ تھے، ایک حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرت حسین رضی اللہ عنہ۔ (البداية والنهاية ۱۵۱/۸) لیکن ہم باحوالہ لکھ چکے ہیں کہ حضرت حسین نے صراحتاً انکار نہیں کیا؛ بلکہ مجمع میں بیعت کرنے کے لیے فرمایا۔

دکتور علی محمد صلابی لکھتے ہیں: "وقد أجمعت الأمة على بيعة يزيد، أو بمعنى آخر جددت له البيعة بعد وفاة أبيه ولم يبايع الحسين بن علي وعبد الله بن الزبير...، وأما بقية الصحابة فقد بايعوا يزيد". (الدولة الأموية ۴۵۴/۱)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: "فاتَّسَقت البيعة ليزيد في سائر البلاد، ووفدت الوُفودُ من سائر الأقاليم إلى يزيد". (البداية والنهاية ۸۰/۸)

Darul Uloom Zakariyya South Africa

۶- عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب نے اپنی لڑکی ام محمد کا نکاح یزید سے کیا تھا۔(جمهرة الأنساب، ص ٦٩) نیز ام مسکین بنت عاصم بن عمر بن الخطاب بھی یزید کے نکاح میں تھیں۔(المعارف لابن قتيبة، ص ١٨٨. ميزان الاعتدال ٤/٤١٣) اور حضرت عثمان کے ماموں زاد بھائی عبداللہ بن عامر بن کریز کی صاحبزادی بھی یزید کی زوجہ تھیں۔ان کا نام ام کلثوم بنت عبداللہ بن عامر تھا۔(تاريخ الطبري ٥/٥٠٠. البداية والنهاية ٨/٢٣٧)

۷- واقعہ کربلا کے بعد عبداللہ بن جعفر یزید کے دربار میں آئے اور دو لاکھ وظیفہ وصول فرمایا اور یزید سے یہ کہا: میرے والدین آپ پر قربان ہوں۔ (أنساب الأشراف ٤/٣)

۸- ایک شخص نے محمد باقر رحمہ اللہ سے واقعہ حرہ کے بارے میں دریافت کیا کہ آپ کے خاندان کا کوئی فرد یزید سے لڑا تھا؟ انھوں نے کہا: خاندان عبدالمطلب اور خاندان ابو طالب کا کوئی فرد لڑنے کے لیے نہیں نکلا تھا، سب گھروں میں بیٹھے رہے اور جب یزید کے لشکر کے امیر مسلم بن عقبہ کامیاب ہوئے تو حضرت زین العابدین ان کے پاس آئے، مسلم نے ان کا اکرام کیا اور کہا کہ یزید نے مجھے آپ سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ زین العابدین نے صلّى الله على أمير المؤمنين يزيد کہا۔(طبقات ابن سعد ۹/۴۱۵)

۹- ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں، مولانا سید سلیمان ندوی نے سیرۃ النبی (۳/۶۰۴) میں اور شارحین حدیث نے ان بارہ خلفا میں جن کے زمانے میں اسلام کو عزت ملی یزید بن معاویہ کو شمار کیا ہے۔یعنی خلفائے راشدین، حضرت معاویہ، یزید، عبدالملک بن مروان، ان کے چار لڑکے اور عمر بن عبدالعزیز۔اس کی تفصیل تکملہ فتح الملہم (۳/۲۸۴) پر ملاحظہ کیجئے۔

۱۰- حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں یزید بن معاویہ سے مروی احادیث کو ذکر کیا ہے، جن میں "من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين" بھی ہے۔یہ حدیث انھوں نے اپنے عظیم والد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: "وحديثا آخر في الوضوء". ان سے روایت کرنے والے ان کے بیٹے خالد اور عبدالملک بن مروان ہیں۔ابن کثیر لکھتے ہیں: "وقد ذكره أبو زرعة الدمشقي في الطبقة التي تلي الصحابة وهي العليا. وقال: له أحاديث". (۸/۲۲۷)

۱۱- انساب الاشراف للبلاذری (۵/۲۹۰، ط: دار الفکر، بیروت) میں ہے: المدائني عن عبد الرحمن بن معاوية قال: قال عامر بن مسعود الجمحي: "إنا لبمكة إذ مر بنا بريد ينعى معاوية، فنهضنا إلى ابن عباس وهو بمكة وعنده جماعة، قد وضعت المائدة ولم يؤت بالطعام، فقلنا له: يا ابن عباس جاء البريد بموت معاوية. فوجم طويلا ثم قال: اللّهم أوسع لمعاوية، أما والله ما كان مثل من قبله ولا يأتي بعده مثله، وإن ابنه يزيد لمن صالحي أهله

Darul Uloom Zakariyya South Africa

فالزموا مجالسكم وأعطوا طاعتكم وبيعتكم، هات طعامك يا غلام، قال: فبينا نحن كذلك إذ جاء رسول خالد بن العاص وهو على مكة يدعوه للبيعة، فقال: قل له اقض حاجتك فيما بينك وبين من حضرك فإذا أمسينا جئتك، فرجع الرسول فقال: لا بد من حضورك فمضى فبايع ". (أنساب الأشراف للبلاذري، ۵/ ۲۹۰، أمر يزيد بن معاوية).

عامر بن مسعود کہتے ہیں: ہم مکہ مکرمہ میں تھے کہ ڈاکیہ نے حضرت معاویہ کی وفات کی خبر سنائی، ہم اٹھ کر ابن عباس کے پاس گئے اور وہ مکہ میں تھے، ان کے پاس ایک جماعت تھی، دسترخوان لگایا گیا تھا اور کھانا نہیں رکھا گیا تھا، ہم نے کہا: ابوالعباس! حضرت معاویہ کی وفات کی خبر آئی، تو غم کی وجہ سے کافی دیر خاموش رہے پھر فرمایا: اے اللہ! حضرت معاویہ کے لیے آخرت میں فراخی پیدا فرما۔ واللہ وہ پہلے حضرات کی طرح نہیں تھے اور ان کے بعد ان جیسا نہیں آئے گا اور ان کا بیٹا یزید ان کے خاندان کے متقی آدمی ہیں، تم اپنی جگہ جمے رہو اور یزید کی اطاعت اور ان سے بیعت کرو۔ پھر فرمایا: لڑکے کھانا لاؤ۔ ہم اسی مجلس میں تھے کہ خالد بن العاص امیر مکہ کا قاصد آیا اور ابن عباس کو بیعت کے لیے بلایا، ابن عباس نے فرمایا: تم حاضرین سے بیعت لو، ہم شام کو آجائیں گے۔ پھر قاصد واپس آیا کہ حضرت آپ کی حاضری ضروری ہے۔ ابن عباس تشریف لے گئے اور بیعت فرمائی۔

اس میں یزید کو صالح اور متقی کہا گیا ہے اور یہ ابن عباس جیسی شخصیت کی گواہی ہے۔ اور یہ کہنا کہ یزید آخر میں فاسق بن گئے۔ یہ تاریخی روایات کا اڑایا ہوا غبار، یا ہوائی فائرنگ ہے ؎

کون کہتا ہے ہم تم میں جدائی ہوگی ❁ یہ ہوائیں کسی دشمن نے اڑائی ہوں گی

۱۲- ابن کثیر رحمہ اللہ نے "**ملِك يوم الدين**" کی قراءت میں یزید کو بطور حجت ذکر کیا ہے: "**عن ابن شهاب أنه بلغه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبا بكر وعمر وعثمان ومعاوية وابنه يزيد بن معاوية كانوا يقرأون ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾**". (تفسير ابن كثير ۱/ ۲۷)

۱۳- الترغیب والترہیب میں ترہیب من الغلول کی آخری سے پہلی حدیث یزید بن معاویہ سے مرسلا مروی ہے: **عن يزيد بن معاوية أنه كتب إلى أهل البصرة: السلام عليكم فإنّ رجلا سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم زِمامًا من شعر من مغنم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "سألتني زمامًا من نار، لم يكن لك أن تسألنيه، ولم يكن لي أن أعطيه"**. علامہ منذری فرماتے ہیں: "**رواه أبو داود في المراسيل أيضًا**". لیکن مراسیل میں یہ حدیث نہیں، ممکن ہے بعض نسخوں میں ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ عداوتِ یزید کی مسموم فضا میں حدیث گم ہو چکی ہو؛ چنانچہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "**ثم وجدت له (أي: يزيد بن معاوية) رواية في مراسيل أبي داود، وقد نبهت عليها في الاستدراك على**

Darul Uloom Zakariyya South Africa

الأطراف". (تهذيب التهذيب ١١/ ٣٦٠)

یزید بن معاویہ نے اہل بصرہ کو خط لکھا: السلام علیکم، ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مال غنیمت میں سے بالوں کی ایک مہار مانگی، آپ نے فرمایا: آپ نے آگ کی مہار مانگ لی، آپ کو سوال کا حق نہیں اور مجھے دینے کا حق نہیں۔

۱۴- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل وعیال کو جمع کر کے یزید کی بیعت توڑنے سے ڈرایا؛ اس لیے یزید کا فسق ثابت نہیں۔(صحيح البخاري، باب إذا قال عند قوم شيئا ثم خرج، رقم: ٧١١١)

۱۵-عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن حنظلہ اور ان کے ساتھیوں سے فرمایا: یزید کی بیعت کو مت توڑو۔ جب انھوں نے بیٹھنے کے لیے کہا اور ان کے لیے تکیہ لگایا تو آپ نے بیٹھنے سے انکار کیا۔ اس لیے یزید فاسق نہیں۔(صحيح مسلم، باب وجوب الملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن، رقم: ١٨٥١).

۱۶- چند صحابہ کو چھوڑ کر باقی صحابہ نے یزید سے بیعت کی اور ان کی خلافت کو تسلیم کیا؛ اس لیے یزید کا فسق ثابت نہیں۔

۱۷-جن صحابہ نے ابتدا میں یزید سے بیعت نہیں کی تھی انھوں نے اس کا سبب باپ کا بیٹے کو جانشین مقرر کرنا بتلایا، یزید کا فسق وفجور نہیں بتلایا؛ اس لیے یزید کا فسق ثابت نہیں۔

۱۸-یزید تابعی ہیں اور تابعین میں اصل اتباعِ سنت ہے۔ بخاری کی حدیث ہے کہ جہاد میں فتح مشکل ہوگی تو ایک تابعی کی برکت سے فتح حاصل ہو جائے گی۔(صحيح البخاري، رقم: ٣٥٩٤)؛ اس لیے یزید فاسق نہیں تھے۔

۱۹- جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید سے پوچھا کہ تم خلافت میں کس کی راہ پر چلو گے؟ تو انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مشعلِ راہ بتایا؛ اس لیے یزید فاسق نہیں تھے۔

۲۰-ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یزید کو ان کی فیملی میں صالح ومتقی بتلایا؛ اس لیے یزید کا فسق ثابت نہیں۔

۲۱-جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر شیعوں کی غداری واضح ہوگئی تو یزید کی بیعت کی نیت سے شام کی راہ لی؛ اس لیے یزید فاسق نہیں تھے۔

۲۲-عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور اہل مدینہ کے خلاف جو قتال ہوا اس میں ہر ایک فریق اپنے کو برحق اور مخالفین کو خطا پر سمجھتا تھا اور مجتہد اپنے اجتہاد کی وجہ سے فاسق نہیں ہوتا؛ اس لیے یزید کا فسق ثابت نہیں۔

۲۲-یزید کی خلافت کے زمانے میں کافروں سے جہاد جاری رہا اور فتوحات ہوئیں؛ اس لیے یزید کا فسق ثابت نہیں۔

۲۳-تابعین کو جہنم کی آگ نہ چھونے کی خوشخبری دی گئی ہے اور یزید تو امیر المؤمنین تھے؛ اس لیے وہ فاسق

Darul Ulum Zakariyya South Africa

نہیں تھے۔

۲۴-شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد قافلہ حسینی یزید کا مہمان رہا اور انھوں نے یزید پر قتل حسین کا الزام نہیں لگایا ؛اس لیے یزید کا فسق ثابت نہیں۔

۲۵-حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور محمد بن حنفیہ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے دباؤ ڈالنے کے باوجود یزید کی بیعت کو نہیں توڑا اور طائف میں رہائش اختیار کی ؛اس لیے یزید کا فسق ثابت نہیں۔

۲۶-ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ امام پر خروج مت کیجئے ؛لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو خلافت کا زیادہ اہل سمجھتے تھے ؛اس لیے راہی کوفہ بن گئے ، یا یزید کی مخالفت کرنے والوں کو یزید کے تابع فرمان بنانے کی نیت سے جا رہے تھے ؛اس لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کو امیر المومنین کہا تھا ؛اس لیے یزید فاسق نہیں تھے۔

۲۷-عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو نصیحت لکھی کہ آپ یزید کی اطاعت کریں اور جماعت کے ساتھ رہیں۔البدایہ والنہایہ میں ہے:"**وكتبت إليه عمرة بنت عبد الرحمن تعظم عليه ما يريد أن يصنع، وتأمره بالطاعة ولزوم الجماعة**". (البداية والنهاية ۱۶۳/۸) عمرہ کے نزدیک یزید عادل تھے۔

۲۸-محمد بن حنفیہ نے یزید کے فسق وفجور کی سختی سے تردید کی اور یزید کو متبع سنت فرمایا۔تاریخ الاسلام للذہبی میں یہ صحیح سند سے مروی ہے۔ "**قال الإمام أحمد حدثني شعيب بن الحرب المدائني عن صخر عن نافع**". (تاريخ الإسلام ۲۷۴/۵)

۲۹-بعض اکابر نے تاریخی روایات پر اعتماد کر کے یزید کو فاسق کہا۔یہ تاریخی ابومخنف روایات قابل اعتماد نہیں ؛اس لیے یزید فاسق نہیں۔

۳۰-واقعہ حرہ میں اہل بیت نبوت ، ابن عمر ، آل ابی طالب ، بنوعبدالمطلب ، بنوامیہ اور بنوعبدالاشہل سب یزید کی بیعت پر قائم تھے ؛اس لیے کہ یزید کا فسق ان کے نزدیک ثابت نہیں تھا۔"**وقد كان عبد الله بن عمر بن الخطاب وجماعات أهل بيت النبوة ممن لم ينقض العهد، ولا بايع أحدًا بعد بيعته ليزيد**. (البداية والنهاية ۲۵۵/۸) "**لم يخرج أحد من آل أبي طالب ولا من بني عبد المطلب أيام الحرة**". (البداية والنهاية ۲۵۶/۸)

۳۱-اکثر صحابہ وتابعین یزید کی بیعت پر قائم تھے ؛اس لیے کہ یزید عادل تھا۔اور یہ کہنا کہ صحابہ وتابعین نے فتنہ سے بچنے کی خاطر ان کی بیعت تسلیم کر لی تھی ، یہ ان کی مقدس ہستیوں پر تقیہ اور نفاق کی تہمت لگانا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت پر اخلاص کے ساتھ جمے ہوئے تھے ، وہ حکام کے سامنے ان کے موافق بات کہنے کو اور

Darul Uloom Zakariyya South Africa

باہر دوسری بات کہنے کو منافقت سمجھتے تھے؛ صحیح بخاری میں ہے: ''**قال أناس لابن عمر إنا ندخل على سلطاننا فنقول لهم خلاف ما نتكلم إذا خرجنا من عندهم، قال: كنا نعدها نفاقًا**''. (صحيح البخاري، رقم: ۷۱۷۸، باب ما يكره من ثناء السلطان وإذا خرج قال غير ذلك).

۳۲- اگر یزید فاسق تھا تو فاسق کو خلیفہ بنانا جائز نہیں۔ ازالۃ الخفاء (مترجم ۲۳/۱) میں ہے کہ خلیفہ کے لیے عادل ہونا شرط ہے۔ بلکہ فاسق کی خلافت منعقد ہی نہیں۔ ابوبکر جصاص نے ﴿لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِيْنَ﴾ کے ذیل میں لکھا ہے: ''**فثبت بدلالة هذه الآية بطلان إمامة الفاسق، وأنه لا يكون خليفة**''. (أحكام القرآن ۷۰/۱) یہی بات امام رازی نے تفسیر کبیر (۴۲/۴) میں اور نووی نے شرح مسلم میں لکھی۔ ہاں بعد میں فاسق بن جائے تو اختلاف ہے۔ (شرح النووي على مسلم ۲۲۹/۱۲، ط: دار إحياء التراث، بيروت)

۳۳- حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کی ولیعہدی کا فیصلہ دولت اسلامیہ کے ارباب حل وعقد سے مشورہ کے بعد کیا تھا۔ اس کے لیے انھوں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا سفر کیا تھا۔ اس وقت کسی نے فسق یزید کا مسئلہ پیش نہیں کیا تھا۔

۳۴- علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ''**أما ترك سبِّه ولعنتِه فبناء على أنه لم يثبت فسقه الذي يقتضي لعنه، أو بناء على أن الفاسق المعين لا يلعن بخصوصه إما تحريمًا، وإما تنزيهًا**''. (مجموع الفتاوى ٤٨٤/٨)

۳۵- عبداللہ بن حنظلہ نے یزید پر فسق وفجور کی تہمت لگائی، اس کے مقابلے میں محمد بن حنفیہ نے یزید کے تقوی وطہارت کا مشاہدہ کیا تھا۔ ''شنیدہ کے بود مانند دیدہ''؛ اس لیے یزید کا فسق ثابت نہیں۔ علاوہ ازیں اکثر صحابہ یزید کے حامی تھے۔

۳۶- عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ صحابی صغیر تھے ان کے مقابلے میں عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت ابوسعید خدری وغیرہ رضی اللہ عنہم اور تابعی جلیل محمد بن حنفیہ کے اقوال کا تقاضا یہ ہے کہ یزید کو فاسق نہ کہا جائے۔

۳۷- یزیدی فوج کو قتل حسین کا ذمہ دار سنہ ٦٦ھ میں سب سے پہلے مختار ثقفی نے ٹھہرایا۔ اہل بیت اور صحابہ کرام نے نہیں ٹھہرایا۔ مختار ثقفی دین دشمن اور دنیا پرست آدمی تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یزید واقعہ کربلا کے ذمہ دار نہیں اور نہ فاسق ہیں۔

۳۸- یزید کے بارے میں ایک جگہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے فاسق لکھا ہے؛ لیکن دوسری جگہ لکھتے ہیں: یزید کے بارے میں علما قدیماً وحدیثاً مختلف رہے ہیں، بعض نے ان کو مغفور کہا اور بعض نے ملعون کہا۔

Darul Uloom Zakariyya South Africa

(امداد الفتاوی ۵/۴۲۵) اس لیے حضرت تھانویؒ کے نزدیک یزید قطعی فاسق نہیں تھے۔

۳۹- خیر الفتاوی میں مرقوم ہے: یزید کے لیے ظالم، جابر، فاسق، ملعون کی صفات محل نظر ہیں۔ (خیر الفتاوی ۱/۴۸۵) خیر المدارس کے مفتیوں کے نزدیک بھی یزید قطعی فاسق نہیں تھے۔ یہ فتوی فقیہ النفس حضرت مفتی عبد الستار رحمہ اللہ کا لکھا ہوا ہے۔ تاریخ ۱۴-۷-۱۳۹۹ھ۔

۴۰- حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے ''لامع الدراری'' میں فرمایا: **''قال الشيخ القطب الكنكوهي في فتاواه الهندية أن مدار ذلك على الثبوت، فمن صح عنده صدور هذه القبايح عن يزيد أباح اللعن عليه، ومن لم يثبت عنده لم يبح، كلا الأمرين صحيح موافق للأصول''.** (۳۴۶/۷، طبع جديد) یعنی جن کے نزدیک یہ منکرات یزید سے ثابت ہیں ان کے نزدیک لعنت مباح ہے اور جن کے نزدیک ثابت نہیں وہ لعنت جائز نہیں سمجھتے ہیں۔ اور دونوں باتیں اصول کے موافق اور صحیح ہیں۔ یعنی ان برائیوں کی نسبت حضرت گنگوہی کے نزدیک مشکوک ہے؛ اس لیے ان کے نزدیک یزید قطعی فاسق نہیں۔

یہ اکثر نقاط مولانا عبد الغفور صاحب نیول کالونی اسلام آباد کے اس مضمون سے لیے گئے ہیں جو انھوں نے مولانا امین اکاڑوی کے مضمون کے رد میں ۱۵/اکتوبر ۱۹۹۵ء کو لکھا ہے۔ ہم نے اصل مراجع کی طرف مراجعت کی ہے۔ مولانا اکاڑوی کا مضمون مولانا امین اورکزئی شہید کے رد میں تھا۔ اور مولانا عبد الغفور کا مضمون مولانا اوکاڑوی کے رد میں ہے۔

۴۱- شیعوں کی تحریر کے مطابق زین العابدین علی بن حسین نے یزید سے بالمشافہ فرمایا: **''فقال له علي بن الحسين قد أقررت لك بما سألت أنا عبد مكره لك فإن شئت فامسك وإن شئت فبع''.** (الكافي للكليني ۴۸۹/۸. شرح أصول الكافي للمازندراني ۱۳۸/۹. وسائل الشيعة للعاملي ۴۸۱/۱۱) زین العابدین نے یزید سے کہا: میں آپ کا دست بستہ غلام ہوں، آپ چاہیں تو مجھے اپنے پاس روک لیں اور چاہیں تو مجھے بیچ دیں۔ کیا زین العابدین نے فاسق کو اتنی عزت بخشی؟! معلوم ہوا کہ یزید فاسق نہیں تھے۔

۴۲- عرب وعجم کی متفقہ شخصیت علمائے دیوبند کے سرخیل مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی نے حافظ ابن حجر سے نقل کیا کہ وہ بارہ ممدوح خلفا جن کے زمانہ میں دین غالب اور معزز رہے گا ان میں یزید شامل ہے۔ (تبصرہ بر شہید کربلا و یزید، ص ۲۱) اس لیے یزید فاسق نہیں تھے۔

۴۳- علامہ حبیب الرحمٰن اعظمی لکھتے ہیں: یزید کافر و مرتد نہیں تھا؛ بلکہ اس کے فسق کا بھی کوئی لائق اعتماد ثبوت نہیں ہے۔ علمائے اعلام نے اس کے مسلمان ہونے کی تصریح کی ہے اور کسی مسلمان کو بلا ثبوت و دلیل فاسق کہنا جائز نہیں ہے۔ کوئی شہرت جو عینی شاہدوں کی شہادت پر مبنی نہ ہو لائق اعتماد اور حجت نہیں ہے۔ (تبصرہ بر شہید

Darul Uloom Zakariyya South Africa

کربلا ویزید،ص۱۰۹)اس لیے یزید فاسق نہیں تھے۔

۴۴-مولانا اعظمی مزید لکھتے ہیں کہ عقیدہ فسق یزید کا تعلق سنیت سے نہیں ہے نہ اثباتاً نہ نفیاً؛ بلکہ اس کی حیثیت محض ایک علمی تحقیق کی ہے۔اگر کسی عالم کے نزدیک شرعی قواعد کے ماتحت اس کا فسق ثابت ہو اور وہ اس کو فاسق مانتا ہو تو وہ بھی سنی ہے،اور کسی عالم کے نزدیک ان قواعد کی رو سے اس کا فسق ثابت نہ ہوتا ہو،اس لیے وہ اس کو فاسق نہ مانتا ہو تو وہ بھی سنی ہے۔(تبصرہ بر شہید کربلا ویزید،ص۱۰۹)؛اس لیے ہمارے خیال میں یزید فاسق نہ تھے۔

۴۵-امام غزالی نے یزید کے بارے میں لکھا ہے: ''**ولا تجوز نسبة مسلم إلى كبيرة من غير تحقيق**''. (إحياء علوم الدين ۵/۵۸۸) اور ابن خلکان نے امام غزالی سے نقل کیا: ''**فإن إساءة الظن بالمسلم أيضًا حرام**''.(وفيات الأعيان ۳/۲۸۸) اس لیے یزید فاسق نہیں تھے۔

۴۶-یزید کی طرف شرب خمر،مرغوں کو لڑانے،گانا بجانا،بندروں کو نچانا منسوب کیا گیا ہے۔یہ روایت جھوٹی ہے،اس کی سند میں الہیثم بن عدی کذاب ہے اور ہشام بن محمد اور محمد بن سائب کلبی اور ابو مخنف کذاب ورافضی ہیں؛اس لیے یزید کا فسق ثابت نہیں۔

۴۷-لیث بن سعد نے ان کو امیر المؤمنین کہا۔اور ابن عربی نے ''العواصم من القواصم'' میں اور محبّ الدین خطیب نے ''العواصم'' کی تعلیقات میں ان کے فسق سے انکار کیا ہے۔

۴۸-ابن کثیر نے ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ کے ذیل میں ان کی قراءت کو نقل کیا۔وہ امام القراءات تھے، فاسق نہیں تھے۔

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ لوگوں نے حضرت معاویہ،عمرو بن العاص،بنو امیہ،یزید،ولید اور مروان بن الحکم کی مذمت میں موضوعی حدیثیں بنائی ہیں۔(الأسرار المرفوعة، ص۴۷۷)

ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ(۸/۲۳۱) میں لکھا ہے کہ ابن عساکر نے یزید بن معاویہ کی مذمت میں احادیث ذکر کی ہیں جو سب کے سب موضوعی ہیں۔

(۴۹) حافظ عبد الغنی مقدسی نے ان کی خلافت کو صحیح اور درست لکھا۔(ذيل طبقات الحنابلة ۳/۵۵)

(۵۰) عمر بن عبد العزیز نے ان کو مرحوم کہا۔امام غزالی نے بھی رحمتوں کا مورد قرار دیا اور لیث بن سعد نے ان کو امیر المومنین فرمایا۔(لسان الميزان ۶/۲۹۴. وفيات الأعيان ۳/۲۸۹. تاريخ خليفة بن خياط، ص۲۵۳)

یزید کے دور خلافت میں ہونے والی بعض فتوحات:

اشکال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ یزید کے دور میں فتوحات نہیں ہوئیں۔

جواب: یہ درست نہیں؛ بلکہ مغرب کا علاقہ تاہرت اور بحر مغرب کا ساحلی علاقہ طنجہ اُنہی کے عہد حکومت

میں فتح ہوا۔(التاریخ الإسلامی الوجیز، ص ۱۲۰)

اسی طرح ۶۱ھ میں بخارا اور خوارزم ان کے عہد حکومت میں مسلم بن یزید کے ہاتھوں فتح ہوئے۔ ۶۲ھ میں عقبہ بن نافع نے مغرب اقصی کو فتح کیا۔اور استنبول کی فصیل تک یزید بن معاویہ ہوا میں نہیں پہنچے؛ بلکہ ترکستان کے پورے علاقے کو زیر نگیں کر کے ہی پہنچے؛ اس لیے جو لوگ خلافت عثمانیہ کو ظل خداوندی سمجھتے ہیں ان کو سوچنا چاہیے کہ اس کے لیے راستہ یزید بن معاویہ نے ہموار کیا۔

خلیفہ ابن خیاط نے لکھا ہے کہ ۶۱ھ میں یزید کے زمانے میں ارض الروم کا جہاد ہوا۔ ۶۲ھ میں خوارزم اور سمرقند صلحاً فتح ہوئے، نیز قساریۃ کا اور سوریہ کا جہاد ہوا۔ ۶۴ھ میں روم کے جہاد کے لیے یزید بن اسد کو بھیجا۔(تاریخ خلیفہ بن خیاط واقعات ۶۰ تا ۶۴ ہجری) نیز دیگر فتوحات اور غزوات کا ذکر بھی ملتا ہے۔

حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شیعوں کو ایران میں ہی رہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سب وشتم کا نشانہ بنانا ٹھیک نہیں؛ اس لیے کہ ایران کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فتح کیا، شیعوں کو ان مقامات میں جانا چاہیے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فتح کئے ہیں؛ کیونکہ وہ حضرت علی ہی کو ماننے کے مدعی ہیں۔اسی طرح استنبول کی فصیل تک پہنچنے پر یزیدی لشکر کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

یزید کے بارے میں اقوال:

(۱) لم يعص ولم يقتل ولم يأمر بقتال حسين رضی اللہ عنہ، وما نُسِب إليه فليس بصحيح.

(۲) صار كافرًا بسبب أمر قتل الحسين رضی اللہ عنہ.

(۳) كان مسلمًا عاصيًا يُلعَن عليه لقول الله تعالى: ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ﴾. (النساء:۹۳) **وقيل: كان مسلمًا عاصيًا لا يُلعَن عليه.** علامہ تفتازانی لعنت کے قائل ہیں، اور ابن جوزی بھی اسی کے قائل ہیں؛ چنانچہ ابن جوزی نے ایک مرتبہ بغداد میں منبر پر کھڑے ہو کر یزید پر لعنت کی، جس کی وجہ سے ابو العز عبد المغیث بن زہیر بغدادی نے ''فضائل یزید'' نامی کتاب لکھی، اور ابن جوزی نے ان کے رد میں **''الرَّد على المتعصِّب العنيد المانع من ذمِّ يزيد''** نامی رسالہ لکھا ہے۔(مقدمة تحقيق ''الرد على المتعصب العنيد المانع من ذمِّ يزيد''، ص ۱۱-۱۲)

اول الذکر قول صحیح ہے۔آخر الذکر دونوں اقوال صحیح نہیں۔

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں: **''والحق أن رضا يزيد بقتل الحسين واستبشاره بذلك وإهانة أهل بيت النبي صلى الله عليه وسلم مما تواتر معناه وإن كان في تفاصيله أحاد فنحن لا نتوقف**

Darul Uloom Zakariyya South Africa

في شأنه بل في إيمانه لعنة الله عليه وعلى أنصاره وأعوانه". (شرح العقائد النسفية، ص۲۳۹، ط: ایج ایم سعید، باکستان)

لیکن محققین علما نے علامہ کے اس موقف سے اتفاق نہیں فرمایا۔ مولانا محمد امین اورکزئی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ تفتازانی کے لعن یزید کو ان کے ممدوح رافضی حاکم تیمور لنگ کی محبت اور خوش رکھنے کا شاخسانہ قرار دیا ہے۔ یہ بات انھوں نے محمد انور صاحب کے ایک خط کے جواب میں لکھی ہے۔

دکتور عدنان درویش شرح العقائد النسفیہ کی تعلیق میں لکھتے ہیں: " إن السيد رحمه الله تعالى قد غالى في هذه المسألة (أي: لعن يزيد) ولم أدر من أين ثبت لديه أن يزيد قد رضي أو استبشر بقتل الحسين رضي الله عنه، أو أنه أهان أهل البيت، وكيف صرح بلعنه ولم يرد شيء من ذلك بطريق صحيح عنه، وإنما تناقله بعض المؤرخين بدون الاعتماد على إسناد صحيح أو ضعيف كما قال الشيخ أبو اليسر عابدين رحمه الله في كتابه أغاليط المؤرخين. بل وكيف يلعن وقد شهد له بحسن الحال بعض الأحاديث الصحيحة. كيف يلعن ولم يلعنه أحد من السلف سوى الذين أكثروا القول في التحريض على لعنه وبالغوا في أمره، كالرافضة والخوارج وبعض المعتزلة، بأن قالوا رضاه بقتل الحسين كفر". (تعليق شرح العقائد النسفية، ص۲٤۸)

شرح عقائد کے محشی مولانا محمد حسن سنبھلی لکھتے ہیں: "أورد عليه عليُّ القاري بوجوه ثلاثة، الأول: أنه لم يثبت بخبر الواحد أصلا فضلاً عن التواتر. والثاني: أنه لو سلم فقتل غير الأنبياء حتى الشيخين ليس بكفر إلا بالاستحلال، ولا يطلع عليه إلا عالم الغيب، وإنما كان قتله نظير قتل عمار بن ياسر. والثالث: أنه لو سلم أنه كفر فلا يجوز اللعن على معين ولو كافرا لجواز حسن خاتمته وموته على الإسلام وتوفيق التوبة إلا إذا ثبت الموت على الكفر بالنص كأبي لهب وفرعون". (حاشية شرح العقائد النسفية، ص۲۳۹، ط: ایج ایم سعید، باکستان)

ملا علی قاری رحمہ اللہ علامہ تفتازانی کی مذکورہ عبارت ضوء المعالی میں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "ورُدَّ بأنه لم يثبت بطريق الآحاد، فكيف يدعي التواتر في مقام المراد؟! مع أنه نقل في "التمهيد" عن بعضهم: أن يزيد لم يأمر بقتل الحسين، وإنما أمرهم بطلب البيعة، أو بأخذه وحمله إليه، فهم قتلوه من غير حكمه، على أن الأمر بقتل الحسين، بل قتله ليس موجبًا للّعنة على مقتضى مذهب أهل السنة، من أن صاحب الكبيرة لا يكفر، فلا يجوز عندهم لعن الظالم الفاسق، كما نقله ابن جماعة، يعني بعينه". (ضوء المعالي، ص۱۳٤)

Darul Uloom Zakariyya South Africa

لعنت کی اقسام:

کسی پر لعنت بھیجنے کی تین قسمیں ہیں:

(۱) **اللّعنة على شخص معين مات على الكفر.** یعنی کسی ایسے شخص پر لعنت جس کی کفر پر موت یقینی ہو، یہ جائز ہے، جیسے ابوجہل، ابولہب، فرعون وغیرہ۔

(۲) **اللّعنة على النوع. أي: الوصف القبيح.** یہ وارد ہے اور کرنا چاہئے، جیسے: ﴿لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾. (البقرة:۸۹). ﴿لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾. (الأعراف:٤٤) ﴿لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ﴾. (آل عمران:٦١) وغیرہ۔

(۳) لعنت شخص معین پر جو بظاہر مسلمان ہو، یا جس کا کفر پر مرنا یقینی نہ ہو۔

جن روایات میں لعنت سے ممانعت وارد ہوئی ہے اُن سے یہی تیسری قسم مراد ہے۔

علامہ نووی فرماتے ہیں: " **واتفق العلماء على تحريم اللعن؛ فإنه في اللغة الإبعاد والطرد، وفي الشرع الإبعاد من رحمة اللّٰه، فلا يجوز أن يبعد من رحمة اللّٰه من لا يعرف حاله وخاتمة أمره معرفةً قطعيةً، فلهذا قالوا: لا يجوز لعن أحد بعينه مسلمًا كان أو كافرًا أو دابةً إلا مَن علمنا بالنص الشرعي كلعن الواصلة... والظالمين والفاسقين والكافرين... مما جاء ت النصوص الشرعية بإطلاقه على الأوصاف لا على الأعيان. واللّٰه أعلم**". (شرح النووي على مسلم ١/٦٠. وانظر: إحياء علوم الدين، كتاب آفات اللسان ٥/٤٤٥-٤٤٧)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بعض مشرکین قریش پر لعنت فرمائی، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾. (صحيح البخاري، باب ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾[آل عمران١٢٨]، رقم:٤٥٥٩)

حدیث میں ہے: "**ليس المؤمن بالطَّعَّان، ولا اللَّعّان، ولا الفاحِش، ولا البذيءِ**". (سنن الترمذي، باب ما جاء في اللعنة، رقم:١٩٧٧).

دوسری حدیث میں ہے: "**إن اللَّعّانِين لا يكونون شُهداءَ، ولا شُفعاءَ يومَ القيامة**". (صحيح مسلم، باب النهي عن لعن الدواب وغيرها، رقم:٢٥٩٨)

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**لا تسبوا الأموات؛ فإنهم قد أفضوا إلى ما قدموا**". (صحيح البخاري، باب ما ينهى من سب الأموات، رقم:١٣٢٩)

ایک شخص کے بارے میں بار بار شراب پینے اور بار بار حد لگائے جانے کی وجہ سے بعض صحابہ نے کہا:

Darul Uloom Zakariyya South Africa

"اللّٰهم العنه ما أكثر ما يوتى به". نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا: "لا تلعنه، فإنه يحب اللّٰه ورسوله". (مسند البزار، رقم: ٢٦٩. وحلية الأولياء ٢٢٨/٣. وقال أبو نعيم: صحيح ثابت)

معلوم ہوا کہ کسی متعین فاسق پر لعنت کرنا جائز نہیں۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص پر لعنت کی گئی ہے اگر وہ لعنت کا مستحق نہیں ہے تو وہ لعنت کرنے والے کی طرف لوٹا دی جاتی ہے: "إن العبد إذا لعَن شيئًا صعِدت اللعنةُ إلى السماء فتُغلق أبواب السماء دونها، ثم تهبِط إلى الأرض فتُغلق أبوابها دونها، ثم تأخذ يمينًا وشمالًا، فإذا لم تجد مساغًا رجعت إلى الذي لعن، فإن كان لذلك أهلا، وإلا رجعت إلى قائلها". (سنن أبي داود، رقم: ٤٩٠٥، وإسناده حسن).

امام غزالی لکھتے ہیں: " في لعنة الأشخاص خطر، فليجتنب، ولا خطر في السكوت عن لعنة إبليس، فضلا عن غيره.

فإن قيل: هل يجوز لعنة يزيد؛ لأنه قاتل الحسين بن علي رضي اللّٰه عنهما، أو آمر به؟ قلنا: هذا لم يثبت أصلا، فلا يجوز أن يقال: إنه قتله أو أمر بقتله ما لم يثبت ذلك فضلاً عن اللعنة؟ لأنه لا تجوز نسبة مسلم إلى كبيرة من غير تحقيق". (إحياء علوم الدين، كتاب آفات اللسان ٤٤٨/٥)

علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ لعنت کے معنی اور اس کی اقسام بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "ومن ثمّ لم يجز كما قاله الغزاليُّ وغيره لعن يزيد لأنه قاتل الحسين أو آمر بقتله خلافًا لمن تسامح في ذلك ورآه جائزًا ممن لم يعتد به ولا بقوله في الأحكام الشرعية، وذلك لأنه لم يثبت أنه قتله ولا أمر بقتله ولا رضي إلا ما حكى في بعض التواريخ مما لا تقوم بمثله حجة. بل لا يجوز نسبة ذلك إليه". (الفتاوى الحديثية، ص١٩٣)

علامہ ابن حجر ہیتمی دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ یزید کے بارے میں تین قسم کے لوگ ہیں: "والناس في يزيد ثلاث فرق، فرقة تتولاه وتحبه، وفرقة تسبه وتلعنه، وفرقة متوسطة في ذلك لا تتولاه ولا تلعنه وتسلك به مسلك سائر ملوك الإسلام وخلفائهم غير الراشدين في ذلك، وهذه الفرقة هي المصيبة ومذهبها هو اللائق بمن يعرف سير الماضين ويعلم قواعد الشريعة المطهرة، جعلنا اللّٰه من أخيار أهلها آمين". (الصوعق المحرقة ٦٣٩/٢)

لیکن جو لوگ یزید کو مسلمان مانتے ہیں اور لعنت بھی کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ لعنت کی دو قسمیں ہیں:

Darul Uloom Zakariyya South Africa

(۱) الإبعاد عن رحمة الله للكفّار.

(۲) الإبعاد عن رحمة الله تعالَى التي هي للمؤمنين الكاملين.

اور جب مسلمان پر لعنت ہو تو یہ دوسرے معنی مراد ہوں گے کہ جو کامل مؤمنین کے لیے رحمت ہے اس سے دور ہو جائے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے بہشتی زیور کے ضمیمہ میں اس معنی کی تردید فرمائی، سب سے پہلے لعان بین الزوجین کی مشروعیت سے لعن کی مشروعیت پر استدلال کا جواب دیا کہ لعان کے واقعات صحابہ میں ہوئے، تو پھر چاہئے کہ صحابہ پر لعنت بھی جائز ہو۔ **ولم يقل به أحد.** پھر لکھا ہے: نیز بعض لوگوں کو دھوکہ ہوا اور انھوں نے لعن کے معنی ابعاد عن الرحمۃ بیان کر کے کہا ہے کہ ابعاد عن الرحمۃ کی دو صورتیں ہیں: ایک ابعاد عن الرحمۃ مطلقا اور دوسری ابعاد عن الرحمۃ المختصۃ بالأبرار، سو لعن بالمعنی الاول مسلمان پر نہیں ہو سکتی، ہاں لعن بالمعنی الثانی اس پر ہو سکتی ہے؛ مگر یہ بھی ان کی غلطی ہے؛ کیونکہ رحمۃ مختصہ بالابرار کے بھی درجات متفاوت ہیں، ایک وہ رحمت ہے جو مختص بالانبیاء ہے اور دوسری وہ جو مختص بالصحابہ ہے، پس چاہیے کہ -نعوذ باللہ- صحابہ پر لعن بمعنی الإبعاد عن رحمۃ الأنبیاء جائز ہو۔ **ولا يقول به مسلم.** (ضمیمہ ثانیہ بہشتی زیور حصہ اول، ص ۱۱۵)

آگے لکھا ہے کہ رحمت مختصہ بالانبیاء کے بھی درجات متفاوت ہیں، پھر چاہیے کہ دوسرے انبیاء پر لعنت بمعنی الابعاد عن الرحمۃ المختصۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جائز ہو۔ **ولا يقول به مسلم. انتهى بخلاصته.** (ضمیمہ ثانیہ بہشتی زیور حصہ اول، ص ۱۱۵)

ملا علی قاری لکھتے ہیں: "**وجوَّز بعض العراقيين لعنه، قال: لما أنه كفر بما استحلَّ من محارم اللّٰه بفعله في أهل بيت النبوة. انتهى. ولا يخفَى أنَّ الاستحلال أمرٌ قلبيٌّ ظنيٌّ غائبٌ عن ظاهر الحال، ولو فُرِضَ وجودُه أوَّلاً يحتمل أنه مات تائبًا عنه آخرًا، فلا يجوز لعنه لا باطنًا ولا ظاهرًا**". (ضوء المعالي، ص ۱۳۵)

خلاصہ بحث یہ ہے کہ یزید پر لعنت کرنا اگر اس وجہ سے ہو کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل یا آمر بالقتل ہے، تو یہ جائز نہیں؛ اس لیے کہ ماقبل میں یہ بات آچکی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل شیعہ تھے، نہ کہ یزید۔ اور اگر واقعہ حرہ میں مدینہ منورہ کی بے حرمتی کی وجہ سے ہو تو اس کے ذمہ دار خلافتِ اسلامیہ کے مخالفین ہیں۔ اور اگر لعنت کی وجہ شراب نوشی وغیرہ ہو، تو اس کی نسبت یزید کی طرف صحیح نہیں۔ اور اگر بالفرض یزید کا فسق مان لیا جائے تو فسق توبہ سے مٹ جاتا ہے۔ نیز فاسق معین پر لعنت جائز نہیں ہے۔

علامہ رملی اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں: "**قال العزاليُّ: اعلم أنك في هذا المقام بين أن تسيء**

Darul Uloom Zakariyya South Africa

الظن بمسلم وتطعن فيه وتكون كاذبًا، أو تحسن الظن به وتكف لسانك عن الطعن فيه وأنت مخطئ، فالخطأ في حسن الظن بالمسلمين أسلم من الصواب بالطعن فيهم، فلو سكت إنسان عن لعن إبليس أو لعن أبي جهل أو أبي لهب أو أحد من الأشرار طول عمره لم يضره السكوت، ولو هفا هفوة بالطعن في مسلم بما هو بريء عند الله منه فقد تعرض للهلاك". (فتاوى الرملي ٤/٣٣٦)

شیخ عبدالسلام شنارضوء المعالی کی تعلیق میں لکھتے ہیں:"**إن الحق المأخوذ من قواعد الشرع ونصوصه عدم جواز لعن يزيد أو غيره من العصاة والفسقة بأعيانهم، نعم حب آل البيت واجب شرعيٌّ وقربة إلى رب العالمين، لا يخلو قلب مؤمن منه، لكن النهي عن لعن يزيد ليس لقصور في حبهم، بل عملا بقواعد الشرع ونصوصه**". (تعليق ضوء المعالي، ص١٣٦)

شیخ الکیاہراسی کا یزید پر لعنت بھیجنا:

شیخ الکیاہراسی نے یزید پر لعنت بھیجی اوران کو نردی، شطرنجی اور چیتوں کا شکاری اور شرابی کہا۔ الکیاہراسی نے ایک سوال کے جواب میں لکھا: "**فقال: إنه لم يكن من الصحابة؛ لأنه ولد في أيام عمر بن الخطاب رضي الله عنه، وأما قول السلف في لعنته ففيه لأحمد قولان: تلويح وتصريح ... وكيف لا يكون كذلك وهو اللاعب بالنرد، والمتصيد بالفهود، ومدمن الخمر، وشعره في الخمر معلوم**". (وفيات الأعيان ٣/٢٨٧. شذرات الذهب ٦/١٥-١٦. العواصم والقواصم ٨/٣٩)

الکیاہراسی نے یزید کی پیدائش خلافت عمر میں بتلایا۔ یہ صحیح نہیں، وہ حضرت عثمان کے دور میں پیدا ہوئے۔ بعد میں بعض حضرات نے یہ غلطی درست کردی۔

الکیاہراسی نے تاریخی روایات کو دیکھ کر یہ لکھا۔ ان کے بالمقابل امام غزالی نے یزید کا دفاع کیا اوران کی حمایت میں لمبی تحریر لکھی جو دوسری جگہ وفیات الاعیان کے حولے سے گزری۔ مرآۃ الجنان اور البدایہ والنہایہ میں بھی اس کا ذکر ہے۔ امام غزالی لکھتے ہیں: "**أما الترحم عليه فجائز، بل هو مستحب، بل هو داخل في قولنا في كل صلاة "اللّهم اغفر للمؤمنين والمؤمنات"؛ فإنه كان مؤمنًا**". (وفيات الأعيان ٣/٢٨٩. فوات الوفيات ٤/٣٣٠)

الکیاہراسی پر شیعوں اور باطنیہ کے ساتھ گٹھ جوڑ اور ملاپ کا الزام لگایا گیا ہے؛ "**إنه يُمَالِيُ الباطِنِيَّةَ فنُزِع منه التدريسُ**". (البداية والنهاية ١٢/١٧٢. النجوم الزاهرة ٥/٢٠٢)

عبداللہ بن شوذب خراسانی کہتے ہیں: "**سمعتُ إبراهيم بن أبي عَبلة يقول: سمعتُ عمر بن**

Darul Uloom Zakariyya South Africa

عبد العزيز يترحَّم على يزيد بن معاوية". (لسان الميزان، تحت ترجمة يزيد بن معاوية ٥/٨، تحقيق: عبدالفتاح أبو غدة).

ابن کثیر لکھتے ہیں:"قال الغزالي: وأمَّا الترحُّم عليه فجائز، بل مستحب، بل نحن نترحَّم عليه في جملة المسلمين والمؤمنين". (البداية والنهاية ١٢/١٧٣)

بعض حضرات لکھتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے یزید کو امیر المؤمنین کہنے پر ایک شخص کو ۲۰ کوڑے مارے۔ لیکن اس روایت کی سند صحیح نہیں۔ یہ روایت ذہبی نے محمد بن متوکل المعروف بابن السری سے نقل کی۔ محمد بن المتوکل کی وفات ۲۳۸ھ میں ہے اور ذہبی کی ولادت ۶۷۳ھ میں ہے، درمیان میں ساڑھے چار سو سال ہیں۔ نیز محمد بن المتوکل المعروف بابن ابی السری کے ناقدین ان کے معدلین سے زیادہ ہیں۔

بلکہ عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں علامہ ابن تیمیہ نے الصارم المسلول میں لکھا ہے:"قال إبراهيم بن ميسرة: ما رأيتُ عمر بن عبد العزيز ضرب إنسانًا قطُّ إلا رجلا شتَم معاوية فضربه أسواطًا". (الصارم المسلول، ص٥٦٩. وكذا في البداية والنهاية ٨/١٣٩)

شیخ عبدالمغیث بن زہیر نے لکھا ہے: "أنا قصدي كفُّ ألسِنة الناس عن خلفاء المسلمين ووُلاتهم، وإلا فلو فتحنا هذا الباب لكان خليفةُ وقتِنا أحقَّ باللَّعن؛ فإنَّه يفعل أُمورًا منكرةً". (منهاج السنة ٤/٥٧٥. تاريخ الإسلام للذهبي ٤١/١٥٦)

شیخ تقی الدین ابن صلاح لکھتے ہیں: "لم يصح عندنا أنَّه أمر بقتله رضي الله عنه،... وأما سبُّ يزيد ولعنه فليس شأن المؤمنين". آخر میں لکھا: "وقد ورد في الحديث المحفوظ أن لعن المسلم كقتله". (فتاوى ابن الصلاح ١/٢١٦)

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: "فالذي يُجَوِّز لعنةَ يزيد وأمثاله يَحتاج إلى شيئين: إلى ثبوت أنه كان من الفُسَّاق الظالمين الذين تُباح لعنتُهم، وأنَّه مات مُصرًّا على ذلك، والثاني: أنَّ لعنة المعيَّن من هولاء جائزةٌ، والمنازِع يَطعَن في المقدِّمتَين". (منهاج السنة ٤/٥٧١)

شیخ ابن حجر ہیتمی نے بھی لعنت کی تردید کی ہے اور کہا: "وبه أفتى الغزالي وأطال في الانتصار له، وهذا هو اللائق بقواعد أئمتنا،... وإذا علمتَ أنهم صرَّحوا بذلك علمتَ أنهم مصرحون بأنه لا يجوز لعن يزيد". (الصواعق المحرقة ٢/٦٣٧)

ملا علی قاری نے لکھا ہے: "لا ينبغي اللعن عليهما (أي: يزيد، والحجاج)؛ لأن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن لعن المصلين". (شرح فقه أكبر، ص٢١٤. وضوء المعالي، ص١٣٥)

Darul Uloom Zakariyya South Africa

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ''بل تواتر إسلام معاوية ويزيد وخلفاء بني أمية وبني العباس، وصلواتهم، وصيامهم وجهادهم للكفار''. (منهاج السنة ٦٢/٢)

مولانا عبدالعزیز الفرہاروی لکھتے ہیں: ''لا يجوز لعن كل شخص بفعله، فاحفظ هذا التحقيق ولا تكن من الذين لا يراعون قواعد الشرع ويحكمون بأن من نهى عن لعن يزيد فهو من الخوارج''. (النبراس، ص ٣٣٢، ط: مكتبة إمدادية، ملتان)

احمد بن اسماعیل قزوینی شافعی عاشوراء کے دن وعظ کررہے تھے کسی نے ان سے درخواست کی: ''العَنْ يزيد بن معاوية، فقال: ذلك إمامٌ مُجتهِدٌ''. (النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة ١٣٤/٦. البداية والنهاية ٩/١٣)

قاضی ابوبکر بن العربی ''العواصم من القواصم'' میں لکھتے ہیں: ''فإن قيل: كان يزيد خمارًا، قلنا: لا يحل إلا بشاهدين، فمن شهد بذلك، بل شهد العدل بعدالته، فروى يحيى بن بكير عن الليث بن سعد، قال الليث: توفي أمير المؤمنين يزيد في تاريخ كذا. فسماه الليث أمير المؤمنين''. (العواصم من القواصم، ص ٢٣٢)

قاضی ابوبکر ابن عربی کا مرتبہ:

قاضی ابوبکر ابن عربی کے بارے میں محدث کبیر مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''چنانچہ امام غزالی کے شاگرد اور شفا شریف کے مصنف قاضی عیاض کے استاذ حافظ حدیث ومفسر قرآن قاضی ابوبکر ابن العربی نے جن کی نسبت امام ذہبی نے تذکرہ میں نقل کیا ہے کہ وہ اپنے علم وفضل کے لحاظ سے مرتبہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے''۔ (تبصرہ بر شہید کربلا ویزید، ص ۵۱-۵۲)؛ اس لیے بعض علما کا ان کو ناصبی کہنا صحیح نہیں۔

ابوبکر ابن العربی کے بارے میں علامہ ذہبی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں: ''الإمام أبو بكر بن العربي الحافظ أحد الأعلام... صنف مصنفات كثيرة في الحديث والفقه... وكان من الأئمة المقتدى بهم''. (تاريخ الإسلام للذهبي، سنة ٥٤١-٥٥٠، ص ١٥٩-١٦٢)

اور سیر أعلام النبلاء میں لکھا ہے: ''الإمام العلامة الحافظ القاضي أبو بكر محمد بن عبد الله ... أدخل الأندلس إسنادًا عاليًا، وعلمًا جمًّا. وكان ثاقب الذهن، عذب المنطق، كريم الشمائل، كامل السؤدد، ولي قضاء إشبيلية، فحمدت سياسته... كان القاضي أبو بكر ممن يقال: إنه بلغ رُتبة الاجتهاد''. (سير أعلام النبلاء ١٩٧/٢٠-٢٠١)

ابن العربی کے بارے میں ابن بشکوال لکھتے ہیں: ''هو الإمام العالم الحافظ المستبحر، ختام

Darul Uloom Zakariyya South Africa

علماء الأندلس، وآخر أئمتها وحفاظها". (الصلة، رقم:١٣٠٥، ط: دار الكتاب المصري)

یزید پر لعنت نہ کرنے کے بارے میں مولانا محمد فاروق نعمانی صاحب نے "تحقیقی فیصلہ" کے نام سے رسالہ لکھا ہے، ہم نے اس کی تلخیص ذکر کی، اور حوالے اصل مآخذ ومراجع سے لیے۔

قاضی ابویعلی نے "المعتمد في الأصول" میں صالح بن احمد عن احمد بن حنبل کی روایت نقل کی ہے:

قلت لأبي: إنَّ قومًا ينسبوننا إلى تولي يزيد، فقال: يا بنيَّ! وهل يتولى يزيد أحدٌ يومن بالله، ولِمَ لا يلعن من لعنه الله في كتابه، فقلت: وأين لعن الله يزيد في كتابه؟ فقال: في قوله تعالى: ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا أَرْحَامَكُمْ أُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَى أَبْصَارَهُمْ﴾". (كذا في الصوعق المحرقة ٢/٦٣٥)

علامہ ابن تیمیہ اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "لكنَّها رواية منقطعةٌ ليست ثابتةً عنه، والآيةُ لا تدلُّ على لعن المعيَّن". (منهاج السنة ٤/٥٦٦) قاضی ابویعلی کی وفات ۴۵۸ھ اور صالح بن احمد بن حنبل کی وفات ۲۶۶ھ میں ہوئی۔

اسی طرح امام احمد سے مروی ہے: "لا ينبغي أن يروى عنه". اس کی حقیقت یہ ہے کہ مہنا بن یحیٰی کہتے ہیں: "سألت أحمد عن يزيد بن معاوية بن أبي سفيان قال: هو فعل بالمدينة ما فعل؟ قلت: وما فعل؟ قال: قتل بالمدينة من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وفعل، قلت: وما فعل؟ قال: نهبها، قلت: فيذكر عنه الحديث؟ قال: لا يذكر عنه الحديث ولا ينبغي لأحد أن يكتب عنه حديثا...". (السنة لأبي بكر الخلال، رقم:٨٤٥. قال المحقق عطية الزهراني: إسناده صحيح).

اس روایت کی سند امام احمد تک صحیح ہے؛ البتہ امام احمد سے آگے سند منقطع ہے، یہی وجہ ہے کہ جب امام احمد نے سوچا کہ یزید پر جرح کی بنیاد وہ افواہیں ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں تو بعد میں اپنے قول سے رجوع کرلیا۔ ایک قول کے مطابق وفات سے تین دن پہلے یزید کی بارے میں سکوت اختیار کیا اور ان کے معاملے کو اللہ تعالی کے سپرد کیا؛ "في عقيدة أحمد التي كتبت عنه، وذلك قبل ثلاثة أيام من وفاته: "وكان يمسك عن يزيد بن معاويه ويكله إلى الله". (مواقف المعارضة في عهد يزيد بن معاوية، ص ٧٢٢. وانظر: طبقات الحنابلة ٢/٢٧٣، ط: دار الباز)

اور دوسری روایت میں ابو طالب نے امام احمد سے یزید کی لعنت کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "لعن المؤمن كقتله" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: "خير القرون قرني، ثم الذين يلونهم"، وقد صار يزيد فيهم...". (السنة لأبي بكر الخلال،

Darul Uloom Zakariyya South Africa

رقم: ٨٤٦. قال المحقق عطية الزهراني: إسناده صحيح).

اس روایت میں امام احمد نے یزید کو خیر القرون کی شخصیت قرار دے کر ان کی فضیلت کا اقرار فرمایا۔

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ''**وأما ما نقله عن أحمد، فالمنصوص الثابت عنه من رواية صالح أنه قال: ''ومتى رأيتَ أباك يلعن أحدًا''... وكره أن يلعن المعين باسمه''**. (منهاج السنة ٥٧٣/٤)

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ''**والمختار عند الأمة أن لا نلعن معينا مطلقا''**. (مجموع الفتاوى ٤٧٥/٢٧)

شرح عقائد نسفیہ میں علامہ تفتازانی نے یزید پر لعنت بھیجی۔ اسی طرح سورہ محمد کی تفسیر میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور روح المعانی میں علامہ محمود آلوسی نے بھی یہی لکھا ہے۔ علامہ تفتازانی کی تردید شارحین نے فرمائی۔ مولانا عبد الرشید نعمانی رحمہ اللہ نے لعنت یزید کے سلسلے میں تفسیر مظہری کی عبارت نقل فرمائی۔ (یزید کی شخصیت اہل سنت کی نظر میں، ص ۱۲۱) لیکن محققین نے اس کی تردید فرمائی۔ نبراس علی شرح العقائد میں ہے: ''**لا يجوز لعن كل شخص بفعله، فاحفظ هذا التحقيق ولا تكن من الذين لا يراعون قواعد الشرع ويحكمون بأن من نهى عن لعن يزيد فهو من الخوارج''**. (النبراس، ص ٣٣٢، ط: مكتبة إمدادية، ملتان)

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''اسی ذیل میں مناسب ہوگا کہ لعن یزید کے مسئلہ کی بھی وضاحت کر دی جائے، سنئے! علمائے اہل سنت کی تصریحات کے مطابق کسی معین شخص کو لعنت کرنا خواہ وہ فاسق مسلمان ہو، یا زندہ کافر، یا مردہ کافر جس کا کفر پر مرنا معلوم نہ ہو، جائز نہیں ہے؛ ہاں جس کافر کا کفر پر مرنا معلوم ہو جیسے فرعون، یا ابوجہل وابولہب اس پر لعنت جائز ہے۔ (تبصرہ بر شہید کربلا و یزید، ص ۵۵)

قاضی ابوبکر ابن العربی المالکی نے اپنی کتاب العواصم من القواصم میں یزید کے علم وعمل کو خوب سراہا ہے۔ اور یہ کہنا کہ عمر بن عبد العزیز نے یزید کو امیر المومنین کہنے پر ایک شخص کو ۲۰ کوڑے لگائے؛ تو اس کا جواب گزر چکا ہے کہ یہ عمر بن عبد العزیز سے ثابت نہیں؛ بلکہ انھوں نے یزید کو رحمتوں کا مورد کہا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کو امیر المومنین کہا جو قابل تعریف لقب ہے، اور عام صحابہ کی بیعت کے بعد وہ امیر المؤمنین بن گئے؛ چنانچہ اتمام الوفاء فی سیرۃ الخلفاء میں لکھا ہے: ''**وقد كان في ذلك العصر كثير من الصحابة بالحجاز، والشام، والبصرة، والكوفة، ومصر، وكلهم لم يخرج على يزيد، لا وحده، ولا مع الحسين''**. (إتمام الوفاء في سيرة الخلفاء، ص ١٢)

ابن خلدون لکھتے ہیں: ''**أكثر الصحابة كانوا مع يزيد، ولم يروا الخروج عليه''**. (تاريخ ابن خلدون ٢٧٠/١)

Darul Uloom Zakariyya South Africa

ابن خلدون دوسری جگہ لکھتے ہیں: "**ولم يبق في المخالفة لهذا العهد الذي اتفق عليه الجمهور إلا ابن الزبير، وندور المخالف معروف**". (تاريخ ابن خلدون ۲۶۳/۱)

ملا علی قاری مکذوب روایات کی فہرست میں لکھتے ہیں: "**وكذا ذم يزيد والوليد ومروان بن الحكم**". (الأسرار المرفوعة، ص ٤٧٧)

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں: "**كل حديث في ذمِّ بني أمية فهو كذب**". (المنار المنيف، ص ۱۱۷)

بعض حضرات یزید پر لعنت کے جواز پر اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں: "**سبعةٌ لعنتُهم وكلُّ نبي مجاب، الزائد في كتاب الله، والمكذِّب بقدر الله، والمستحِلُّ حرمة الله، والمستحِلُّ من عترتي ماحرم الله، والتارك لسنتي، والمستأثر بالغي، والمُتَجَبِّر بسلطانه ليُعِزّ من أذل الله ويُذِلّ من أعز الله**". (المعجم الكبير للطبراني ۸۹/٤۳/۱۷)

اس حدیث میں وہ شخص بھی قابل لعنت لوگوں میں شامل ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت اور فیملی کی بے عزتی کرے۔

اس کی سند میں ابو معشر حمیری غیر معروف، ابن لہیعہ سی، الحفظ اور احمد بن رشدین مصری ضعیف و متہم بالکذب ہیں۔ (سلسلة الأحاديث الضعيفة، رقم: ۳۰۱۸۹)

بعض روایات میں "**ستة لعنتُهم**" ہے۔ (سنن الترمذي، رقم: ۲۱۵٤. صحيح ابن حبان، رقم: ۵۷٤۹. المعجم الأوسط للطبراني، رقم: ۱٦٦۷. المستدرك للحاكم، رقم: ۷۰۱۱)

اس کی سند میں عبید اللہ بن عبد الرحمٰن بن موہب مختلف فیہ راوی ہے، پھر بھی بعض حضرات نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے؛ لیکن امام ترمذی نے اسے مرسل کہا ہے اور ذہبی نے مستدرک حاکم کی تعلیق میں منکر کہا ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: "**ورواه سفيان الثوري وحفص بن غياث وغير واحد عن عبيد الله بن عبد الرحمن بن موهب، عن علي بن حسين، عن النبي صلى الله عليه وسلم مرسلًا، وهذا أصح**".

ان روایات میں اہل بیت کی بے حرمتی کرنے والے کو قابل لعنت گردانا گیا ہے۔ ان روایات کے ضعف سے قطع نظر سبائیوں کی کتابوں کے حوالوں اور اہل سنت کی کتابوں کی عبارتوں سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ نواسہ رسول، سید شباب أہل الجنۃ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر سواری کا شرف حاصل کرنے والے، جگر گوشہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نور نظر، آفتاب ہدایت کے انوار سے منور، حضرت حسن کے بہادر برادر، جہاد قسطنطنیہ میں شرکت کا اعزاز رکھنے والے جامع کمالات، اہل کوفہ کی غداری کو ملاحظہ کرنے کے بعد یزید

کی بیعت کی طرف قدم بڑھانے والے، شہید کربلا، حسن و جمال کے پیکر، شجاعت میں یکتا، مظلومیت کی نئی داستان رقم کرنے والے، رحمت کائنات سے مشابہت رکھنے والے، ہم سب کے محبوب کی قاتل یزیدی فوج نہیں ؛ بلکہ کوفہ کے غداروں کا ٹولہ ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

Darul Ulom Zakariyya South Africa

کیا عبید اللہ بن زیاد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے؟

تاریخ کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل اگر یزید نہیں، یعنی اگر یزید آمر بالقتل نہیں تو عبید اللہ بن زیاد یقیناً ہے، جو یزید کی طرف سے کوفے کا گورنر تھا۔ اور صحیح بخاری میں ہے کہ عبید اللہ بن زیاد کے سامنے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا، **عن أنس بن مالك** رضی اللہ عنہ **أُتِيَ عبيدُ اللّٰه بن زياد برأس الحسين عليه السلام، فجُعِل في طستٍ، فجعَل يَنكُت، وقال في حسنه شيئًا، فقال أنس: "كان أشبههم برسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، وكان مخضوبًا بالوسمة"**. (صحيح البخاري، باب مناقب الحسن والحسين، رقم:٣٧٤٨)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر تھالی میں رکھ دیا گیا تو ابن زیاد نے کریدنا شروع کیا اور ان کے حسن کے بارے میں کچھ کہا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت مشابہ تھے۔ اور ان کے بالوں پر وسمہ لگا ہوا تھا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سب کچھ انہی کے حکم سے ہوا۔ ترمذی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: **حدّثني أنس بن مالك، قال: كنتُ عند ابن زياد فجيء برأس الحُسين فجعل يقول بقضيب له في أنفه ويقول: ما رأيتُ مثل هذا حسنًا، قال: قلت: أما إنَّه كان من أشبههم برسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم"**. (سنن الترمذي، باب مناقب الحسن والحسين، رقم:٣٧٧٨).

حدیث بخاری "فجعَل يَنكُت" کا صحیح معنی:

عبید اللہ بن زیاد پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ انھوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جسد مبارک کی اہانت کی اور چھڑی سے ان کی ناک کو کریدنے لگے۔ لیکن روایات سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے ان کے حسن و جمال کی تعریف کی اور ان کی ناک کی طرف اشارہ کیا۔

طبرانی نے معجم کبیر (۳/۲۰۷/۲۸۷۹) میں روایت نقل کی: **"حدثنا محمد بن عبد اللّٰه الحضرمي، ثنا الحسين بن عبيد اللّٰه الكوفي، ثنا النضر بن شميل، ثنا هشام بن حسان، عن حفصة بنت سيرين عن أنس قال: كنت عند ابن زياد حين أُتِيَ برأس الحسين، فجعل يقول**

Darul Uloom Zakariyya South Africa

بقضيب في أنفه: ما رأيت مثل هذا حُسنًا، فقلتُ: أما إنَّه كان من أشبههم برسول الله صلى الله عليه وسلم".

اس کی سند میں جو حسین بن عبید اللہ راوی ہے وہ بظاہر کاتب کی غلطی ہے، صحیح حسین بن عبد اللہ الکوفی ہے جس کو الجرح والتعدیل (۵۸/۳) میں اور تاریخ الاسلام للذہبی (۱۲۰/۱۹) میں صدوق لکھا ہے۔

اس روایت کو ابن حبان نے بھی صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے؛ لیکن صحیح ابن حبان میں نضر بن شمیل سے روایت کرنے والے خلاد بن اسلم ہیں اور معجم کبیر میں حسین بن عبد اللہ ہیں۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت حسینؓ کا سر مبارک لایا گیا تو ابن زیاد نے چھڑی کے ساتھ ان کی ناک کی طرف (**في أنفه** کے معنی **في جانب أنفه** ہے) اشارہ کیا اور کہا کہ ان کی طرح حسن میں نے نہیں دیکھا۔ پس میں نے کہا کہ حضرت حسینؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت مشابہ تھے۔ یعنی ابن زیاد کی تائید کی۔

یاد رہے کہ **يقول بقضيب** کے معنی چھڑی یا شاخِ درخت سے اشارہ کرنا ہے۔ **يقول** کے بعد بار آجائے تو اشارہ کے معنی میں آتا ہے۔

مسند بزار (۱۸۴/۱۳، رقم: ۶۶۳۲) میں حضرت انس کی یہی روایت مذکور ہے اس میں "**ينكت بالقضيب ثناياه**" آیا ہے۔ اور اس کے بعد حضرت انس کا یہ قول ہے: "**والله لأسوء نك إني رأيتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم يَلثِم حيث يقع قضيبُك. قال: فانقَبَض**". یعنی ابن زیاد چھڑی ان کے دانتوں کو لگانے لگے تو انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تم کو ناراض اور مغموم کرنا چاہتا ہوں، جہاں تم نے چھڑی رکھی وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک نے بوسہ دیا۔

لیکن اس کی سند میں مفرّج بن شجاع کو لسان المیزان میں **واهي الحديث** اور غسان بن ربیع کو **ليس بحجة في الحديث** کہا۔ (لسان الميزان ۱۳۷/۸، و ۳۰۴/۶) اور یوسف بن عبدہ کو **لين الحديث** لکھا ہے۔ (تقريب التهذيب، ص ۷۰۷)

اسی طرح کی ایک روایت طبرانی کی معجم کبیر (۱۲۵/۳، رقم: ۲۸۷۸) پر ہے اس میں بھی "**والله لأسوء نك ...**" کے الفاظ ہیں۔ اس کی سند میں مشہور ضعیف راوی علی بن زید بن عبد اللہ بن جدعان ہے۔ نیز یہ روایت بالمعنی ہوگی۔

صحیح بخاری میں یہ روایت یوں مذکور ہے: "**أُتِيَ عبيد الله بن زياد برأس الحسين، فجُعِل في طست، فجَعل ينكت، وقال في حسنه شيئًا، فقال أنس: كان أشبههم برسول الله صلى الله عليه وسلم...**". (صحيح البخاري، رقم: ۳۷۴۸)

Darul Uloom Zakariyya South Africa

ابن زیاد کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا اور تھالی میں رکھا گیا تو ابن زیاد زمین کریدنے لگا۔ (یعنی سوچ میں پڑ گیا) اور ان کے حسن کی تعریف کی، تو حضرت انسؓ نے فرمایا کہ حضرت حسینؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہ تھے۔

ینکت کے معنی زمین کریدنا ہے، جو سوچنے کی علامت ہے۔ لغت میں نکت زمین کریدنے کو کہتے ہیں۔ اور نکتہ کو اس لیے نکتہ کہتے ہیں کہ وہ سوچ کا نتیجہ ہوتا ہے۔

ترمذی کی روایت یوں ہے: "**فجعل يقول بقضيب في أنفه ويقول: ما رأيتُ مثل هذا حسنًا، لم يذكر**". (رقم:۳۷۷۸)

شارحین حضرات نے اس کو استہزا پر محمول کیا ہے کہ ابن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حسن و جمال کا مذاق اڑایا اور **لم يذكر** کا مطلب یہ لیا ہے کہ معلوم نہیں ان کا حسن کیوں مشہور ہوا۔ لیکن یہ مطلب دوسری روایات کے خلاف ہے۔ معجم طبرانی اور صحیح ابن حبان وغیرہ کی روشنی میں روایت کا مطلب یہ بنتا ہے کہ ابن زیاد نے شاخ یا چھڑی سے ان کی ناک کی جانب اشارہ کیا اور یہ کہا کہ ان جیسا حسن میں نے نہیں دیکھا اور آخری لفظ "**لم يذكر**" صحیح ابن حبان اور معجم کبیر اور بخاری میں نہیں ہے۔ یہ غالباً "لَمْ يُذْكَرْ" ہوگا۔ یعنی لَمْ نافیہ ہے۔ یعنی حسن مشہور نہیں؛ مگر بے مثال ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

عبید اللہ بن زیاد کے بارے میں ایک دوسری روایت کی تحقیق:

ایک اور بات جو اکثر کتب تاریخ میں مذکور ہے کہ عبید اللہ بن زیاد ہی قاتل تھا؛ اسی لیے دنیا میں اس کو سزا مل گئی۔ ترمذی کی روایت ہے کہ عبید اللہ بن زیاد اپنے ساتھیوں کے ساتھ قتل کیا گیا تو جامع مسجد دمشق میں ان کے سروں سے مینار بنایا گیا۔

عن الأعمش عن عمارة بن عمير قال: لما جيءَ برأس عبيد الله بن زياد وأصحابه نُضِّدَتْ في المسجد في الرَّحَبة، فانتهيتُ إليهم، وهم يقولون: قد جاء ت قد جاء ت، فإذا حيّةٌ قد جاء ت تخلَّل الرؤوس حتَّى دخلتْ في مَنخرَي عبيد الله بن زياد، فمكثت هُنَيهَةً، ثم خرجتْ فذهبتْ حتَّى تغيبتْ. ثم قالوا: قد جاء ت قد جاء ت، ففعلتْ ذلك مرَّتين أو ثلاثًا. (سنن الترمذي، باب مناقب الحسن والحسين عليهما السلام).

جب عبید اللہ بن زیاد اور ان کے ساتھیوں کے سروں کو مسجد کے کھلے صحن میں تہ بتہ رکھا گیا تو عمارہ کہتے ہیں کہ میں بھی پہنچ گیا، لوگوں نے شور مچایا: آ گیا، آ گیا۔ ایک سانپ سروں کے درمیان سے گزر کر عبید اللہ بن زیاد کے نتھنوں میں گھس گیا اور تھوڑی دیر رہا پھر نکل کر غائب ہو گیا، پھر لوگون نے شور مچایا کہ آ گیا آ گیا۔ دو یا تین

Darul Uloom Zakariyya South Africa

مرتبہ ایسا ہوا۔

مگر اس روایت پر تین طرح کلام ہے: (۱) اسناداً؛ (۲) عقلاً؛ (۳) نقلاً۔

(۱) اسناداً کلام یہ کہ اس میں ایک راوی اعمش سلیمان بن مہران ہے اور اعمش مدلّس ہے۔ علامہ ذہبی ''میزان الاعتدال'' (۲۲۴/۲) میں فرماتے ہیں کہ اعمش جن اساتذہ سے بہت زیادہ روایات لیتے ہیں جیسے ابراہیم، ابووائل، ابوصالح سمان، اُن سے روایت معتبر ہوتی ہے، یعنی ان سے روایت اتصال پر محمول ہوگی۔ اور یہ حدیث اعمش روایت کرتے ہیں عمارۃ بن عمیر سے اور یہ ان لوگوں میں سے نہیں جن سے اعمش کی تدلیس مقبول ہے۔ تو سند کے اعتبار سے کلام یہ ہے کہ اعمش نے عمارۃ بن عمیر سے براہ راست نقل نہیں کیا ہے؛ بلکہ درمیان سے واسطہ حذف کیا ہوگا۔

دکتور بشار اور شیخ شعیب ارناووط لکھتے ہیں: ''**ذكره المؤلف في الطبقة الثانية من كتابه ''طبقات المدلسين'' (٦٧) وهم الذين احتمل الأئمة تدليسهم وأخرجوا لهم في ''الصحيح'' لإمامتهم وقلة تدليسهم في جنب ما رووا. وقال الذهبي في ''الميزان'': وهو يدلِّس، وربما دلَّس عن ضعيف ولا يدري به، فمتى قال: ''حدثنا'' فلا كلام، ومتى قال ''عن'' تطرق إليه احتمال التدليس إلا في شيوخ له أكثر عنهم كإبراهيم، وأبي وائل وأبي صالح السمان، فإن روايته عن هذا الصنف محمولة على الاتصال**''. (تحرير تقريب التهذيب ٧٨/٢)

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ اعمش اگر کوئی ایسی روایت کریں جس سے شیعیت کی تائید ہوتی ہو، تو وہ روایت قابل قبول نہیں ہوگی؛ کیونکہ محدثین کے بیان کے مطابق شیعیت کی طرف ان کا میلان تھا۔

دکتور بشار عواد نے نے تہذیب الکمال کے حاشیہ میں لکھا ہے: ''**قال يزيد بن زُرَيع: حدثنا شعبة عن سليمان الأعمش وكان والله خربيا سبئيا، والله لولا أن شعبة حدث عنه ما رويت عنه حديثا أبدًا.** (العلل لأحمد ٣٤٢/٢) **قلت: يريد لما هو عليه من التشيع، وهو فيه لما نعرفه من توثيق كتب الشيعة له... وقال ابن حجر: ثقة حافظ عارف بالقراءة ورع، لكنه يدلس. قال أبو محمد البندار: ويبحث في أمر تشيعه، فقد وثقه الشيعة ورووا عنه**''. (تعليقات تهذيب الكمال للدكتور بشار عواد ٩٢/١٢)

ہم اعمش کی ان روایات کو شیعیت کا شاخسانہ سمجھتے ہیں جن سے شیعوں کے مسلک کی تائید ہوتی ہے، باقی ان کا مصحف صدق ہونا محدثین کو تسلیم ہے؛ لیکن عنعنہ کر کے ان کی روایت مخدوش ہوتی ہے، ہاں ان کے بعض مشائخ مستثنیٰ ہیں جن میں عمارہ بن عمیر شامل نہیں اور یہاں تو اعمش کے تشیع کی وجہ سے اس روایت کا مخدوش ہونا

Darul Uloom Zakariyya South Africa

مزید واضح ہوا۔ ہاں امام بخاری ان سے وہ روایات لیتے ہیں جن میں تشیع کا شبہ نہ ہو۔

(۲) عقلاً بھی یہ روایت صحیح نہیں کہ باہر سے سانپ آیا تو لوگوں نے اس کو قتل کیوں نہیں کیا؟ کیا سانپ نے لوگوں کے ساتھ صلح کا معاہدہ کیا تھا کہ ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے؟!

(۳) نقلاً بھی اس پر کلام ہے کہ عبیداللہ بن زیاد کا قاتل کون تھا؟ ان کا قاتل مختار ثقفی تھا، وہ مختار ثقفی جس کے بارے میں حدیث میں ہے کہ بنوثقیف میں کذاب پیدا ہوگا۔ اس نے نبوت اور وحی کا دعویٰ کیا تھا اور بنوامیہ کے خلاف توابین کے نام سے ایک جماعت بنائی تھی۔ اس جماعت کا نظریہ یہ تھا کہ ہم کوفہ والوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی حفاظت نہیں کی تھی، اب ہم عبیداللہ بن زیاد سے انتقام لینا چاہتے ہیں۔ عبیداللہ بن زیاد کو قتل کرنے والا مدعی نبوت مختار ثقفی ہے، جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قاتل پاک تھا یا مقتول؟ ظاہر بات ہے کہ قاتل ناپاک ہے۔ اس انتقام میں توابین کے ساتھ نہ تو زین العابدین تھے اور نہ محمد بن الحنفیہ؛ کیونکہ مختار ثقفی غدار آدمی تھا۔

سنن ابن ماجہ میں روایت ہے: رفاعہ بن شداد کہتے ہیں: اگر میں عمرو بن الحمق سے یہ کلام نہ سنتا کہ ''جو کسی کو خون کی امان دے، پھر اس کو قتل کرے تو وہ قیامت کے دن غداری کا جھنڈا اٹھائے گا'' تو میں مختار ثقفی کے سر کو تن سے الگ کرتا اور سر اور تن کے درمیان چلتا۔ **"لولا كلمة سمعتها من عمرو بن الحمق الخزاعي لمشيت بين رأس المختار وجسده، سمعته يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من أمن رجلا على دمه فقلته، فإنه يحمل لواء غدر يوم القيامة"**. (سنن ابن ماجه، رقم: ۲۶۸۸، باب من أمن رجلا على دمه فقتله)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں اس کے محل میں داخل ہوا تو اس نے کہا: ابھی ابھی جبریل میرے ہاں سے اٹھ کر گئے ہیں۔ (سنن ابن ماجه، رقم: ۲۶۸۹، وإسناده ضعيف)

شیعیّت کا بانی عبداللہ بن سبا تھا اور ان کی سیاست کا بانی مختار ثقفی تھا، اور فقہ کا بانی طبرسی ہے جس نے ''الاحتجاج'' نامی کتاب لکھی، نہ کہ جعفر صادق، فقہ جعفری کی نسبت ان کی طرف صحیح نہیں ہے۔

امام ترمذیؒ نے اس روایت کو رواۃ کی ثقاہت کے لحاظ سے صحیح کہا؛ مگر دوسری طرف خیال نہیں فرمایا کہ اس میں اعمش کا عنعنہ ہے۔

بنوعباس کے زمانے میں اس قسم کا پروپیگنڈا بنوامیّہ کے خلاف ہوتا رہتا تھا۔ اور بنوامیّہ کے خلاف جو ذہن بنا وہ بنوعباس کے زمانے میں بنا؛ اس لیے کہ بنوعباس بنوامیہ کے مخالف تھے اور اس طرح کی غلط باتوں کو بنوامیّہ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ بنوعباس کے ساتھ شیعہ ملے ہوئے تھے، اور پھر انہی شیعوں نے بنوعباس کا تختۂ حکومت الٹ دیا، خلیفہ مستعصم باللہ کو قتل کرایا اور مسلمانوں کی حکومت تاتاریوں کے حوالے کی اور ہلاکو خان اقتدار

Darul Uloom Zakariyya South Africa

میں آیا۔ بنوعباس کے زمانے میں جو تاریخ مرتب ہوئی وہ واقدی، کلبی اور ابومخنف وغیرہ کی مرتب کی ہوئی ہے جس میں بہت ساری چیزوں کو انھوں نے اپنی طرف سے داخل کیا۔

مثلاً: حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما صلح پر آمادہ ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو، اور یہ فیصلہ ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی جگہ خلیفہ رہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی جگہ پر، یہ صلح ۳۷ھ ہجری میں ہوئی۔

ابومخنف کی روایت ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم دونوں اعلان کریں کہ دونوں معزول ہیں اور تیسرا آدمی منتخب ہوگا۔ جب عوام کے سامنے اعلان کیا تو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اپنے خلیفہ کو معزول کرتا ہوں اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے معزول نہیں کیا۔ اب یہ بالکل غیر معقول بات ہے کہ دونوں کو فیصلے کے لیے بھیجا اور وہ دونوں حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کو معزول کردیں، یہ تو مزید خرابی کی بات ہے؛ اس لیے کہ جب ایک معزولی کے لیے تیار نہیں تو دونوں معزولی کے لیے کیسے تیار ہوں گے! اور کیا ایک آدمی کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے بادشاہ کو معزول کردے؟ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ پر یہ الزام لگانا کہ وہ بالکل سیدھے سادے آدمی تھے اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ انتہائی چالاک آدمی تھے۔ یہ سب ابومخنف کذاب کے لگائے ہوئے الزامات ہیں۔ تفصیل شعر نمبر ۳۸ میں مسئلۂ تحکیم کے تحت گزر چکی ہے۔ (وللمزید راجع: حقبة من التاريخ لعثمان الخميس، ص۱۰۸-۱۰۹)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر لانے والے کے ساتھ عبیداللہ بن زیاد کا معاملہ:

اشکال: اگر عبیداللہ بن زیاد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل نہیں، تو پھر جب ان کے پاس سر لایا گیا تو لانے والے کو قتل کیوں نہیں کیا؟

جواب: خود شیعوں کی کتاب میں مذکور ہے کہ جب سنان بن انس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا اور مطالبہ کیا کہ اس کام کے بدلے انعام ملنا چاہئے، تو ابن زیاد نے بجائے انعام کے اس کے قتل کا حکم دیا اور اس کی گردن ماردی گئی۔

مولانا عبدالشکور مرزا پوری کی کتاب ''حضرت حسینؓ کی شہادت کیسے ہوئی'' (ص۱۱-۱۲) کی عبارت حوالے کے لیے درج کی جاتی ہے، جس کا پرانا نام ''قاتلان حسین کی نشاندہی'' ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ حسبِ کتبِ شیعہ بقرائن صحیحہ ابن زیاد جرم قتل حسین سے بری ہے:

(۱) حضرت مسلم بن عقیل کے دونوں لڑکوں کا جب کسی کوفی قاتل نے سر لے جا کر عبیداللہ بن زیاد حاکم کوفہ کے سامنے پیش کیا، **فلمّا نظر إليهما قام، ثم قعد، وفعل ذلك ثلاثًا** (ابن زیاد دونوں سروں کو دیکھ

کر تعظیماً تین مرتبہ اٹھا بیٹھا) اور قاتل سے کہا: اگر تو انھیں زندہ لاتا تو تجھے بہت انعام دیتا، پھر خفا ہو کر ایک دوستدار آل رسول سے جو اسی مجلس میں کھڑا تھا کہا کہ اس لعین قاتل کو وہیں لے جا کر قتل کر جہاں دونوں بچے قتل ہوئے ہیں۔ (خلاصۃ المصائب، ص ۴۲۷)

Darul Uloom Zakariyya South Africa

معلوم ہوا کہ ابن زیاد دشمن آل رسول نہ تھا ورنہ مسلم کے لڑکوں کے سروں کی تعظیم نہ کرتا، نہ قاتل کو انعام واکرام سے محروم کر کے قتل کراتا اور نہ اس کو بلفظ لعین یاد کرتا۔

(۲) بعد شہادتِ حسین جب امام کا سر مع اہل بیت کوفہ میں ابن زیاد کے سامنے پیش ہوا تو اس وقت سنان بن انس نے جس نے گلوئے امام پر تیر لگایا اور قتل کیا تھا، کہا:

املاء ركابي فضة أو ذهبا ❁ فقد قتلت الملك المحجبا

قتلته الذي كان أعلى نسبًا ❁ خير عباد اللّٰه أُما وأبا

(میری سواریوں (یا سواری میں پاؤں رکھنے کی جگہ) کو چاندی اور سونے سے بھر دے؛ کیونکہ میں نے اس کو قتل کیا ہے جس کے در کے فرشتے دربان تھے، میں نے اس کو مارا ہے جو بڑا صاحب نسب تھا اور ماں باپ کی طرف سے بہترین خلائق تھا۔)

ابن زیاد نے جواب دیا: جب حسین کو بہترین بندگان خدا جانتا تھا تو ان کو تو نے کیوں قتل کیا؟ **فأمر به فضُرِب عنقُه** (پس ابن زیاد نے اس کے قتل کا حکم دیا اور اس کی گردن ماردی گئی)۔ (خلاصۃ المصائب، ص ۲۸۰)

ابن زیاد اگر امام حسین کا دشمن ہوتا یا اس نے قتل کا حکم دیا ہوتا، یا قتل پر راضی ہوتا، تو یہ کب ممکن تھا کہ قاتلِ امام کو بجائے انعام کے بری طرح قتل کراتا؟!

(۳) جب اہل بیت حسین کوفہ میں ابن زیاد کے سامنے پیش ہوئے تو امام زین العابدین اور مستورات کو اس نے قتل نہیں کیا؛ بلکہ دمشق میں یزید کے پاس زندہ بھیج دیا۔ اگر ابن زیاد آل رسول کے خون کا پیاسا ہوتا تو ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑتا اور وہیں سب کا خاتمہ کر دیتا۔ اور اگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی ابن زیاد کے پاس چلے جاتے تو دیگر اہل بیت کی طرح ان کو بھی وہ یزید کے پاس زندہ بھیج دیتا؛ چنانچہ اس نے خود امام کو خط میں لکھا تھا: ''مجھے حکم ہے کہ آپ سے بیعت لوں، یا بصورت انکار آپ کو یزید کے پاس بھیج دوں''۔ (جلاء العیون، ص ۴۶۵)

عبید اللہ بن زیاد کی حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی:

اشکال: عبید اللہ بن زیاد نے حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو نخالہ کہا۔ عائذ بن عمرو صحابی عبید اللہ بن زیاد کے پاس گئے اور فرمایا: میرے بیٹے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ لوگوں کو ہلاک کرنے والے برے حاکم ہوتے ہیں، تم ان کی طرح مت بنو۔ ابن زیاد نے کہا: بیٹھ جاؤ، آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں

Darul Uloom Zakariyya South Africa

بھوسی (چھلکے) کی طرح ہو۔ حضرت عائذ نے فرمایا: کیا صحابہ میں بھی بھوسی تھی؟

"حدثنا شيبان بن فرّوخ، حدثنا جرير بن حازم، حدثنا الحسن أن عائذ بن عمرو، وكان من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل على عبيد الله بن زياد، فقال: أي بنيَّ، إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "إن شر الرعاية الحطمة، فإياك أن تكون منهم"، فقال له: اجلس فإنما أنت من نخالة أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم. فقال: وهل كانت لهم نخالة؟ إنما كانت النخالة بعدهم وفي غيرهم. (صحيح مسلم، رقم: ١٨٣٠)

جواب: اس حدیث کی سند منقطع ہے حسن بصری نے عائذ بن عمر سے کچھ بھی نہیں سنا ہے؛ **"وما أراه (أي: الحسن) سمع من عائذ بن عمرو شيئًا"**. (جامع التحصيل في أحكام المراسيل للعلائي، ص ١٦٤. وتحفة التحصيل في ذكر رواة المراسيل لأبي زرعة العراقي، ص ٧٢)

اور اگر بالفرض روایت صحیح ہو تو یہ ابن زیاد کی غلطی ہے، ہم اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ مشاہیر اور اکابر صحابہ کے مقابلے میں نخالہ کہا ہو، پھر بھی بفرض صحت الفاظ مناسب نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے فرمایا: **"يا عبد الله بن عمرو! كيف بك إذا بقيت في حثالة من الناس"**. (صحيح البخاري، باب تشبيك الأصابع في المسجد، رقم: ٤٨٠)

"آپ کا کیا حال ہوگا جب آپ چھلکوں کی طرح لوگوں میں رہ جائیں گے؟" اس میں تابعین کو "چھلکے" کہا گیا، جو صحابہ کے مقابلے میں ادنی تھے؛ اگر چہ صحیح حدیث میں تابعین خیر القرون میں شامل ہیں۔

کیا ابن زیاد نے ابو برزہ رضی اللہ عنہ کا مذاق اڑایا؟:

ابو طالوت کہتے ہیں: **"شهدتُ أبا برزة دخل على عبيد الله بن زياد، فلمَّا رآه عبيد الله قال: إن محمديَّكم هذا الدَّحْداحُ، ففهِمها الشيخُ، فقال: ما كنتُ أحسب أني أبقَى في قوم يعيرونني بصحبة محمد صلى الله عليه وسلم، فقال له عبيد الله: إنَّ صحبة محمد صلى الله عليه وسلم لك زينٌ غيرُ شينٍ.** (سنن أبي داود، رقم: ٤٧٤٩)

ابو طالوت کہتے ہیں: میری موجودگی میں حضرت ابو برزہ ابن زیاد کے پاس گئے، جب ابن زیاد نے ان کو دیکھا تو کہا کہ موٹا ٹھگنا محمدی یہ ہے۔ ابو برزہ سمجھ گئے اور کہا: میرا یہ خیال نہیں تھا کہ کوئی مجھے صحبت نبوی پر طعنہ دے گا۔ اب عبیداللہ نے اپنی بات کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت تو آپ کے لیے زینت ہے، عیب نہیں۔

ابن زیاد کے مخالفین کہتے ہیں کہ ابن زیاد نے اپنی بات بدل دی اور کہا کہ صحبت نبوی زینت ہے؛ لیکن جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے ناظم صاحب اور جلیل القدر استاذ حدیث مولانا اسعد اللہ صاحب نے فرمایا کہ یہ ان کے موٹاپے پر تعریض تھی، صحابیت پر نہیں تھی۔

Darul Uloom Zakariyya South Africa

"قال أستاذنا الشيخ أسعد الله: لعل عبيد الله لم يعير بالصحبة، بل لكونه دحداحًا".

(بذل المجهود، طبع جديد مع تعليقات مولانا تقي الدين الندوي ۲۶/۱۳)

صحابہ اور اہل بیت کا تقدس:

گزشتہ صفحات میں یزید یا عبید اللہ بن زیاد سے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا مقصد شیعوں اور سبائیوں کی جانب سے ان کی طرف منسوب غلط روایات کی تردید اور صحیح بات کو بیان کرنا ہے، جس سے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تنقیص قطعاً لازم نہیں آتی؛ چنانچہ شیخ عبد السلام شنار ضوء المعالی کی تعلیق میں یزید پر لعنت کے بارے میں لکھتے ہیں: **"إن الحق المأخوذ من قواعد الشرع ونصوصه عدم جواز لعن يزيد أو غيره من العصاة والفسقة بأعيانهم، نعم حب آل البيت واجب شرعيٌّ وقربة إلى رب العالمين، لا يخلو قلب مؤمن منه، لكن النهي عن لعن يزيد ليس لقصور في حبهم، بل عملا بقواعد الشرع ونصوصه".** (تعليق ضوء المعالي، ص ۱۳۶)

صحابہ اور اہل بیت کی محبت تو جزوِ ایمان ہے؛ صحابہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **" اللّٰه اللّٰه في أصحابي، لا تتخذوهم غرضًا بعدي، فمن أحبهم فبحبي أحبهم، ومن أبغضهم فبغضي أبغضهم، ومن آذاهم فقد آذاني، ومن آذاني فقد آذى اللّٰه، ومن آذى اللّٰه فيوشِك أن يأخذه".** (سنن الترمذي، رقم: ۳۸۶۲. مسند أحمد، رقم: ۲۰۵۴۹)

انصار صحابہ کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **"لايُحِبُّهم إلا مؤمنٌ، ولا يُبغِضهم إلا منافقٌ..."**. (صحيح مسلم، رقم: ۵۷)

اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے اہل بیت کے بارے میں فرمایا: **"وأهلُ بيتي، أُذَكِّرُكم اللّٰهَ في أهل بيتي، أُذَكِّرُكم اللّٰهَ في أهل بيتي، أُذَكِّرُكم اللّٰهَ في أهل بيتي".** (صحيح مسلم، رقم: ۸۰۴۲)

میں تم کو اہل بیت کے بارے میں اللہ کا خوف یاد دلاتا ہوں۔ تین مرتبہ فرمایا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **" والذي نفسي بيده لقرابة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أحب إليَّ أن أصل من قرابتي".** (صحيح البخاري، رقم: ۳۷۱۲)

اس اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کا پالنا مجھے اپنے

Darul Uloom Zakariyya South Africa

رشتے کے پالنے سے زیادہ اچھا لگتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''**أحِبُّوا اللّٰهَ لِما يغذوكم به من نعمه، وأحبوني بحب الله، وأحبوا أهل بيتي لحبي**''. (سنن الترمذي، رقم: ٣٧٨٩. المستدرك للحاكم، رقم: ٤٧١٦. وصحَّحه الحاكم ووافقه الذهبي)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**والذي نفسي بيده لا يُبغِضنا أهلَ البيت أحدٌ إلا أدخله الله النار**''. (صحيح ابن حبان، رقم: ٦٩٧٨. وإسناده حسن. وأخرجه الحاكم، رقم: ٤٧١٧. وقال: صحيح على شرط مسلم. وسكت عنه الذهبي.)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**خيرُكم خيرُكم لأهلي من بعدي**''. (أخرجه الحاكم في المستدرك، رقم: ٥٣٥٩. وقال: صحيح على شرط مسلم. ووافقه الذهبي).

خلاصۂ کلام:

خلاصہ یہ ہے کہ واقعۂ کربلا کے ذمہ دار روافض ہیں، جس کی پہلی مضبوط دلیل ان اہل بیت کی شہادت ہے جو اس واقعہ میں موجود تھے، یا اس واقعہ میں موجود نہیں تھے؛ لیکن اہل بیت ہونے کی وجہ سے، یا اس واقعہ کے زمانے میں موجود ہونے کی وجہ سے اس واقعہ کے ماتحت السطور کو خوب جانتے تھے۔ اور اس کی دوسری دلیل اس زمانے کے شیعوں کا اقرار ہے جس کے بہت سارے دلائل اور شواہد ناظرین پڑھ چکے ہیں؛ لیکن صد افسوس ہمارے اہل السنۃ والجماعۃ کے واقعۂ کربلا کی داستان سنانے والوں پر کہ نہ اہل بیت کی شہادت کو مانتے ہیں اور نہ خیر القرون کے شواہد کو لائق توجہ سمجھتے ہیں اور نہ اقراری مجرموں کے اقرار کو درخور اعتنا سمجھتے ہیں اور جلے بھنے کٹر داستان گو اور مرثیہ خواں رافضی ابومخنف کی تقلید کا پٹہ اپنے گلوں میں ڈالے ہوئے ہیں؛ بلکہ بنو امیہ کے سنی رہنماؤں پر ابومخنف رافضی کی الزام تراشی کے کانٹوں سے بھری ہوئی داستان کو پھولوں کا ہار سمجھ کر سینوں کی زینت بنائے ہوئے ہیں۔ **فإلى الله المشتكى.**